Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباس

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یاصاحب الزماں ادرکنی

DvD
Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پا کستان

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علی علیہ السلام خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف:

حجۃ الاسلام والمسلمین عالی جناب سید فخر الدین موسوی

ترجمہ:

محمد سلیم علوی

ناشر

عباس بک ایجنسی

درگاہ حضرت عباسؑ
رستم نگر لکھنو (انڈیا)

★★☆★★

نام کتاب : علی علیہ السلام خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف : سید فخر الدین موسوی

مترجم : محمد سلیم علوی

قیمت : -/120 روپے

★★☆★★

فہرست مطالب

پیش لفظ..........۱۷

پہلی فصل (فضائل)

حقیقی راہبر..........۱۹
پیغمبر اور علی کا حسب ونسب اور خلقت..........۲۶
فضال بن حسن کا واقعہ..........۲۸
دلائل اہل سنت..........۳۶
شیعہ اہل سنت کی نظر میں..........۳۸
حضرت فاطمہ زہرؑا کا خطبہ..........۵۰
حضرت فاطمہ زہرؑا کے ابوبکر پر ناراض ہونے کی دلیلیں..........۷۳
حوالہ..........۷۴
حضرت علیؑ کے دروازہ پر ہجوم اور حضرت فاطمہ کی ناراضگی..........۷۴

دوسری فصل (فضائل علیؑ اہل سنت کی کتابوں میں)

حدیث خلافت ۹۱

۲۔حدیث خیبر ۹۴

۳۔حدیث غدیر ۹۷

۴۔حدیث علی منی وانا منہ ۱۰۲

۵۔حدیث اخوت ۱۰۵

۶۔حدیث وارث ۱۰۷

۷۔حدث علم ۱۰۸

۸۔حدیث حق ۱۰۹

۱۱۔حدیث من آذیٰ علیاً فقد آذانی ۱۱۰

۱۰۔حدیث دشنام ۱۱۲

۱۱۔حدیث شباہت ۱۱۴

۱۲۔حدیث اطاعت ۱۱۵

۱۳۔علی مع القرآن والقرآن مع علی ۱۱۵

۱۴۔حدیث ایمان ۱۱۷

۱۵۔حدیث سدابواب ۱۱۸

۱۶۔حدیث شجرہ ۱۲۰

۱۷۔حدیث سلونی ۱۲۰

[illegible] ۱۲۳

۱۹۔حدیث صلب (حدیث نسل)............۱۲۳
۲۰۔حدیث سبقت............۱۲۴
۲۱۔حدیث صدیقون............۱۲۵
۲۲۔حدیث قاسطین............۱۲۸
۲۳۔حدیث بارہ خلیفہ............۱۲۹
۲۴۔حدیث فاروق............۱۳۳
۲۵۔حدیث سفینہ............۱۳۴
۲۶۔حدیث قسیم النار والجنہ............۱۳۷
۲۷۔حدیث ثقلین............۱۳۸
۲۸۔حدیث جواز (پروانہ جنت)............۱۴۲
۲۹۔حدیث ضمانت............۱۴۴
۳۰۔حدیث استرشاد............۱۴۸
۳۱۔حدیث بساط............۱۴۹
۳۲۔حدیث طائر............۱۵۰
۳۳۔حدیث لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار............۱۵۴
۳۴۔حدیث محبت علی............۱۵۵
۳۵۔حدیث قضیب............۱۵۷
۳۶۔حدیث ولایت............۱۵۹
۳۷۔حدیث نظر............۱۶۲

۳۸۔ حدیث حج اللہ..........۱۶۳

۳۹۔ حدیث حکمت..........۱۶۴

۴۰۔ حدیث غسل..........۱۶۵

تیسری فصل (حضرت علیؑ اور گزشتہ ادیان)

پیغمبروں کی پیشین گوئی..........۱۷۱

لوح کے متن کا ترجمہ..........۱۷۳

حضرت علیؑ اور جناب داوؑد کی پیشین گوئی..........۱۷۵

زبور کے خطی نسخہ کا متن..........۱۷۵

متن کا ترجمہ..........۱۷۵

حضرت علیؑ اور جناب سلیمانؑ کا مدد طلب کرنا..........۱۷۵

لوح سلیمانی کا ترجمہ..........۱۷۶

لوح سلیمانی کے الفاظ..........۱۷۷

حضرت علیؑ اور شری کرشن جی کی پیشین گوئی..........۱۷۹

شری کرشن جی کے اقوال..........۱۷۹

شری کرشن جی کی حضرت علیؑ کے بارے میں پیشین گوئی..........۱۸۰

لفظ ایلا..........۱۸۰

مہاتمہ بدھ کا زندگی نامہ..........۱۸۲

مہاتمہ بدھ کے اقوال..........۱۸۳

مہاتمہ بدھ کا خواب اور حضرت علیؑ.................................۱۸۳

بدھ یوگیا کی دعا، حضرت علیؑ سے استغاثہ.........................۱۸۴

چوتھی فصل (خلافت)

حضرت علیؑ کے القاب ۱۸۵

لقب امام..۱۸۵

حوالے..۱۸۶

لقب خلیفہ..۱۸۷

حوالے..۱۸۷

لقب وصی...۱۸۸

حوالے..۱۸۸

لقب ولی...۱۹۲۰

حوالے..۱۹۰

لقب مولیٰ...۱۹۱

حوالے..۱۹۱

لقب امیر المومنین۔ امیر...۱۹۲

حوالے..۱۹۲

لقب: سید۔ افضل۔ خیر الناس۔ خیر الرجال..............................۱۹۲

حوالے..۱۹۳

کنیت والقاب..۱۹۴

القاب ۱۹۵

کنیت ۱۹۵

محبت آل محمدﷺ..۱۹۵

اعمش اور منصور کی حدیث..۱۹۹

حضرت علی اور حاطب بن ابی بلتہ کا واقعہ..........................۲۱۰

مامون کا علمائے اہل سنت سے مناظرہ..............................۲۱۴

پہلی روایت..۲۱۵

روایت پر تحقیق..۲۱۵

دوسری روایت..۲۱۶

تیسری روایت..۲۱۶

چوتھی روایت..۲۱۷

پانچویں روایت..۲۱۸

چھٹی روایت...۲۱۸

ساتویں روایت...۲۱۹

آٹھویں روایت...۲۱۹

مامون کا علمائے اہل سنت سے سوال..............................۲۲۰

مامون کا دوسرا سوال...۲۲۱

مامون کا تیسرا سوال ۲۲۲

اسحاق اور آیہ غار.......................................۲۲۳
مامون کا اسحاق سے حدیث ولایت کے بارے میں سوال...........۲۲۶
مامون کا اسحاق سے حدیث منزلت کے بارے میں سوال...........۲۲۶
مامون کا علمائے علم کلام سے مناظرہ...........................۲۲۸
اجماع ۲۲۹
علم کلام کا دوسرا سوال.......................................۲۲۹
علم کلام کا تیسرا سوال.......................................۲۲۸
ملا علی کا خوئی کا قصیدہ.......................................۲۳۱
حضرت علیؑ کی وصایت اور شہرت..............................۲۳۵
پیغمبر اسلام ﷺ کی زبانی حضرت علیؑ میں تیرہ صفات..............۲۳۷
حضرت علیؑ اور اہل یمن کو اسلام کی دعوت..........................۲۳۹
حضرت علیؑ اور اہل یمن کی قضاوت..............................۲۴۱
حضرت علیؑ کی قضاوت.......................................۲۴۱
حضرت علیؑ کا فیصلہ.......................................۲۴۲
حضرت علیؑ کا شراب خور کے بارے میں فیصلہ......................۲۴۴
حضرت علیؑ اور آیت: ''و فاکھة و ابا'' کی تفسیر......................۲۴۵
لفظ کلالہ کی تفسیر اور ابوبکر کی عاجزی..............................۲۴۶
حضرت علیؑ اور آیت ''وحمله وفصاله ثلاثون شهراً'' کی تفسیر.....۲۴۷
حضرت علیؑ کا فیصلہ اور ایک شوہر کا غلام ہونا ۲۴۸

حضرت علیؑ کا دو بدن و دو سر والے بچہ کے بارے میں فیصلہ.............۲۴۹
حضرت علیؑ کا دو صنف والے آدمی کے بارے میں فیصلہ.............۲۵۰
حضرت علیؑ اور یہودی عالم.............۲۵۲
خوارج کا قرآن وسنت رسول سے جواب.............۲۵۴
حضرت علیؑ کی خلافت کا غصب کرنا اور اجماع کی تردید.............۲۵۶
شیخ مفید کی رمانی سے بحث.............۲۶۲
ابو بکر کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلی مخالفت.............۲۶۳
حضرت علیؑ کا احتجاج ابو بکر کے خلاف.............۲۶۵
حضرت علیؑ اور یہودی کے سات سوالوں کا جواب.............۲۷۵
پہلے سوال کا جواب.............۲۷۶
دوسرے سوال کا جواب.............۲۷۶
تیسرے سوال کا جواب.............۲۷۷
چوتھے سوال کا جواب.............۲۷۷
پانچویں سوال کا جواب.............۲۷۷
چھٹے سوال کا جواب.............۲۷۸
ساتویں سوال کا جواب.............۲۷۸
عمر کا اقرار ”لو لا علی لهلك عمر“.............۲۷۹
امامت کے نص کے بغیر نہ ہونے پر عقلی دلیل.............۲۸۰
امامت کے نص کے بغیر نہ ہونے پر نقلی دلیل.............۲۸۰

پیغمبر اسلام ﷺ کی وصیت ۲۸۱
پہلی دلیل ۲۸۱
دوسری دلیل ۲۸۱
تیسری دلیل ۲۸۱
پیغمبر اسلام کی حضرت علی کے سلسلہ میں وصیت ۲۸۲
وصیت کے سلسلہ میں دوسری روایت ۲۸۵
کافر طبیب کا حضرت علیؑ سے دفاع ۲۸۶
حضرت علیؑ اور حضرت مہدیؑ کا معجزہ ۲۸۷
حضرت علی اور یہودی کے سوال کا جواب ۲۹۲
حضرت علی اور انیس کلمات ۲۹۶
حضرت علیؑ سے منسوب نماز ۲۹۷
دعا کرنے والے کے صفات ۲۹۸
صلوات کا ورد ۲۹۸
حضرت علیؑ کے نام کا ورد ۲۹۹
ہر مشکل کے لئے ناد علی کا ورد ۳۰۲
حاتم طائی کے فرزند کا حضرت علیؑ سے دفاع ۳۰۰
حضرت علیؑ اور پیغمبر اسلام ﷺ ۳۰۱
پیغمبر اسلام ﷺ کے سوگ میں حضرت علیؑ کا مرثیہ ۳۰۲
سید بن طاوس کا اپنے فرزندوں سے سوال ۳۰۲

حضرت علیؑ کا فیصلہ دو آدمیوں کے بیچ..................۳۰۴

علی کا ذکر مجلسوں کی زینت..................۳۰۵

حضرت علیؑ کی اقتدا..................۳۰۵

حضرت علی کی فضیلت اور عمر عاص کا اعتراف..................۳۰۹

پیغمبر اسلام سے ہام بن قیس بن ابلیس کا حاجت طلب کرنا..................۳۱۳

حضرت علیؑ کا ذکر جناب عیسیٰ کے صحیفہ میں..................۳۱۷

حضرت علیؑ کے فضائل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث..................۳۱۸

حضرت علیؑ کی شہادت..................۳۲۳

حضرت علیؑ اور قاتل کا علم..................۳۲۴

حضرت علیؑ کا ابن ملجم کو مرکب دینا..................۳۲۵

حضرت علیؑ اور آخری رمضان..................۳۲۶

حضرت علیؑ کا رمضان میں کم کھانے کا سبب..................۳۲۷

حضرت علیؑ اور خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدار..................۳۲۷

حضرت علیؑ کا مسجد میں نماز شب ادا نہ کرنا..................۳۲۸

ابن ملجم کی گرفتاری..................۳۳۳

فہرست منابع..................۳۳۷

پہلی فصل

فضائل

حقیقی راہبر

پیغمبر ﷺ اور علیؑ کا حسب ونسب اور خلقت

فضال بن حسن کا واقعہ

دلائل اہل سنت

شیعہ اہل سنت کی نظر میں

حضرت فاطمہ زہراؑ کا خطبہ

حضرت فاطمہ زہراؑ کے ابوبکر پر ناراض ہونے کی دلیلیں

حوالہ

حضرت علیؑ کے دروازہ پر ہجوم اور حضرت فاطمہ کی ناراضگی

پیش لفظ

یہ کتاب جو آپ کے پیش نظر ہے اس کے لکھنے کا سبب صرف مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت وعقیدت، آپ کے فضائل وکمالات کولوگوں تک پہنچانا، مسلمانوں کے شکوک وشبہات کو دور کرنا اور آپ کی ولایت وحکومت کو احادیث اہل سنت اور گذشتہ ادیان کی روشنی میں منطقی سوالوں کے ساتھ ثابت کرنا ہے۔

اگر غور وفکر کیا جائے تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح نظر آتی ہے اور مولائے کائنات کی ولایت وحکومت سب کو مستفیض کرتی ہے کیوں کہ آنجناب کا نور اہل زمین کے لئے عظیم نعمت ہے مگر افسوس کہ لوگ اس نعمت کو پہچان نہ سکے لہٰذا مسلمانوں کا اور خاص کر شیعوں کا فریضہ ہے کہ اسلام کے مقدسات کا دفاع کریں اور یہ فریضہ اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک کہ جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذات اقدس کو پہچانا نہ جائے اور آپ کی ذات گرامی کو پہچاننے کیلئے آپ کے فضائل ومناقب کو جاننا ضروری ہے لہٰذا اس کتاب میں ہماری یہی سعی وکوشش رہی ہے کہ اپنے ذہن قاصر اور کم بضعتی کے باوجود آنجناب کے فضائل وکمالات جمع کریں کہ شاید اس طرح خداوند عالم کا لطف وکرم ہمارے شامل حال ہو۔

اگرچہ آنجناب کے بے شمار فضائل ومناقب ہیں کیوں کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جو پیغمبر اسلامؐ پر سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا ورسول کے سب سے زیادہ محبوب قرار پائے آپ

اور مہاجرین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرح کسی نے بھی پیغمبر اسلامؐ سے دفاع نہیں کیا، آپ شب ہجرت بستر رسالت پر سوئے اور کبھی کسی جنگ سے فرار نہیں کیا بلکہ سرزمین عرب کے بڑے بڑے نامور بہادروں کو شکست دی جیسا کہ عمرو بن عبدود کو ہلاک کیا اور آپ جہاد میں سب سے زیادہ کوشاں رہتے تھے، آپ دین میں اعلم وقت اور عالمین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ زہراؑ کے شوہر تھے، آپ پیغمبر اسلامؐ کے چچا زاد بھائی اور مباہلہ میں نفس رسول تھے، آپ بنی ہاشم میں تنہا شخص تھے کہ جو شوریٰ میں داخل تھے، اگر اصحاب پیغمبرؐ دفاع قدرت و طاقت رکھتے تو ضرور آپ سے دفاع کرتے جیسا کہ جناب عباس سے دفاع کیا، آپ ہی کی شان میں آیہ ''وَ يُطْعِمُونَ الطَّعامَ عَلى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَ يَتِيماً وَ أَسِيراً''[1] نازل ہوئی آپ بہت سی آیتوں کے مصداق اور شاہد تھے اور آپ ہی کی شان اقدس میں بہت سی متواتر روایات موجود ہیں۔ آپ علم غیب کے جاننے والے اور اسرار پیغمبرؐ کا خزانہ تھے، آپ ہی خدا کی حدود کے حافظ و نگہبان تھے، خندق میں آپ کی ضربت جن و انس کی عبادت سے افضل و برتر قرار پائی، آپ ہی بتوں کو توڑنے والے اور دوش پیغمبرؐ کے سوار تھے، آپ سورۂ برأت کو لے جانے والے اور مولود کعبہ تھے، آپ ہی قرآن کے لکھنے والے اور محراب کے شہید تھے۔ آپ ہی معراج میں پیغمبرؐ کے رفیق و دوست، عقد اخوت میں پیغمبر اسلامؐ کے بھائی، ہارون کے مثل جانشین اور صاحب ذوالفقار تھے آپ ہی فاتح خیبر اور علم پیغمبرؐ کا دروازہ تھے، آپ ہی قرآن کے ساتھ اور قرآن آپ کے ساتھ تھا، آپ ہی کو یہ فخر حاصل تھا کہ آپ کا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رہا، آپ ہی سلونی کے دعوے دار اور صلب پیغمبرؐ تھے (کیونکہ ذریت پیغمبرؐ آپ ہی کے صلب میں تھی) آپ صدیقین (مومن آل یاسین، حبیب بن موسیٰ نجار، مومن آل فرعون) سے افضل و برتر تھے، آپ ہی اوصیا کے سید و سردار اور علم بلایا و علم منایا کے عالم تھے، آپ یعسوب المومنین، قائد الغر المحجلین اور امام المتقین تھے، لہٰذا یہ بات نہایت قابل افسوس ہوگی کہ ہم آپ جیسے امام مبین سے غافل رہیں۔

---

[1] سورہ نساء، آیت ۸۔

حقیقی راہبر

خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں جناب ابن عباس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

رسول خدا نے فرمایا: قیامت میں کوئی مرکب پر سوار نہیں آئے گا سوائے ہم چار افراد کے، آنحضرتؐ کے چچا جناب عباس نے پوچھا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ چار افراد کون ہیں؟

آنحضرت نے فرمایا: ان میں پہلا میں ہوں جو ایک براق پر سوار ہوں گا جس کا منہ آدمی کی طرح ہوگا۔ براق کی صفات وخصوصیات کے بعد۔ جناب عباس نے کہا: اے رسول خدا! اور کون ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے بھائی صالح پیغمبرؑ جو ناقہ صالح پر سوار ہوں گے۔

جناب عباس نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور کون ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے چچا جناب حمزہ کہ جو شیر خدا اور شیر رسول خدا اور سید الشہداء ہیں اور وہ میرے ناقہ پر سوار ہو کر آئیں گے۔

جناب عباس نے پوچھا: اور کون ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے بھائی علی علیہ السلام ہیں کہ جو بہشتی ناقہ پر سوار ہوں گے کہ جس کی مہار لولؤ رطب کی ہے اور اس پر سرخ یاقوت کا محمل ہوگا، آنحضرتؐ نے اس ناقہ (اونٹ) کے صفات وخصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس وقت مخلوق خدا کہے گی: یہ شخص کوئی پیغمبر یا مقرب فرشتہ ہے، بالائے عرش سے ندا آئے گی: نہ وہ کوئی پیغمبر ہے اور نہ مقرب فرشتہ ہے اور نہ ہی حامل عرش الٰہی ہے بلکہ "ھذا علی بن ابی طالب وصی رسول رب العالمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین"[1] یہ علی بن ابی طالب، وصی (جانشین) رسول رب العالمین، امام المتقین اور صاحبان ایمان۔ قیامت کے دن جن کی پیشانیوں سے نور ساطع ہوگا ان سب۔ کے قائد و پیشوا ہیں۔

اس حدیث میں تین اہم اور بنیادی چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ا۔حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کے وصی ہیں لہٰذا دوسرے لوگ (ابوبکر وعمر وعثمان) پیغمبر اسلام کے وصی (جانشین) بننے کا حق نہیں رکھتے۔

۲۔صاحبان تقویٰ کے امام و پیشوا حضرت علی علیہ السلام ہیں لہٰذا دوسرے لوگ منصب امامت وخلافت کا حق نہیں رکھتے۔

۳۔حضرت علی علیہ السلام صاحبان ایمان (کہ جو قیامت میں سرخ رونظر آئیں گے ان) کے قائد وراہبر ہیں، یہ عظمت وفضیلت پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے بیان فرمائی اور اگر امام کے لغوی معنی مراد لیں تو لغوی معنی کو اصطلاحی معنی کی طرف پلٹا دیا جائے گا۔یعنی ''معصوم اور مفترض الطاعۃ''

نتیجہ میں یہی کہیں گے کہ حضرت علی علیہ السلام عام وخاص دونوں معنیٰ میں امام ہیں نہ کہ صرف دنیا میں بلکہ آپ آخرت میں بھی امام ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے قائد ہونے کا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جو خود اہل سنت کے درمیان بھی پایا جاتا ہے اور اس کی بہترین دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث خود بغدادی نے تاریخ بغدادی میں نقل کی ہے لہٰذا ہم نے اس کتاب کو حضرت علی علیہ السلام کے منصب سے زینت دی جو کہ عامہ (اہل سنت) اور خاصہ (شیعہ) دونوں کے درمیان مشہور ہے اور اس منصب کی نسبت کسی کی طرف بغیر دلیل کے نہ دی جائے اور آنجنابؑ کے حقوق سے دفاع کیا جائے۔

دوسری بات

ا۔ایک اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں سعی وکوشش کی گئی ہے کہ اگر کوئی استدلال پیش کیا جائے یا کوئی فضیلت بیان کی جائے تو وہ صرف شیعوں سے مخصوص نہ ہو بلکہ اہل سنت حضرات کے نظریہ

علما سے ہے اور ان کی سعی و کوشش سے استفادہ کیا ہے کہ انشاء ا...خداوند عالم ولایت و امامت کے حامیوں کو قرآن و عترت کے نور سے مستفیض اور حصہ دار قرار دے، یہ مذہب جعفری بطور امانت ہمیں آسانی سے نہیں ملا بلکہ یہ دین کا درخت علما کے خون کی سینچائی، فقہا کی مصیبت و شکنجہ آرائی، شعراء کی محرومیت، محدثین کی مظلومیت، زحمت و مشقت اور خطیبوں و واعظوں کے موعظۂ حسنہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، اب ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر صف ولایت کو متصل اور طولانی قرار دیں تا کہ کوئی نامحرم و دشمن اس پاک و مقدس حرم میں قدم نہ رکھ سکے اور ہم اس محبت ولایت کے قلعہ کے حصار کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیں تا کہ کوئی ولایت کے اس نورانی قلعہ کو ضرر و نقصان نہ پہنچا سکے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ ہم نے اختصار اور سطح عمومی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے لہٰذا اگر کسی طرح کی کوئی کوتاہی اور کمی و بیشی نظر آئے تو اسے برطرف کرنے میں ہماری مدد فرمائیں کہ انشاء ا...کل قیامت میں ہم سب ولایت و امامت کے پرچم تلے ہوں گے۔

فضائل ۲۲/

سوال ۱۔ حضرت امام حسن علیہ السلام پیغمبر اسلامؐ کی قبر مطہر کے پہلو میں دفن کیوں نہیں ہوئے؟

عجیب بات ہے کہ جناب عائشہ خود کو پیغمبر اسلامؐ کے حجرہ کی مالکن سمجھتی تھیں لہٰذا جب حضرت امام حسنؑ کے جنازہ کو پیغمبر اسلامؐ کے حجرہ میں دفن کرنا چاہا تو جناب عائشہ نے کہا: یہ میرا گھر ہے اس میں کسی کو بھی دفن کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔

ابو الفرج اصفہانی کتاب ''مقاتل الطالبین'' میں رقمطراز ہیں: جب حضرت امام حسنؑ کے جنازہ کو دفن کرنا چاہتے تھے تو جناب عائشہ خچر پر سوار ہوئیں اور بنی امیہ و بنی مروان سے مدد کی درخواست کی، اس سلسلہ میں شاعر کہتا ہے: ''فیوماً علیٰ بغل و یوماً علیٰ جمل''[۱] یعنی ایک دن خچر پر سوار تھیں اور ایک دن اونٹ پر۔

یعقوبی اپنی کتاب ''تاریخ یعقوبی'' میں رقم کرتے ہیں: جناب عائشہ کالے و سفید خچر پر سوار ہوئیں اور آپ نے کہا: یہ میرا گھر ہے، میں اس میں کسی کو بھی دفن ہونے کی اجازت نہیں دوں گی، تو قاسم بن محمد بن ابوبکر نے کہا: اے پھوپھی جان! ابھی تو ہم نے وہ سر بھی نہیں دھوئے جو جنگ جمل میں خون سے رنگین ہوئے کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ لوگ کہیں کہ لو جنگ جمل کے بعد اب جنگ قاطر (خچر جنگ) کے دن آ گئے۔

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص ۱۲۲، مقاتل، ص ۳۰، ابو الفرج اصفہانی، ابن ابی الحدید، ج ۴، ۱۸۔

اسی بنا پر ایک شاعر صقر بصری جناب عائشہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

''و یوم الحسن الهادی علی بغلك اسرعت''

امت کے ہادی حضرت حسنؑ کے دفن کے دن بہت جلد خچر پر سوار ہو کر آ گئیں۔

''و ما نست و مانعت و خاصمت و قاتلت''

''غرور و تکبر اور دشمنی و عداوت اور جنگ کی نیت کے ساتھ''

''و فی بیت رسول الله بالظلم تحکمت''

اور رسول خداؐ کے بیت الشرف میں ظالمانہ حکم دیا۔

''هل الزوجة اولیٰ بالمواریث من البنت''

''کیا زوجہ میراث لینے میں بیٹی پر اولویت رکھتی ہے''

(اگر میراث لی گئی تھی تو پھر بیٹی کو باپ کی میراث کیوں نہیں دی گئی)

''لك التسع من الثمن و بالکل تحکمت''

''آپ کا حصہ تو آٹھویں میں سے نواں (یعنی ۷۲ میں سے ایک) ہے، لیکن آپ نے سارے میں حکم و تصرف کیا''

''تجملت تبغلت و لو عشت تفیلت''

ایک دن اونٹ پر سوار ہو کر بصرہ پہنچ گئیں اور ایک دن خچر پر سوار ہو گئیں اگر آپ کچھ دن اور حیات رہ جاتیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہوتیں۔

اس وقت کچھ مسلمانوں نے نہایت تعجب اور شرم آور کام یہ انجام دیا کہ حکم قرآن کو چھوڑ کر پیغمبر اسلامؐ کے حجرے پر ہجوم کیا، چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم﴾ یعنی خبردار پیغمبر کے گھر میں بغیر اجازت

داخل مت ہونا۔[1]

سوال ۲ ۔آیہ کریمہ:''و هو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صهراً''[2] حضرت علی علیہ السلام کے حسب ونسب کو پہچنواتی ہے البتہ دوسروں کا حسب ونسب کیا ہے؟

ابان سالم سے، سلمان، ابوذر اور مقداد سے اس طرح نقل کرتے ہیں: چند منافقین نے ایک جگہ جمع ہو کر کہا: محمدؐ ہمیں جنت اور اس میں ان نعمتوں کی جو خداوند عالم نے اپنے اولیاء اور مطیع وفرمان بردار بندوں کو دی ہیں اور جہنم کی نیز اس میں ذلت ورسوائی کی جس کا دشمن اور گنہگار افراد کو سامنا کرنا پڑے گا خبر دیتے ہیں۔

آخر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیں ماں، باپ اور جنت یا جہنم میں ہماری جگہ سے اور ان کاموں سے جو دینا اور آخرت میں ہونے والے ہیں خبر دیں، یہ بات پیغمبر اسلام تک پہنچی، آنحضرت نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ندا دیں، لوگ مسجد میں جمع ہوگئے اس طرح کہ قدم رکھنے کی جگہ بھی نہیں رہی، آنحضرتؐ ناراضگی کی حالت میں منبر پر تشریف لے گئے اور خداوند عالم کی حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں آپ ہی کی طرح ہوں لیکن خداوند عالم نے مجھ پر وحی نازل فرمائی اور مجھے اپنا رسول قرار دیا اور پیغمبری کے لئے منتخب فرمایا اور مجھے تمام اولاد آدم علیہ السلام پر فضیلت وبرتری بخشی اور اپنے ارادوں سے مجھے مطلع فرمایا، جو چاہتے ہو مجھ سے پوچھو، اس خدائے علیم کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی مجھ سے ماں، باپ یا جنت وجہنم میں اپنی جگہ کے بارے میں سوال کرے گا میں اسے خبر دوں گا۔ یہ میرے بائیں طرف جناب جبرئیل ہیں جو میرے پروردگار کی طرف سے مجھے خبر دیتے ہیں، مجھ سے پوچھو؟

اس وقت خداو رسول کو دوست رکھنے والے ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا:

---

[1] سورۂ احزاب/۵۳۔ از کتاب طرائف ص۴۲۶۔

[2] سورہ فرقان، آیت ۵۵۔

اے رسول خداؐ! بیان فرمائیں کہ میں کون ہوں؟

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: تم عبداللہ بن جعفر ہو اور آپ نے اس کے نسب کو اس جد تک شمار کیا کہ وہ جس کے ذریعہ مشہور تھا، یہ سن کر وہ خوش ہو کر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد ایک منافق نے اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر سوال کیا:

اے رسول خداؐ! میں کون ہوں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم فلاں بن فلاں چوپان بنی عصمہ ہو اور وہ بدترین قبیلہ ثقیف ہیں کہ جنہوں نے خداوند عالم کی معصیت و نافرمانی کی اور خداوند عالم نے انہیں ذلیل وخوار کیا وہ شرمندہ و رسوا ہو کر بیٹھ گیا، اس سے پہلے لوگ اس کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ یہ اشراف قریش نیز ان کے بزرگوں میں سے ہیں۔

پھر ایک تیسرے شخص نے جس کے دل میں نفاق تھا کھڑے ہو کر پوچھا:

اے رسول خداؐ! میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس موجودہ حالت کے مطابق جہنم میں جاؤ گے۔

عمر بن خطاب نے کھڑے ہو کر عرض کیا: میں خداوند عالم کی خدائی، دین اسلام اور آپ کی پیغمبری سے راضی وخوش ہوں اور خدا اور رسولؐ کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں، اے رسول خدا! آپ ہم سے درگزر فرمایئے تاکہ خداوند عالم آپ سے درگزر فرمائے اور ہماری برائیوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالئے کہ خداوند عالم آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا: اے عمر! اس وقت اس موضوع کے علاوہ مجھ سے بات کرو یا اس کے علاوہ مجھ سے سوال کرو۔

عمر بن خطاب نے کہا: آپ کی امت کی بخشش چاہتا ہوں۔

پیغمبر اور علیؑ کا حسب ونسب اور خلقت

اس کے بعد حضرت علیؑ نے کھڑے ہوکر عرض کیا: اے رسول خدا! میں کون ہوں، آپ میرا حسب ... فرمائیں تاکہ لوگ جان لیں کہ میرے اور آپ کے درمیان کیا رشتہ ہے۔

آنحضرت نے فرمایا: اے علی! میں اور تم نور کے دو ستون سے ہیں کہ عرش الٰہی کے نیچے خدا کی تسبیح وتقدیس میں مشغول تھے ہم مخلوقات کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے پیدا ہوئے، ان دونورانی ستون سے دو سفید نطفے صلب پدر اور رحم مادر میں منتقل ہوئے، اس کے دونوں نور عظیم المرتبت صلب اور پاک و پاکیزہ رحم میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ نصف نور جناب عبد اللہ اور نصف نور جناب ابو طالب میں منتقل ہوگیا، ایک حصہ میں ہوں اور ایک حصہ آپ ہیں اور یہ وہی بات ہے جو خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمائی ہے: "و ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صھراً [1] وہی ہے جو انسان کو پانی سے پیدا کرتا ہے اور اس کے لئے رشتہ اور حسب ونسب قرار دیتا ہے۔ اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے" [2]

کتنا فرق ہے حضرت علی علیہ السلام کے حسب ونسب اور غاصبین خلافت کے حسب ونسب میں اور اس کی بہترین دلیل قرآن مجید کی آیت ہے۔

البتہ پوری حدیث کتاب بحار الانوار ص ۱۴۷ پر ذکر ہے، دوسری حدیث کہ جس میں پیغمبر اور آپ کے اہل بیتؑ کے نور کا نبیوں کے صلب میں ہونا بیان ہوا ہے کتاب غیبت نعمانی ص ۵۲ اور کتاب فضائل ابن شاذان ص ۱۳۴ پر مذکور ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میں اور میرے اہل بیتؑ خلقت جناب آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ الٰہی میں نور (کی شکل میں) تھے، جب وہ نور تسبیح کرتا تھا (اسے دیکھ کر) ملائکہ تسبیح کرتے تھے، جب خداوند عالم نے جناب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کے

صلب میں اس نور کو قرار دیا، اس طرح یہ نور صلب جناب آدم میں زمین پر آیا، اس کے بعد اس نور کو صلب جناب نوح میں کشتی میں حمل کیا۔ پھر صلب جناب ابراہیمؑ میں نار نمرودی کے حوالہ کیا، اسی طرح ہمیں عظیم اور پاک و پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل کیا...

سوال ۳۔ جناب ابوبکر کو رسول خداؐ کے بیت الشرف میں دفن کیوں کیا گیا نیز انہوں نے کیوں وصیت کی مجھے اس مقدس بیت الشرف میں دفن کیا جائے؟ کیا اس میں آپ کا کچھ حق تھا؟

اہل سنت حضرات معتقد ہیں کہ وفات تک قبر رسولؐ کی جگہ آنحضرتؐ کی ملکیت میں تھی۔

دوسرے یہ کہ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی حیات میں جناب عائشہ کی ملکیت میں منتقل ہوگئی تھی۔

جواب: اگر پہلی بات تسلیم کی جائے کہ آخری وقت تک قبر کی جگہ اور وہ حجرہ آنحضرتؐ کی ملکیت میں رہا اور پھر بعد میں آپ کی ملکیت سے نکل گیا تو اس میں دو حالتیں پائی جاتی ہیں:

الف: یا میراث میں دوسروں کی طرف منتقل ہوا۔

ب: یا پھر یہ کہ صدقہ تھا (جبکہ اہل سنت قائل ہیں کہ پیغمبر میراث نہیں چھوڑتے)۔

ا۔ پہلی حالت میں کہ اگر میراث تھی تو ابوبکر اور عمر کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ حجرہ پیغمبر میں اپنے دفن کئے جانے کا حکم دیں مگر یہ کہ وارثوں سے اجازت لیتے اور شیعہ سنی کسی بھی روایت میں نہیں ہے کہ جناب ابوبکر و جناب عمر نے وارثوں سے اجازت لی یا خریدا۔

۲۔ دوسری حالت میں کہ اگر صدقہ تھی تو ضروری تھا کہ یا مسلمانوں سے خریدتے یا اجازت، و رضایت لیتے اور اس سلسلہ میں بھی کوئی خبر موجود نہیں ہے،، دوسری صورت کی بنا پر یعنی اگر تسلیم کیا جائے کہ آنحضرتؐ کی حیات میں جناب عائشہ کی ملکیت میں منتقل ہو چکی تھی تو اس صورت میں ضروری ہے کہ جناب عائشہ سے دلیل و شاہد طلب کئے جائیں جیسا کہ حضرت فاطمہ زہراؐ سے طلب کئے گئے، لیکن

اپنی بیٹیوں کے مہر میں وہاں دفن ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آنحضرتؐ مہر ادا نہیں کرتے تھے اس وقت تک زوجہ آپ پر حلال نہیں ہوتی تھی لہٰذا جناب عائشہ و حفصہ کا مہر آپ پہلے ہی ادا کر چکے تھے ورنہ وہ حلال ہی نہیں ہوتیں، چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کے لئے خداوند عالم فرماتا ہے:

''انا احللنا لك ازواجك اللاتی اجورھن''[1]

اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری وہ بیویاں حلال کر دیں ہیں جنہیں تم ان کے مہر دے چکے ہو۔

مذکورہ بیان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب ابوبکر و جناب عمر غصبی جگہ دفن ہوئے۔ دوسرے یہ کہ بغیر اجازت حجرہ میں داخل ہوئے جبکہ خداوند عالم نے منع فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے کے بیت الشرف میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں، تیسرے یہ کہ خداوند عالم نے آپ کے پاس آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور مومن کی حرمت خاص کر آنحضرتؐ کی حرمت حیات اور بعد وفات ایک ہے، لیکن انہوں نے آنحضرتؐ کی قبر مطہر کے پہلو میں پھاوڑا زمین پر چلایا اور آوازیں بلند کیں اور رسول مقبولؐ کی ہتک حرمت کی۔

فضال بن حسن کا واقعہ

روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دن فضال بن حسن اس مجلس کے قریب سے گزرے جس میں ابوحنیفہ اپنے بہت سے شاگردوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، فضال بن حسن نے اپنے دوست سے کہا: خدا کی قسم جب تک ابوحنیفہ کو ذلیل و رسوا نہیں کروں گا اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا یہ کہہ کر ابو حنیفہ کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا: اے ابوحنیفہ! میرا ایک بھائی کہتا ہے کہ رسول خداؐ کے بعد سب سے افضل و برتر حضرت علی علیہ السلام ہیں اور میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ کے بعد سب سے افضل و برتر ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد عمر، آپ مجھے کوئی ایسی دلیل دیجئے کہ اس پر حجت تمام اور وہ قانع و لاجواب

---
[1] سورہ احزاب، آیت ۵۰

ہو جائے۔

ابوحنیفہ نے کچھ دیر سوچ کر کہا: ابوبکر و عمر کی کرامت و فضیلت کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہیں اور اس سے واضح و بہتر کوئی اور دلیل نہیں ہو سکتی۔

فضال نے کہا: میں نے یہ بات اپنے بھائی سے کہی تھی لیکن اس نے جواب دیا کہ اگر وہ جگہ رسول خداؐ کی تھی تو اس بارے میں انہوں نے بہت ظلم و ستم کیا کہ اس جگہ دفن ہونے کا حکم دیا جو ان کی ملکیت نہیں تھی۔

اگر وہ جگہ ان کی ملکیت تھی اور انہوں نے آنحضرت کو دے دی تھی تو بھی بہت برا کیا کیوں کہ اس طرح اس جگہ میں دفن ہونے کا حکم دیا جسے دے چکے تھے نیز اس طرح انہوں نے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا۔

ابوحنیفہ نے کچھ دیر سر جھکائے سوچ کر کہا: ابوبکر و عمر اپنی صاحبزادیوں کی مہر کے بدلے اس جگہ دفن ہوئے۔

فضال نے کہا: میں نے یہ بات بھی کہی تھی مگر اس پر انہوں نے کہا کہ: جب تک آنحضرتؐ مہر ادا نہیں کرتے تھے اس وقت تک آپ کی ازواج آپ پر حلال نہیں ہوتی تھیں کیوں کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

''انا احللنا لك ازواجك اللاتی اجورھن''[1]

ابوحنیفہ نے کہا: اس سے کہئے کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کی میراث کی بنا پر وہاں دفن ہوئے ہیں۔

فضال نے کہا: میں نے یہ بھی کہا تھا مگر اس پر میرے بھائی نے کہا کہ: جس وقت پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی تو آپ کے نو (۹) ازواج تھیں اور ان کا پورا حق میراث آٹھواں حصہ ہوتا ہے لہٰذا اس

کے بعد ایک بالشت بھی نہیں بچتا تو پھر کس طرح اتنے بڑے جنازہ کو اس مختصر سی زمین میں دفن کیا گیا، نیز انہوں نے جناب فاطمہ زہراؑ کو میراث نہیں دی اور کہا کہ آنحضرتؐ نے میراث نہیں چھوری تو پھر جناب عائشہ اور حفصہ کو میراث کس طرح مل گئی؟

بات جب یہاں تک پہنچی تو ابوحنیفہ نے کہا: انہیں باہر نکال دو یہ رافضی (علیؑ کا شیعہ) ہے، اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ [1]

سوال ۴۔ جناب ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہراؑ اور آپ کے گواہوں (حضرت علی اور جناب ام ایمن اور جناب اسما بنت عمیس) کے ساتھ جریر بن عبد اللہ اور جابر بن عبد اللہ کی طرح رفتار کیوں نہیں کیا؟

بات اس طرح ہے کہ جب جناب عمر نے ابوبکر سے کہا کہ فدک کے سلسلہ میں حضرت فاطمہ زہراؑ سے گواہ طلب کیجئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت علی علیہ السلام اور جناب ام ایمن و جناب اسما بنت عمیس کو گواہ کے طور پر پیش کر دیا اور ان حضرات نے گواہی دی کہ فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کی ملکیت ہے۔

عمر نے کہا: حضرت فاطمہ زہراؑ ایک عورت اور حضرت علی علیہ السلام ان کے شوہر ہیں اور اس قضیہ میں صاحب فائدہ ہیں لہٰذا ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور فدک کا قضیہ دو عورتوں (جناب ام ایمن و جناب اسما بنت عمیس) کی گواہی سے ثابت نہیں ہوگا۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس بات کی قسم کھائی کہ ان دونوں نے جو گواہی دی ہے وہ حق، ابوبکر نے کہا: شاید آپ بھی حق پر ہوں مگر کوئی ایسا گواہ لائیے کہ جو صاحب فائدہ نہ ہو۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"اسما بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت میں سے ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا دو جنتی عورتیں بھی جھوٹی و باطل گواہی دے سکتی ہیں؟ (گویا ان کی گواہی

فدک کے سلسلہ میں بہترین دلیل تھی)، لیکن زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ بیمار ہوگئیں (غاصبین خلافت کی تکلیف اور حرکتوں کے نتیجہ میں) اسی وجہ سے آپ نے حضرت علیؑ سے وصیت کی کہ یہ دونوں مجھ پر نماز نہ پڑھیں۔

یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں:

پہلی بات یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام صاحب فائدہ تھے لہٰذا ان کی گواہی قبول نہیں تھی، تو حضرت فاطمہ زہراؑ کا قسم کھانا اور جناب اسماء و جناب ام ایمن کی گواہی خود ایک مرد کی گواہی کا حکم رکھتی ہے۔ لہٰذا اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ان دو گواہیوں کو قبول کیوں نہیں کیا گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس زہد و تقویٰ کے باوجود حضرت فاطمہ زہراؑ کے حق میں ناحق گواہی دے سکتے ہیں جب کہ خدا اور رسولؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے عظیم فضائل کی گواہی دی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت علیؑ نے اس تمام علم و فضل کے باوجود اس چیز کے بارے میں گواہی دی جس کے حکم سے آپ (معاذ ا...) جاہل تھے؟! یقیناً ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ خود اہل سنت حضرات کی کتابوں میں منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''اعلم امتی من بعدی علی بن ابی طالب'' ''میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت علی علیہ السلام ہیں''۔ [۱]

حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ خدا اور رسولؐ کی معرفت رکھتے تھے، ابن مسعود روایت بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ''یا علی انت تبین لامتی ما اختلفوا فیہ من بعدی'' ''اے علی! تم میرے بعد میری امت کے اختلافات کو بیان کروگے، لہٰذا حضرت علی علیہ السلام لوگوں میں اعلم وقت تھے اور آپ گواہی کے مسئلہ سے کسی بھی طرح ناواقف نہیں تھے۔

چوتھے کیا یہ کہنا جائز ہے کہ اس عصمت وطہارت کے باوجود کہ جس کی قرآن نے گواہی دی اوراس کے باوجود کہ آپ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں جیسا کہ خود علمائے اہل سنت نے روایات بیان کی ہیں، آپ نے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو آپ کا حق نہیں تھا اور مسلمانوں کے حق میں ظلم کیا نیز اسی بنا پر رنجیدہ خاطر ہوئیں اور قسم کھائی؟ بالیقین! حضرت فاطمہ زہراؑ اور آپ کے گواہوں کی طرف اس طرح کی غلط باتیں منسوب کرنا ایک طرح سے قرآن مجید پر طعن و بہتان ہے۔

پانچویں بات یہ کہ حضرت علی علیہ السلام اور جناب ابو بکر میں کس قدر فرق ہے، جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپ نے ایک شخص کے ذریعہ اعلان کرایا کہ پیغمبر اسلامؐ پر اگر کسی کا کوئی حق ہوتو وہ آکر لے لے، چنانچہ کچھ لوگ آئے اور جو کچھ بھی انہوں نے کہا آپ نے دلیل وگواہ مانگے بغیر دے دیا۔

اسی طرح ابو بکر کی طرف سے بھی اعلان ہوا کہ اگر کسی کا پیغمبر اسلامؐ پر کوئی حق ہے تو وہ آکر لے جائے، جریر بن عبد اللہ حاضر ہوئے اور انہوں کہا کہ پیغمبرؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا، چنانچہ ابو بکر نے گواہ طلب کئے بغیر ان کے ادعا کے مطابق انہیں دے دیا، اس کے بعد جابر بن عبد اللہ آئے، انہوں نے کہا: پیغمبر اسلامؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ بحرین کی درآمد میں سے کچھ مجھے دیں گے مگر جس وقت بحرین کی درآمد پہنچی تو آنحضرتؐ وفات فرما چکے تھے۔

ابو بکر نے اتنی ہی مقدار میں بغیر گواہ کے جابر کو دے دیا، مرحوم سید بن طاؤس کتاب ''طرائف''[۱] میں بیان کرتے ہیں کہ حمیدی نے اس روایت کو کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' کی نویں حدیث میں نقل کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ ابو بکر نے دیا تھا جب میں نے اسے شمار کیا تو پانچ سو تھے۔ [۲]

---

sabeelesakina@gmail.com

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ جناب ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہراؑ اور آپ کے گواہوں (حضرت علی علیہ السلام اور جناب اسماء و جناب ام ایمن) کے ساتھ جریر بن عبداللہ اور جابر بن عبداللہ کی طرح سلوک نہیں کیا؟ اور جس طرح ان کے ادعا کو بغیر گواہ و دلیل کے قبول کیا حضرت فاطمہ زہراؑ کے ادعا کو بغیر گواہ و دلیل کے قبول نہیں کیا، آخر کیوں؟

سوال ۵۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل کس طرح صحیح ہوسکتا ہے جب کہ بارہا انہوں نے پیغمبر اسلام کی مخالفت کی اور آخر کس دلیل کی بنا پر ان کا اتباع کریں؟

لوگوں کا جناب ابوبکر کی بیعت کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ جناب ابوبکر اپنے دعوی میں برحق تھے چوں کہ اصحاب نے پیغمبر اسلام تک کی مخالفت کی ہے، حضرت علی علیہ السلام و حضرت فاطمہ زہراؑ کی تو دوسری بات ہے، چنانچہ اصحاب نے قرآن مجید کی آیتوں کے مطابق چار جگہ مخالفت کی ہے:

۱۔ (خوف کی حالت میں) جس جماعت نے قرآن مجید کی نص کے باوجود پیغمبر اسلامؐ کی مخالفت کو جائز سمجھا تو بعد وفات پیغمبر اسلام اس کی کیا حالت ہوگی؟

”و یوم حنین اذا اعصبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا

و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین“[۱]

اور ذرا حنین کا دن بھی یاد کرو جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا مگر اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ زمین اپنی کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔

مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنگ حنین میں آنحضرتؐ کے ساتھ آٹھ (۸) افراد کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا: ۱۔ حضرت علی علیہ السلام ۲۔ جناب عباس ۳۔ جناب فضل بن عباس ۴۔ ربیعہ ۵۔ ابوسفیان ۶۔ حارث بن عبدالمطلب کے فرزند ۷۔ اسامہ بن زید ۸۔ عبیدہ بن ام ایمن یا ایمن بن ام ایمن۔

البتہ دوسرے لوگ رسول خداؐ کو چھوڑ کر فرار کر گئے یہ سورۂ توبہ کی پہلی آیت ہے جو اسراف ...

03333589401

اصحاب کی مذمت میں نازل ہوئی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ آرام وسکون کی حالت میں تجارت کی خاطر اصحاب نے پیغمبر اسلامؐ کی مخالت کی جیسا کہ یہ آیت شاہد ہے:

"و اذا رأوا تجارةً او لهواً انفضوا اليها و تركوك قائماًقل

ما عند الله خير من اللهو و من التجارة و الله خير الرازقين"

اور جب کوئی سودا بکتا دکھائی دیتا ہے یا کوئی تماشا نظر آجاتا ہے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ اس کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین روزی دینے والا ہے۔

مفسرین نے اس آیہ مذکورہ کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول گرامیؐ نماز جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ کسی نے خبر دی کہ ایک تجارتی قافلہ آیا ہے۔ یہ سنکر لوگ اطراف پیغمبر سے اٹھ کر قافلہ کی طرف دوڑ گئے اور آنحضرت کو تنہا چھوڑ دیا، حالانکہ اس قافلہ سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا تو اب آپ خود غور وفکر اور عدل وانصاف سے فیصلہ کریں کہ خلافت کے مسئلہ میں ان (اصحاب) کی کیا حالت رہی ہوگی کیوں کہ اس میں ریاست کی خواہش اور بہت بڑا فائدہ تھا؟

۳۔ صحابہ کی تیسری مخالفت آنحضرتؐ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا ہے چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"ولو كنت فظاً غليظاً القلب لا نفضو من حولك فاعف عنهم

و استغفر لهم و شاورهم فى الامر" [۲]

اے پیغمبر اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے قریب سے بھاگ جاتے لہٰذا آپ ان کے ساتھ درگزر ہی سے کام لیں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام میں ان سے مشورہ کرلیا

کریں۔

اگر اصحاب کی طرف سے بدسلوکی کا مظاہرہ نہ ہوتا تو ان کی مغفرت کے سلسلہ میں یہ آیت ''فاعف عنهم و استغفر لهم کہ ان کی لغزشوں سے درگزر اوران کے لئے استغفار کیجئے'' نازل نہ ہوتی۔

۴۔ چوتھی مخالفت اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

''یا ایها الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة ذلك خیر لکم''

اے ایمان لانے والو! اگر رسول کے ساتھ سرگوشی کیا کرو تو اس کام سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔[1]

چونکہ اس کام میں ان کا تھوڑا بہت مالی نقصان تھا لہٰذا انہوں نے اس پر عمل نہ کرکے مال دنیا کو ترجیح دی، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے دس مرتبہ مستحقین کو صدقہ دیا اور آنحضرت کی سرگوشی سے فیضیاب ہوئے چونکہ یہ بات اصحاب پیغمبرؐ کے لئے فضیحت و عار کا باعث قرار پائی اس لئے یہ آیہ نجوی خدا کی طرف سے منسوخ ہوگئی اور اس آیت کے منسوخ ہونے کے سلسلہ میں سورہ مجادلہ کی آیت نازل ہوئی:

''أ اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجویکم صدقات فاذا لم تفعلوا فتاب علیکم''

کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے بس جب تم نے ایسا نہیں کیا تو خدا نے تمہیں معاف کردیا۔[2]

---

[1] سورہ مجادلہ، آیت ۱۲۔

خلاصہ یہ کہ ان چار مقامات کے علاوہ بھی اصحاب نے پیغمبر اسلامؐ کی مخالفت کی اور حسن اخلاق و ادب سے پیش نہیں آئے۔

۱۔''جنگ ہوازن''میں مال غنیمت تقسیم کرنے کے سلسلہ میں جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مولفة القلوب''کے حصہ کو دوسروں کی نسبت کچھ زیادہ قبول فرمایا تو یہ بات ان پر ناگوار گزری اور انہوں نے باقاعدہ پیغمبر اسلامؐ سے بحث کی۔

۲۔دوسرے یہ کہ رسول خداؐ فتح مکہ کے بعد جب اہل مکہ کے ساتھ عفو و درگزر سے پیش پیش آئے اور آپ نے کعبہ کو پہلی حالت پر پلٹانا چاہا تو ایک گروہ نے شروع میں مخالفت کی اور پیغمبر اسلامؐ کے اس ارادہ کو غیر مناسب قرار دیا جو کہ نہایت تعجب کی بات ہے۔

پس صحابہ کی پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ان تمام مخالفتوں کے باوجود بھی کیا ان کی پیروی کی جاسکتی ہے باوجود اس کے کہ ان کے کردار و گفتار میں زمین و آسمان کا فرق تھا؟

دلائل اہل سنت

عمر نے کہا: ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

۲۔لشکر اسامہ سے مخالفت کر کے سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور پیغمبر اسلام نے فرمایا:''لعن الله من تخلف من جیش اسمه''[1]

۳۔عامہ کا نص پیغمبر سے مخالفت کرنا، من جملہ یہ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے بعد حضرت علیؑ کو خلیفہ کی حیثیت سے پہچنوایا اور سب نے قبول کیا اور بیعت کی لیکن بعد میں مخالفت کی۔

۴۔چوتھے یہ کہ جناب عمر دوسروں سے زیادہ علم نہیں رکھتے تھے، چنانچہ حکم کلالہ اور احکام تیمم کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے، چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری نے

ہے نیز اس کے علاوہ جناب عمر اور بہت سے احکام نہیں جانتے تھے، من جملہ یہ کہ نماز عیدین میں کیا پڑھا جاتا ہے چنانچہ جناب عمر سے سوال کیا گیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عیدین میں کون سا سورہ پڑھتے تھے تو جواب میں آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا، جیسا کہ سنن بیہقی کی عبارت سے واضح ہے نیز جب نماز میں شک کا مسئلہ پیش آیا تو آپ نے اس کے بارے میں بھی لاعلمی کا اظہار کیا اور اپنے غلام سے سوال کیا تو اس پر غلام نے بے حد تعجب کیا کہ خلیفہ مسلمین بھی حکم نہیں جانتے، چنانچہ اس بارے میں ایک روایت امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب ''مسند'' میں بیان کی ہے۔[1]

۵۔ بہت سی حدیثیں گواہ ہیں کہ عمر نے صحابہ کو پیغمبر کی حدیث لکھنے سے منع کیا اور یہ سلسلہ ابوبکر کے زمانہ سے شروع ہوا اور دس سال سے زیادہ تک جاری رہا اور جناب عمر نے بہت سی جمع شدہ احادیث نظر آتش کیں اور بہت سے بزرگوں کو احادیث نقل کرنے کے جرم میں قید کیا (مراجعہ کریں کتاب'' فاسئلوا اهل الذکر '' کی طرف وہاں حوالہ مذکور ہیں۔)[2]

سوال ۶۔ قریش کے بزرگوں (ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ، طلحہ زبیر) نے عبداللہ بن عمر کو پیغمبر کی احادیث لکھنے سے منع کیوں کیا، حالانکہ خود پیغمبر اسلام نے عبداللہ بن عمر کو حدیث لکھنے کا حکم دیا تھا؟ قریش نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ پیغمبر کیوں کہ بشر ہیں، کبھی غصہ اور کبھی خوشی کی حالت میں بولتے ہیں لہذا ان کا کلام نہ لکھا کرو، جبکہ پیغمبر اسلام نے خود فرمایا: لکھئے اور آپ نے اسے لکھنے سے کبھی منع نہیں کیا، تیسرے یہ کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:'' وما ینطق عن الهوٰ ان هو الا وحی یوحیٰ یعنی یہ پیغمبر وحی الٰہی کے مطابق بولتا ہے''، قریش سے مراد بزرگان قریش ہیں یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن، بن عوف، ابوعبیدہ، طلحہ اور زبیر، لہذا خود آنحضرت کی حیات میں حدیث لکھنے سے روکنا خود ایک عظیم جسارت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو خود

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴، ص ۱۹۰۔

اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہے مثلاً مسدرک الحاکم ۱؎، سنن ابی داوود ۲؎، سنن دارمی ۳؎، مسند احمد بن حنبل ۴؎ میں یہ حدیث منقول ہے، جس کی عبارت اس طرح ہے:

''قال عبد الله بن عمر : كنت اكتب كل شئی اسمعه رسول الله ﷺ فنهتنی قريش و قالو : تكتب كل شئی سمعته من رسول الله ﷺ و هو بشر يتكلم فی الغضب و الرضا ، قال عبد الله فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك لرسول الله ﷺ فاوما الىٰ فيه و قال : اكتب فوالذی نفسی بيده ما خرج الا الحق'' ۵؎

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: میں حضرت رسول خدا ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے لکھ لیتا تھا تو مجھے قریش نے منع کیا اور کہا: تم رسول خدا سے جو کچھ سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ وہ بشر ہیں کبھی غصہ کی حالت میں بولتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں؟ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے لکھنا بند کر دیا اور یہ بات رسول خدا سے بیان کی، آپ نے منھ کی طرف ہاتھ کر کے فرمایا: تم لکھو، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو میرے منھ سے نکلتا ہے وہ حق ہے''

شیعہ اہل سنت کی نظر میں

''يكتبون بان الشيعه هی فرقة من تاسيس عبدالله بن سبا

۱؎ مسدرک الحاکم، ج ۱، ص ۱۰۵

۲؎ سنن ابی داوود، ج ۱، ص ۱۲۶

۳؎ سنن دارمی ج ۱، ص ۱۲۵

۴؎ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۶۲

و مره يكتبون بانهم من اصل المجوس...

لکھتے ہیں کہ شیعہ فرقہ عبداللہ بن سبا (اس نام سے مراد عمار بن یاسر ہیں، جنہیں ابن سودا بھی کہتے ہیں ؒ) کی ایجاد ہے اور کبھی لکھتے ہیں کہ شیعہ فرقہ مجوسیوں سے نکلا ہے اور یہ رافضی ہیں اور یہ اسلام کے لئے یہودیوں اور نصاریٰ سے زیادہ خطرناک ہیں اور کبھی لکھتے ہیں کہ یہ منافق ہیں اس لئے کہ تقیہ پر عمل کرتے ہیں اور محرم کے ساتھ نکاح مباح جانتے ہیں اور متعہ حلال قرار دیتے ہیں جو کہ زنا ہے اور لکھتے ہیں کہ ان کا قرآن ہمارے قرآن کے علاوہ ہے اور یہ علی اور ان کی اولاد سے ائمہ کی عبادت کرتے ہیں اور محمد و جبرئیل سے غصہ ونفرت کرتے ہیں...!

یہ تمام باتیں جو شیعوں کی طرف منسوب کی گئی ہیں یہ سراسر جھوٹ بہتان اور شیعیت سے بغض وحسد اور لاعلمی کی دلیل ہے۔

سوال ۷ ۔ وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نص پیغمبر کے خلاف بنی ہاشم کے علاوہ کوئی مسند خلافت پر کیوں آیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علم غیب نہ رکھنے کی نسبت کیوں دی گئی؟

علمائے اہل سنت من جملہ بخاری اور مسلم نے مشہور حدیث اپنی اپنی کتاب میں نقل کی ہے کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا: ''الائمة من بعدی اثنا عشر كلهم من قريش یعنی میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب قریش سے ہیں'' نیز بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ: ''كلهم من بنی هاشم یعنی سب بنی ہاشم سے ہیں'' ہمارا سوال یہ کہ بعد وفات پیغمبر جناب ابوبکر وعمر وعثمان کی اقتداو پیروی کیوں کی گئی؟ ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ پیغمبر کو علم غیب نہیں تھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا: ''عالم الغيب فلا يظهر غيبه احداً الا من ارتضىٰ من رسول'' اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے علامہ تیجانی کی کتاب ''شیعہ ھم اھل السنۃ'' کی طرف مراجعہ فرمائیں

شیعہ ھم اھل السنۃ [illegible]

سوال ۸ ۔اہل سنت حضرات فروع اور اصول دین میں صحابہ وتابعین کے علاوہ دوسروں کی طرف مراجعہ کیوں کرتے ہیں؟ نیز اپنے قول کے برخلاف عمل کیوں کرتے ہیں؟

اہل سنت سے سوال ہے کہ یہ حضرات فروع اور اصول دین میں ایسے افراد کا اتباع کیوں کرتے ہیں کہ جو نہ صحابہ ہیں اور تابعین، نہ انہوں نے پیغمبر اسلام کو دیکھا ہے اور نہ پیغمبر اسلام نے انہیں دیکھا ہے، حالانکہ حضرت علیؑ کی ایک ایسی شخصیت ہے کہ پیغمبر اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا:''انا مدینة العلم و علی بابها ،میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں'' نیز آپ نے فرمایا: و حسن و حسین سید ا شباب اهل الجنة، حسن وحسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ائمہ طاہرین بھی عترت نبی ہے،ان سب باتوں کے باوجود عظیم خاندان اہل اطہار کو چھوڑ کر ابوحنیفہ و مالک وشافعی واحمد کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟ اور اصول میں ابی الحسن بن اسمائیل اشعری کی اتباع کیوں کرتے ہیں کہ جس کی پیدائش ۲۷۶ھ ق اور وفات ۳۳۵ھ ق میں ہوئی اور کمال کی بات یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے بزرگ ابوحنیفہ ہیں کہ جن کی پیدائش ۸۰ھ ق اور وفات ۱۵۰ھ ق میں ہوئی اور عمر کے لحاظ سے ان میں سب سے چھوٹے احمد بن حنبل ہیں کہ جن کی پیدائش ۱۶۵ھ ق اور وفات ۲۴۱ میں ہوئی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کا حکم نہیں فرمایا جب کہ حضرت علیؑ کی خلافت کے بارے میں صریح طور پر نص موجود ہے نیز اسی طرح دیگر ائمہ کے سلسلہ میں نص موجود ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''الائمة من بعدی اثنا عشر کلهم من قریش یعنی میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہیں'' اور بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ سب بنی ہاشم سے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ اموین اور عباسین کے حکام ہی مذاہب اربعہ کو وجود میں لائے ہیں۔[1]

سوال ۹ ۔اہل سنت سے سوال ہے کہ جب خداوند عالم قرآن مجید کے سورہ مائدہ کی چھٹی آیت میں وضو کے سلسلہ میں فرماتا ہے: ''وامسحوا برئوسکم و ارجلکم الی الکعبین ''تو پھر وضو کرتے وقت سر کا مسح اور پیروں کو کیوں دھوتے ہو؟

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرتے وقت سر اور دونوں پاؤں کا مسح کیا جائے اور بات بالکل واضح ہے کہ مسح کا حکم سر اور پاؤں دونوں کے لئے ہے، حالانکہ اہل سنت حضرات وضو میں سر کا مسح اور پاؤں دھوتے ہیں اور اگر لغت کے حساب سے ''ارجلکم ''فتح کے ساتھ اور ''رجلکم ''کسرے کے ساتھ پڑھیں تب کوئی فرق نہیں ہے اور مسح واجب ہے نہ یہ کہ آپ کہیں کہ ''ارجلکم ''فتح کے ساتھ پڑھیں تو غسل اور اگر ''ارجلکم ''کسرے کے ساتھ پڑھیں تو مسح مراد ہے، نیز ادبی لحاظ سے بھی کوئی فرق نہیں ہے، خواہ کسرے کے ساتھ پڑھیں یا فتح کے ساتھ، خلاصہ یہ کہ آیت میں مسح بیان ہوا ہے غسل نہیں۔

سوال ۱۰ ۔اگر اہل سنت کے مطابق کسی صحابی کی توہین نہیں کرنا چاہئے تو کیا حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ (اور حضرت علیؑ) عادل صحابی نہیں تھے؟ پس معاویہ نے جو حضرت امام حسن کو زہر دغا سے شہید کیا اور یزید نے حضرت امام حسین کو شہید کیا، ان کا حکم کیا ہے؟ (صحابی سے وہ شخص مراد ہے کہ جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ حیات درک کیا ہو)

حضرت علیؑ کے دونوں فرزند عادل صحابی ہیں پس چونکہ صحابہ میں سے ہیں لہذا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کی توہین کرے یا ان پر لعن وطعن اور سب وشتم کرے اور اگر کوئی شخص ایسا کام کرے تو وہ زندیق (وکافر) ہے، پس نتیجہ یہ کہ نہ اس کے ساتھ کھانا، کھانا جائز ہے اور نہ ہی اس کے برتن سے پانی پینا جائز ہے اور نہ اس کے جنازہ پر نماز پڑھنا جائز ہے پس اب آپ خود اس شخص کے بارے میں فیصلہ فرمائیں کہ جس نے حضرت حسن بن علیؑ کو زہر دغا سے شہید کیا، جب کہ وہ صحابی پیغمبر تھے نیز آپ

نے آنجنابؑ اور آپ کے خاندان والوں پر پانی تک حرام کر دیا جب کہ وہ پانی جانوروں کے لئے بھی حلال تھا۔[1]

سوال ۱۱۔ حضرت علیؑ جیسی عظیم شخصیت کو کہ جو فرشتوں کے استاد اور جن کا مکتب آسمان میں تھا چھوڑ کر ابوبکر کو کہ جن کی دکان بازاروں میں لگتی تھی اور ان کے شاگرد مشرکین میں سے دس، پندرہ تھے، خلیفہ رسول مقرر کیوں کیا؟ کیا اسے عقل سلیم قبول کرتی ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ معلم کل تھے لہذا خلافت کے لئے دوسروں کی نسبت اولویت رکھتے تھے اور حضرت علیؑ کے معلم ہونے پر ہمارے پاس دلیل ہے اگر چہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ اور جناب ابوبکر دونوں خلیفہ معلم تھے، چنانچہ اگر ایسا ہے تو پھر حضرت علیؑ کو خلافت کے لئے اولیٰ کیوں نہیں سمجھا اور حضرت علیؑ کے معلم ہونے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو ابن عباس سے منقول ہے کہ:

''کنا جلوساً عندرسول الله ﷺ فاقبل علی بن ابی طالب فقال النبی مرحبا بمن خلق قبل ابیه باربعین الف عام فقلنا یا رسول الله اکان الابن قبل الاب ؟فقال:نعم،ان الله خلقنی وعلیاًنوراً واحداً قبل آدم بهذه المدة ثم قسمه نصفین ثم خلق الاشیاء من نوری و نور علی ثم جعلنا علیٰ یمین العرش ثم خلق الملائکة و کبرنافکبرروا کل شئی سبح الله و کبر فان ذلك من تعلیمی و تعلیم علی''

ہم رسول خدا کے محضر اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؑ تشریف لائے، آنحضرت نے خوش ہو کر فرمایا: خوش آمدید، خدا نے آپ کو آپ کے والد سے چالیس ہزار سال پہلے خلق فرمایا پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہو سکتا ہے کہ بیٹا باپ سے پہلے پیدا ہو جائے؟ آنحضرت نے ﷺ

مسکرا کر کہا: خدا نے پوری مخلوق کو میرے اور علی کے نور سے پیدا کیا اور پھر ہمیں یمین عرش پر ایک مقدس جگہ قرار دیا، پھر فرشتوں کو پیدا کیا جب ہم نے خداوند عالم کی تسبیح وتقدیس کی تو فرشتوں نے بھی تسبیح وتقدیس کی اور جب ہم نے لا الہ الا اللہ کہا تو انہوں نے بھی کہا اور جب ہم نے خداوند عالم کی عظمت وکبریائی کو زبان پر جاری کیا تو فرشتوں نے بھی تکبیر کہی اور جو شئے بھی خداوند عالم کی تسبیح کرتی ہے وہ میری اور علی کی تعلیم سے ہے۔

کتاب مسند احمد بن حنبل میں مختصر اختلاف عبارت کے ساتھ اس طرح منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کنت انا و علی بن ابی طالب نوراً بین یدی الله من قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق الله تعالیٰ آدم ربك ذلك النور فی صلبه فلم یزل فی نور واحدافترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوة و فی علی الخلافة ۔ میں اور علی محضر الٰہی میں ایک نور تھے، جناب آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے خداوند عالم نے جناب آدم کو پیدا کیا تو ان کے صلب میں اس نور کو قرار دیا، یہ نور ایک جگہ رہا یہاں تک کہ صلب جناب عبد المطلب میں منتقل ہوا، پس مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت قرار پائی۔

اس روایت کو علامہ حلی نے کتاب ''نہج الحق'' اور ''کشف الصدق'' میں بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ حضرت علیؑ فرشتوں تک کے استاد تھے، آپ کے شاگرد فرشتہ اور جائے تعلیم آسمان تھی اور بے شک جناب ابوبکر اس مرتبہ سے کوسوں دور تھے۔!

سوال ۱۲۔ اگر معیار خلافت شورا اور اجماع مسلمین تھا تو پھر عمر کو مسلمانوں کے اجماع نے خلیفہ کیوں نہیں بنایا بلکہ وہ ابوبکر کی وصیت سے خلیفہ بنے؟

ہم اہل سنت حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کے عقیدہ کے مطابق مسلمانوں کے اجماع کو خلیفہ مقرر کرنا چاہئے تو پھر جناب عمر کو مسلمانوں کے اجماع نے خلیفہ مقرر کیوں نہیں کیا بلکہ وہ جناب

ابوبکر کی وصیت سے خلیفہ مقرر ہوئے؟

اگر شورا صحیح تھی تو پھر ابوبکر نے خلافت کے مسئلہ کو شورا کے سپرد کیوں نہیں کیا اور عمر کو بغیر شورا کے مسند خلافت پر کیوں بٹھایا؟

اگر شورا صحیح نہیں تھی تو پھر سقیفہ میں شورا کے ذریعہ ابوبکر خلیفہ مقرر کیوں ہوئے، اس کا صاف طلب ہے کہ شورا کے ذریعہ ابوبکر کا انتخاب بالکل غلط و باطل تھا، دوسری بات یہ کہ عمر نے خلیفہ کے انتخاب کو صرف چھ افراد کے سپرد ہی کیوں کیا اور مخالفت کرنے والوں کے قتل کو جائز کیوں سمجھا؟

سوال ۱۳۔ وفات پیغمبر کے وقت عمر وصیت لکھنے میں مانع کیوں ہوئے؟ اور آپ نے کیوں کہا کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے نیز آپ نے پیغمبر اسلام کی طرف ناسزا باتیں منسوب کیوں کیں؟ اور کیوں کہا کہ وصیت کی ضرورت نہیں ہے، اگر وصیت ضروری نہیں تھی تو پھر ابوبکر اور عمر نے خلیفہ کے سلسلہ میں وصیت کیوں کی؟

وفات پیغمبر کے وقت جب آنحضرت نے قلم و دوات کا مطالبہ کیا تا کہ کچھ تحریر فرمائیں تو عمر نے اہانت آمیز انداز میں کیوں کہا: وصیت کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے کتاب کافی ہے؟

۱۔ پہلی صورت اگر وصیت کی ضرورت نہیں تھی اور قرآن کافی تھا تو ابوبکر اور عمر کا وصیت کرنا خود ان کے قول کے خلاف تھا کیوں کہ ابوبکر نے وصیت کی کہ عمر خلیفہ ہوں، اس کا مطلب ہے کہ ابوبکر نے وصیت کے سلسلہ میں اشتباہ و غلطی کی، دوسرے خود عمر نے وصیت کیوں کی کہ چھ آدمیوں کی کمیٹی خلیفہ مقرر کرے اور جو بھی مخالفت کرے اسے قتل کر دیا جائے؟

۲۔ دوسری صورت یہ کہ اگر وصیت کی ضرورت تھی تو پھر عمر و ابوبکر نے پیغمبر اسلام کو وصیت کیوں نہیں کرنے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ناسزا باتیں کیوں کہیں؟

سوال ۱۴۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ معیار خلافت شورا اجماع مسلمین اور اکثریت کی رائے ہے تو عمر نے

جائے، یہ کیسا اجماع ہے اور کیسا احترام ہے اکثریت کی رائے کا؟

اگر اہل سنت حضرات اجماع کے قائل ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اجماع کے ذریعہ ہی ہونا چاہئے تو پھر سب لوگوں کو اس میں شرکت کرنا چاہئے تھی، عمر نے صرف چھ لوگوں کی کمیٹی کیوں بنائی اور دوسری بات یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ شورا میں اکثریت کی رائے معتبر اور قابل اجرا ہے تو عمر کے حکم سے مخالف افراد کی اقلیت کو قتل کرنے کا کیا مطلب ہے، یعنی یہ کہ خلیفہ کا انتخاب چھ افراد کریں گے اور جو بھی ان کی مخالفت کرے اسے قتل کر دیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اجماع تھا اور نہ ہی اکثریت کی آرا وافکار کا احترام۔

سوال ۱۵۔ کیا مفضول کو افضل پر مقدم کرنا نص قرآن کے خلاف نہیں ہے؟ اور اگر خلیفہ کے لئے معصوم ہونا معیار نہیں ہے تو پھر ابوبکر وعمر اور عثمان دوسرے صحابہ سے کیا امتیاز رکھتے تھے؟

اگر اہل سنت حضرات امامت اور خلافت کے مسئلہ میں منشاء الٰہی کے قائل نہیں ہیں اور جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا کی جانب سے تائید شدہ ہونا ضروری نہیں جانتے تو پھر خلفائے ثلاثہ دوسرے صحابہ اور عام لوگوں سے کون سا زیادہ امتیاز رکھتے تھے کہ آج اہل سنت حضرات ان کا دفاع کرتے ہیں، ممکن ہے کہ اہل سنت حضرات خلفائے ثلاثہ کو معلومات کے لحاظ سے ترجیح دیتے ہوں اور (اگر یہی معیار ہے تو) بعض علمائے اہل سنت مثلاً فخر رازی وزمخشری اور ابن ابی الحدید وغیرہ دینی مسائل کو خلفائے ثلاثہ سے زیادہ جاننے تھے، پس ضروری ہے کہ خلیفہ اور امام معصوم ہو اور ضروری ہے کہ اس کی خدا کی طرف سے تائید اور حمایت ہو، ورنہ وہ ملت اسلام کی راہبری اور قیادت میں حکومت و احکام کو بیان کرنے وغیرہ کے لحاظ سے عاجز رہ جائے گا یہاں تک کہ وہ ظاہری حکومت اور لوگوں کے اختلاف حل کرنے کی نسبت اپنے وظیفہ کو انجام نہیں دے پائے گا، جیسا کہ خلفائے ثلاثہ کی عاجزی شاہد، چنانچہ ضرورت کے وقت انہوں نے حلال مشکلات حضرت علی بن ابی طالب کو پکارا چنانچہ اہل

اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے'' اور مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے حضرت علیؑ سے رابطہ کیا اور آپؑ نے با قائدہ ہدایت وراہنمائی کی، اسی بنا پر خداوند عالم نے فرمایا: افمن ھھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی آیا وہ راہبری کا حق رکھتا ہے کہ جو لوگوں کو راہ حق کی طرف ہدایت کرے یا وہ کہ جو ہدایت نہیں کرتا بلکہ خود محتاج ہدایت ہے۔[1]

پس نص قرآن کے مطابق مفضول کو افضل پر مقدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال ۱۶۔ ابوبکر جنگ بدر میں سائبان کے نیچے کیوں بیٹھے جب کہ حضرت علیؑ جنگ میں مشغول تھے؟

بہر حال اس سوال کہ جواب میں کہ ابوبکر نے حضرت علیؑ کی طرح جنگ کیوں نہیں کی یہی کہا جائے گا کہ چوں کہ حضرت علیؑ ابوبکر کی طرح نہیں تھے کہ جن کا مشرکین مکہ سے ڈر کر غار میں دل لرزتا اور جنگ بدر کے دن سائبان کے نیچے چھپ کر بیٹھ جاتے اور جنگ نہ کرتے لیکن ابوبکر غار کی طرح لرز رہے تھے کہ جسے علمائے اہل سنت نے من جملہ ابی الحدید نے مذمت کے ساتھ اس طرح نقل کیا:

ولا کان یوم الغار یھفو جنانه حذاراً ولا یوم العرش تسترا

یعنی حضرت علیؑ ابوبکر کی طرح نہیں تھے کہ جن کا مشرکین مکہ سے ڈر کر غار میں دل لرز رہا تھا اور جنگ بدر میں سائبان کے نیچے بیٹھ گئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ جناب ابوبکر کے لئے بس یہی کافی ہے کہ آپ ڈرپوک تھے، جب کہ حضرت علیؑ سب سے زیادہ بہادر تھے۔

سوال ۱۷ ۔ اہل سنت حضرات سے عقلی سوال یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور ابوبکر دونوں نے خلافت کا دعویٰ کیا، بہر حال دونوں میں سے ایک صحیح اور ایک غلط ہے اور جانشین رسول کو صحیح اور امین ہونا چاہئے پس عقلی جواب کیا ہے؟

یہ سوال بالکل واضح ہے کہ اگر ایک استاد ایک سوال دے اور دو شاگرد جداگانہ دو جوب دیں تو ان میں ایک صحیح اور ایک غلط ہے اور یہ بات بھی قبول ہے کہ جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح اور امین ہونا چاہئے اور اگر امین نہیں تو کسی بھی صورت میں پیغمبر کی جانشینی کا حق نہیں رکھتا، چنانچہ علی اور ابوبکر دونوں نے خلافت کا ادعا کیا تو اب ان میں سے ایک صحیح اور ایک غلط ہے، اب عقلی دلیل کے مطابق دیکھتے ہیں کون صحیح اور کون غلط ہے:

ا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ حضرت علیؑ حق پر تھے اور ابوبکر غلطی پر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ علیؑ خلیفہ ہوئے اور یہی ہمارا مطلوب ہے

۲۔ البتہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ابوبکر خلیفہ برحق تھے تو پھر علی کو چوتھا خلیفہ کوں تسلیم کیا، اگر وہ امین نہیں تھے؟ بعض علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ: حضرت علیؑ کے راضی ہونے اور ابوبکر کے بیعت کرنے کی بنا پر انہوں نے مسند خلافت پر تکیہ کیا، جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو بارہا جبر و دھمکی کے ساتھ بیعت کے لئے ابوبکر کے پس لے جایا گیا، حتیٰ حضرت فاطمہ کی حیات میں بھی لیکن حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی۔[۱]

سوال ۱۸ ۔ اگر بقول ابوبکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میراث نہیں چھوڑی اور فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کو نہیں ملا تو پھر قرآن میں ذکر کیوں ہوا ہے کہ جناب یحیٰ جناب زکریا کے وارث بنے اور جناب سلیمان نے جناب داؤد علیہ السلام سے میراث پائی؟

ان مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی میراث چھوڑی تھی اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو میراث ملنی چاہئے تھی لہٰذا حضرت فاطمہ زہراؑ کو میراث سے کیوں محروم کیا گیا؟

ا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات میں حضرت فاطمہ زہراؑ کو فدک دے چکے تھے۔

۲۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جناب عمر کی صاحبزادی حفصہ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث پائے اور حضرت فاطمہ زہرؑا کو محروم کر دیا جائے۔

۳۔ یہ کہ جناب عائشہ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث کیوں پائی (جس وقت امام حسن علیہ السلام کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک میں دفن کرنا چاہتے تھے تو عائشہ نے منع کیا اور کہا: یہ جگہ میری ملکیت ہے اور میں اس کی مالک ہوں) اور حضرت فاطمہ زہرؑا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں ان کو میراث کیوں نہیں دی گئی؟

حضرت فاطمہ زہرؑا نے اپنے تاریخی خطبہ میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی، چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' میں عثمان بن حنیف کے نامہ کی شرح میں پہلی فصل میں مختلف سندوں کے ساتھ اس خطبہ کو نقل کرتے ہیں، انہوں نے صریح طور پر بیان کیا ہے کہ میں نے جو یہاں خطبہ کی سندیں ذکر کی ہیں ان میں سے ایک بھی شیعہ کتاب سے نہیں ہے۔

یہ خطبہ اور حضرت فاطمہ زہرؑا کا دفاع احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی کی کتاب میں اس سند کے ساتھ جو جناب عائشہ پر ختم ہوتی ہے نقل ہوا ہے، اسی طرح کتاب ''سقیفہ'' میں ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری سے جو کہ اہل سنت کے بڑے محدثوں میں سے ہیں بہت سے طرق کے ساتھ ابن ابی الحدید معتزلی نے کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرؑا فرماتی ہیں:

'' وَ اَنْتُمْ تَزْعَمُوْنَ الْاٰنَ اَنْ لَا اِرْثَ لَنَا ''اَ فَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ تَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْماً لِقَوْمٍ يُوْقِنُوْنَ ''

تعجب کی بات یہ ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ خدا نے ہمارے لئے میراث قرار نہیں دی اور ہمیں پیغمبر اسلام سے میراث نہیں ملے گی (کیا تم جاہلیت کے حکم پر عمل کرتے ہو پس اہل یقین کے

---

۱ طرائف، ص۴۰۹، تالیف ابن طاؤس۔

لئے کس کا حکم خدا سے بہتر ہے) کیا تم یہ باتیں نہیں جانتے ؟

ہاں تم جانتے ہو اور یہ بات تمہارے نزدیک روز روشن کی طرح واضح ہے کہ میں اس (پیغمبر اسلام) کی بیٹی ہوں۔

'' اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ اَ غْلَبُ عَلىٰ اِرْثِیُ ؟ يَابْنَ اَبِی قُحَافَه ! اَ فِی كِتَابِ اللّٰه اَنْ تَرِثَ اَبَاكَ وَ لَا اَرِثَ مِنْ اَبِی ؟ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئاً فَرِيّا ''

اے مسلمانو! کیا میری میراث زبردستی چھین لی جائے گی، اے ابوقحافہ کے بیٹے! میرا جواب دے کیا یہ قرآن میں ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں یہ بڑی نامناسب اور بے جابات ہے۔

خداوند عالم جناب یحیٰی بن زکریاؑ کے واقعہ میں بیان فرماتا ہے:

''خدایا! مجھے ایک فرزند عطا کر کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث قرار پائے''۔

نیز خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: اعزا و اقارب میراث لینے میں اولویت رکھتے ہیں۔

نیز خداوند عالم فرماتا ہے: خدا تمہیں تمہارے فرزندوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکوں کا حصہ لڑکیوں کے دو برابر ہے۔

نیز خداوند عالم فرماتا ہے: اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو اسے چاہئے کہ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرے یہ ایک طرح سے صاحبان تقویٰ پر فرض ہے۔

تم یہ گمان کرتے ہو کہ مجھے میرے باپ کی طرف سے کوئی حصہ و میراث نہیں ملے گی؟ اور ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے؟ کیا خداوند عالم نے تمہارے پاس کوئی ایسی خاص آیت نازل فرمائی ہے کہ جس میں میرے بابا کو اس حکم سے نکال دیا ہے، یا یہ کہتے ہو کہ دو مذہبوں کے ماننے والے ایک دوسرے کی میراث نہیں پاتے اور میرا اور میرے بابا کا مذہب ایک نہیں تھا؟!

سے زیادہ جانتے ہو؟!

پس اگر اسی طرح ہے تو اس کو لے لو جو مرکب کی طرح چلنے کے لئے آمادہ ہے اور اس پر سوار ہو جاؤ لیکن یہ جان لو کہ میں قیامت میں تم سے ملاقات کروں گی اور وہاں پوچھوں گی، وہ دن کتنا بہتر ہے جس میں خدا فیصلہ کرنے والا ہوگا اور محمد سرپرست ہوں گے، قیامت سب سے بہتر وعدگاہ ہے، اس دن باطل پرست نقصان میں ہوں گے لیکن اس دن پشیمان و شرمندہ ہونا تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

پس جان لو کہ ہر چیز کی ایک جگہ ہوتی ہے اور تم عنقریب جان لو گے [1] کہ ذلیل و رسوا کرنے والے پر کس طرح عذاب نازل ہوگا اور ہمیشہ کے لئے اسے اپنی گرفت میں کس طرح لے لے گا۔ [2]

حضرت فاطمہ زہراؑ کا خطبہ

آخر میں حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: اب اس وقت کہ جب مرکب خلافت اور فدک تم نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور تم اسے نہیں چھوڑتے لیکن یہ جان لو کہ یہ مرکب ایسا نہیں ہے کہ جس پر تم اپنی سواری کو جاری رکھ سکو، اس کی پشت زخمی اور پاؤں شکستہ ہیں!

اس پر ننگ و عار کے داغ نمایاں اور غضب خدا کے نشان ہیں اور اس کے ساتھ ہمیشہ کی ذلت و رسوائی ہے، اس کا انجام آتش جہنم اور غضب الٰہی ہے یہ بات فراموش نہ کرو کہ جو کچھ بھی کرتے ہو سب خدا کے سامنے ہے۔

''سَيَعْلَمُوْنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ.''

ظلم و ستم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ ان کی بازگشت کہاں ہے'' میں پیغمبر اسلام کی بیٹی ہوں جو تمہیں شدید عذاب سے آگاہ کر رہی ہوں، تم جو کچھ کر سکتے ہو کرو ہم بھی اپنے وظیفہ الٰہی

پر عمل کر رہے ہیں، تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں حضرت فاطمہ زہراؑ کے دلوں کو ہلا دینے والے اس عظیم خطبہ سے لوگوں کے دلوں میں عجیب وغریب وحشت پیدا ہوگئی، جس سے لوگوں کی ہچکیاں لگ گئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور اسلام کے جوانوں میں اندرونی طور پر تحرک پیدا ہوا اور ایک انقلاب کی کرن نمایاں ہوئی۔

ابوبکر اس نشست میں بہت گھبرائے، وہ چاہتے تھے کہ اپنے منصوبہ کو اجرا کریں لیکن ان کے پاس اس موقع پر عذر خواہی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سے معافی مانگی۔

اس نے اپنی روایت کو جو کہ خبر واحد تھی اور جسے سب نے صرف ابوبکر سے نقل کیا تھا اس کی تکرار کی اور کہا: میں نے سنا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نَحنَ مَعَاشِرَ الاَنبِیَاءِ لَا نُورِّثُ ذَهَباً وَلَا دَاراً وَلَا عِقَاراً وَاِنَّمَا نُورِّثُ الکِتَابَ وَالحِکْمَةَ وَالعِلْمَ وَالنُّبُوَّةَ''

البتہ پیغمبروں کے میراث نہ چھوڑنے کے سلسلے میں حدیث دوسری طرح اور دیگر معنی میں ہے نہ اس طرح کہ فدک کے غاصبوں نے نقل کیا ہے، کیوں کہ حدیث کے دیگر منابع میں اس طرح نقل ہوا ہے:

''اِنَّ الاَنبِیَاءَ لَم یُوَرِّثُوا دِینَاراً وَلَا دِرهَماً وَلٰکِن وَرِثُوا العِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ''[۱]

انبیاء ایک دوسرے کو درہم ودینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم وحکمت اور کتاب کو میراث میں چھوڑتے ہیں اور جس نے ان سے زیادہ علم حاصل کیا اس نے اتنا ہی زیادہ میراث پائی۔

[۱] پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معنوی میراث کی طرف اشارہ ہے جس کا مال و دولت کی میراث

سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ وہی بات ہے جو دیگر روایتوں میں منقول ہے: " إِنَّمَا الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ " صاحبان علم پیغمبر کے وارث ہیں۔ [1]

اور اگر یہ ابوبکر کی حدیث:

" نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوَرِّثُ ذَهَباً وَ لَا دَاراً وَلَا عِقَاراً . . . "

صحیح تھی تو پھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازواج نے یہ بات کیوں نہیں سنی اور انہوں نے خلیفہ کے پاس آ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا مطالبہ (کیوں) کیا۔ [2]

اگر یہ حدیث صحیح تھی تو اس نے نامہ کا دستور کیوں دیا کہ فدک جناب فاطمہ زہراؑ کے سپرد کر دیا جائے کہ جس نامہ کو عمر نے پارہ پارہ کر دیا، آخر کیوں؟ [3]

سوال ۱۹ ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر کے حکم سے عائشہ کے سپرد کیوں کیا گیا؟

۱۔ اگر یہ حجرہ میراث سے متعلق تھا تو عائشہ کا حق آٹھویں سے نواں حصہ یعنی بہتر (۷۲) حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔

۲۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان کا میراثی حصہ تھا تو ۹ ازواج میں سے صرف عائشہ کو ہی میراث کیوں ملی اور بقیہ ازواج اپنے حجروں کی مالک کیوں نہیں ہوئیں؟

۳۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے ہر ایک بیوی اس حجرہ کی وارث ہیں جس میں وہ رہتی تھیں تو پھر جناب عائشہ ہی کو ان کا حجرہ کیوں ملا اور دیگر ازواج کو کیوں نہیں ملا؟ کیا دوسری ازواج اپنے اپنے حجروں میں ساکن نہیں تھیں؟

---

[1] بحار الانوار، ج ۲ ص ۹۲۔

۴۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث وارثوں میں کس نے تقسیم کی اور عائشہ کو حجرہ کس نے دیا؟

عجیب وغریب بات یہ ہے کہ ابو بکر و عائشہ اور ان کے خاندان کا مدینہ میں کوئی گھر نہیں تھا کیوں کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں رہتے تھے اور کسی نے اس بات کا دعوی نہیں کیا کہ عائشہ نے مدینہ میں اپنا گھر بنایا ہو، اس کے باوجود سب نے ادعا کیا کہ ابو بکر نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ جس میں آپ دفن تھے عائشہ کو دے دیا، لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کو فدک نہیں دیا باوجود اس کے کہ فدک آنخاتون کے تصرف میں تھا اور ان کے بابا نے دو عینی گواہوں کی موجودگی میں فدک جناب فاطمہ زہراؑ کے سپرد کیا تھا۔

پس اس طرح جناب فاطمہ زہراؑ کو آیات میراث کے برعکس باپ کی میراث سے محروم کیا گیا، لیکن اس کے برعکس اپنی بیٹی عائشہ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ دیا گیا، کس طرح کے لوگ مہار خلافت کو تھامے ہوئے تھے!! اور انہوں نے کس طرح حکم دیا؟ اس کو رہنے دیا جائے یہاں تک کہ خداوند عالم قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔

سوال ۲۰ ۔امامت وخلافت منصب الٰہی کیوں نہیں ہے؟ جب کہ یہ فرض کیا جائے کہ اصلاً اجماع متحقق نہیں ہوا۔

اگر فرض کیا جائے کہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق امامت موہب اور منصب الٰہی نہیں ہے اور پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کے لئے کوئی جانشین معین نہیں فرمایا، لہٰذا خلیفہ منتخب کرنے کے لئے مسلمان سقیفہ میں جمع ہوئے۔

۱۔تو پہلی بات یہ کہ خلیفہ کا انتخاب تمام مسلمانوں سے مربوط تھا حق یہ ہے کہ عرب کے تمام مسلمان قبیلے اس میں شرکت کرتے تا کہ اکثر لوگوں کا عقیدہ معلوم ہوتا، جبکہ قبیلہ خزرج اور بنی ہاشم اور اسلامی شہروں کے تمام مسلمان مثلاً مکہ ونجران ویمن وغیرہ کے لوگ اس سے بے خبر تھے، یہاں تک کہ

چنانچہ یعقوبی اپنی کتاب ''تاریخ یعقوبی'' میں لکھتے ہیں:

''قَدْ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ اَبِی بَكْرٍ قَوْمٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ
وَ الْاَنْصَارَ وَ مَا لُوْامَعَ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ''

مہاجرین وانصار کے ایک گروہ نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور وہ حضرت علی علیہ السلام سے میل ورغبت رکھتے تھے، منجملہ: سلمان، زبیر، عمار، ابوذر، مقداد اور عباس بن عبدالمطلب، خود اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''فَاِنْ كُنْتَ فِی الشُّوریٰ مَلَكْتَ اُمُوْرَهُمْ فَكَيْفَ بِهٰذَا
وَ الْمُشِيْرُوْنَ غُيَّبٌ''

اے ابوبکر! اگر تم نے سقیفہ میں لوگوں کے امور کی باگ ڈور سنبھالی ہے تو یہ کس طرح کی شوریٰ تھی کہ مشورہ کرنے والے غائب تھے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ اگر فرض کر لیا جائے یہ اجماع حقیقی شوریٰ تھی اور واقعاً خلیفہ انتخاب کرنے کے لئے تشکیل پائی تھی!! تو جو آدمی اس مہم امور کے لئے منتخب ہو رہا ہے کیا اسے سب مسلمانوں سے روحی ونفسیاتی اور اخلاقی اعتبار سے افضل وممتاز نہیں ہونا چاہئے؟!

ہم اہل سنت حضرات سے سوال کرتے ہیں کہ امت میں سب سے افضل و برتر کون شخص ہے؟

کیا اہل سنت حضرات کے مورخین اور محدثین نے نقل نہیں کیا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اَعْلَمُكُمْ عَلِی، اَفْضَلُكُمْ عَلِی، اَعْدَلُكُمْ عَلِی،
اَقْضَاكُمْ عَلِی، اَتْقَاكُمْ عَلِی وَ هٰكَذَا''

کیا غزالی اور ابن ابی الحدید نیز دیگر حضرات کی روایت کے مطابق جناب ابوبکر نے منبر سے نہیں کہا: ''اِقِیلُونِی وَ لَسْتُ بِخَیرِکُمْ وَ عَلِی فِیکُمْ'' مجھے چھوڑ دو اس لئے کہ تمہارے درمیان حضرتِ علی علیہ السلام موجود ہیں اور میں تم میں افضل و برتر نہیں ہوں، شاعر نے کیا خوب کہا:

امام من سلونی (پرسید از من) گفت

امام تو اقیلونی (رہا کنید مرا)

دو لفظ است این و زین منطق

توان بشناخت ہر یک را

۳۔ تیسرے یہ کہ سقیفہ میں یہ باتیں ایک طرح کا حیلہ و سازش تھیں نہ کہ حقیقت میں اجماع اور شوریٰ، کیوں کہ ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ پہلے ہی اس کا منصوبہ بنا چکے تھے کہ خلافت کو بنی ہاشم سے جدا کریں اور خود یکِ بعد دیگر خلیفہ بنیں، چنانچہ عمر نے چھ (۶) آدمیوں کی کمیٹی (شوریٰ) بناتے وقت کہا اگر ابوعبیدہ (حیلہ ساز...) زندہ ہوتا تو خلافت اسی کا حق تھا اور ابن ابی الحدید نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

سوال ۲۱۔ ابوبکر کو سورۂ برائت کے پہنچانے سے کیوں منع کیا گیا؟

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کے ذریعہ سورۂ برائت بھیج کر ان کے مقام ''ذوالحلیفہ'' (مسجد شجرہ کا دوسرا نام ہے جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے) پر پہنچنے کے بعد کیوں فرمایا:

''لَا یُبَلِّغُهَا اِلَّا اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَیْتِی فَبَعَثَ بِهَا عَلِیاً''[۱]

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر اس کے اہل نہیں تھے، دوسرے یہ کہ اہل بیت میں سے نہیں تھے، تیسرے یہ کہ امین نہیں تھے اور حضرت علی علیہ السلام ہر جہت سے مناسب و اہل تھے تو پھر خلافت کو ابوبکر نے غصب کیوں کیا؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ تو جواب میں یہی کہا جائے گا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ لوگوں کے درمیان یہ بات واضح ہو جائے کہ ابو بکر اس کام کی لیاقت واہلیت نہیں رکھتے۔ ۱

سوال ۲۲۔ فدک کو غصب کیوں کیا گیا؟

کیا اہل سنت کی کتابوں میں نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی ابو سعید خدری نقل کرتے ہیں:

"لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهٗ تَعَالیٰ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّهٗ اَعطی رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاطِمَةَ فِدَکاً"

یعنی جس وقت آیہ مبارکہ: "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّهٗ" نازل ہوئی تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ زہرا کو بلا کر فدک آپ کے سپرد کر دیا۔ ۲

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت غصب کرنے والوں نے حضرت علی علیہ السلام کے حق خلافت کو غصب کرنے کے علاوہ، حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا کی میراث کو بھی غصب کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا کی ملکیت کو بھی غصب کر لیا۔

البتہ مدینہ کے مشہور مؤرخ سمہودی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: فدک سات قطعہ زمین "مخیریق" نامی یہودی کی ملکیت تھی جسے اس نے شخصی طور پر حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور ہدیہ دیا تھا اور وہ جنگ میں شہید ہو گیا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ وہ طبیعی موت مرا اور اس نے ایک نوشتہ اور وصیت تحریر کی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ملکیت میں ہر طرح کا تصرف کر سکتے ہیں۔ ۳

---

۱ طرائف بن طاؤس، ص ۱۲۸۔

۲ سورہ اسراء، آیت ۲۶۔

سوال ۲۳ ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ، عمر کو کیوں ہونا چاہیے، جب کہ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے کچھ حاصل نہیں کیا اور خود اعتراف کیا کہ " کُلُّکُم اَفقَه مِنْ عُمَرَ حَتَّی الْمُخَدَّرَاتِ فِی الْحِجَالِ " تم سب عمر سے زیادہ جانتے ہو یہاں تک کہ پس پردہ خواتین بھی مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اہل سنت کے بعض مفسرین منجملہ زمخشری اور سیوطی لکھتے ہیں:

ایک دن عمر نے کہا: جو بھی عورتوں کی مہر چار سو (۴۰۰) درہم سے زیادہ کرے گا تو اس زیادہ کو لے کر بیت المال میں دے دوں گا، اس پر پس پردہ ایک خاتون نے کہا: اے عمر! آپ کی بات فرمان خدا کے خلاف ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

" وَ اِنْ اَرَدْتُمْ اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَکَانَ زَوْجٍ وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰیهُنَّ قِنْطَاراً فَلَا تَاخُذُوْا مِنْهُ شَیْئاً "[1]

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو تو اگر تم نے ان میں سے کسی ایک کو خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی واپس نہ لو۔

یہ سن کر عمر کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے کہا:

" کُلُّکُمْ اَفْقَه مِنْ عُمَرَ حَتَّی الْمُخَدَّرَاتِ فِی الْحِجَالِ "

آپ سب عمر سے زیادہ جانتے ہیں حتیٰ پردہ نشین خواتین بھی۔

ان سب باتوں کے باوجود کیا عمر کے زمانہ کے مسلمانوں کی حالت پر گریہ نہیں کرنا چاہیے؟ وہ مسلمان کہ جنہوں نے اس زمانہ کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت علی علیہ السلام کو چھوڑ دیا کہ جنہوں نے بارہا فرمایا: " سَلُونِی سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو [illegible]

خلافت وولایت پر بہترین دلیل یہ ہے کہ خلیل بن احمد بصری کہتے ہیں:

''اِحۡتِیَاجُ الۡکُلِّ اِلَیۡهِ وَ اِسۡتِغۡنَائُهٗ عَنِ الۡکُلِّ دَلِیۡلٌ عَلٰی اَنَّهٗ اِمَامُ الۡکُلِّ''

یعنی سب کا علی کی طرف ضرورت مند ہونا اور ہر ایک سے ان کا بے نیاز ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب کے امام و پیشوا ہیں۔

سوال ۲۴ ۔اہل سنت حضرات سے سوال ہے کہ آپ کے نزدیک خلافت، صحابہ میں بہتر ہے یا صحابہ اور اقربا دونوں میں؟

اہل سنت حضرات کے عقیدہ کے مطابق صحابی کو خلیفہ ہونا چاہئے یا صحابی اور قرابتدار کو؟ بے شک جو صحابی ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا میں سے بھی ہے تو وہ خلافت کے لئے اس شخص سے زیادہ حقدار ہے جو صرف صحابی ہے۔ (جب کہ یہ فرض کرلیا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام صحابی ہونے میں دوسرے تمام صحابہ سے تمام صفات وخصوصیات میں مساوی تھے حالانکہ افضل و برتر تھے) اور حضرت علی صحابی بھی تھے اور سببی ونسبی قرابتدار بھی، البتہ دوسرے صرف صحابی تھے اور اگر قرابتدار بھی تھے تو صرف سببی تھے نہ کہ نسبی، لیکن حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے (نسبی قرابتدار) اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد بھی تھے (سببی قرابتدار) یہ انصار کا جواب ہے کہ انہوں نے شوریٰ میں ابو بکر کو منتخب کیا اور جب مہاجرین نے اس کی علت دریافت کی کہ آپ نے ابوبکر کو خلیفہ کیوں بنایا تو انصار نے یہ علت بیان کی کہ صحابہ میں ابوبکر حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتدار تھے۔

لیکن مہاجرین نے انصار کے استدلال کا اس طرح جواب دیا کہ اگر خلیفہ بننے کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرابتدار ہونا معیار ہے تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ کیوں نہیں تسلیم کیا؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ صحابی تھے اور سببی و نسبی قرابتدار، دوسرے یہ کہ آیہ کریمہ کی روشنی

کی دعوت قبول کی وہ حضرت علی علیہ السلام تھے چنانچہ خود حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" سُبحَانَ اللّٰہ اَ تَکُونَ الخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَ لَا تَکُون

بِالصَّحَابَةِ وَ القَرَابَةِ "

واہ کیا بات ہے کہ صحابی خلیفہ بنے اور جو صحابی و قرابتدار ہو وہ نہ بنے، نیز اس وقت آپ نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

" وَ اِن کُنتَ فِی القُربیٰ حَجَجتَ خَصِیمَهُم

فَغَیرُکَ اَولیٰ بِالنَّبِی وَ اَقرَبُ "[1]

سوال ۲۵ ۔ عقل سلیم کے مطابق شجاع و بہادر انسان کو خلیفہ ہونا چاہئے اور خود اہل سنت کے مطابق ابوبکر اور عمر نے جنگ احد و خیبر اور حنین میں فرار کیا تو کیا ڈرپوک افراد بھی خلیفہ بننے کی لیاقت و اہلیت رکھتے ہیں؟

عقل سلیم کے مطابق اس شخص کو خلیفہ ہونا چاہئے جو شجاع و بہادر ہو اور عاجز و ڈرپوک نہ ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب شوریٰ کے ذریعہ ہونا چاہئے نہ کہ نص کے ذریعہ تو کیا یہ صحیح ہے کہ ابوبکر و عمر جیسے افراد خلافت کے لئے منتخب ہوں اور ابن ابی الحدید نیز دیگر علمائے اہل سنت کے مطابق جناب ابوبکر و عمر نے جنگ احد و خیبر اور حنین وغیرہ سے فرار کیا اور حضرت علی علیہ السلام نے اکیلے میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کیا اور بہت سے نامور بہادروں کو واصل جہنم کیا، جنگ خندق میں عمر کا اصرار تھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین مکہ سے صلح کر لیں، انہوں نے کہا کہ: عمر بن عبدود فارس یلیل (عظیم بہادر) ہے اور اس سے جنگ نہیں کی جا سکتی، بجائے اس کے کہ وہ دشمن کا دفاع و مقابلہ کرتے ڈر کر اس کی تعریف کرنے لگے اور مسلمانوں کے حوصلوں کو پست کر دیا لیکن حضرت علی علیہ السلام نے صرف عمر بن عبدود ہی کو ہلاک نہیں کیا بلکہ اپنی خالص نیت کو بھی ظاہر کیا، چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرماتے ہیں:

''ضَرُبَۃُ عَلِیّ یَوۡمَ الۡخَنۡدَقِ اَفۡضَلُ مِنۡ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیۡنِ ''

خندق میں حضرت علی علیہ السلام کی ضربت (کی جزا) ثقلین (جن وانس) کی عبادت سے افضل وبرتر ہے۔

سوال ۲۶۔ اہل سنت حضرات کیوں کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام جوان تھے اور جناب ابوبکر سن رسیدہ اور اس زمانہ میں عمومی طور پر لوگوں کے نظریات حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے برخلاف تھے؟ (کیا اس طرح کی باتیں اشتباہ نہیں ہیں؟)

پہلی بات تو یہ کہ سن رسیدہ ہونا ممتاز ہونے کی دلیل نہیں ہے!

اس لئے کہ اس وقت جناب ابوبکر کے والد ابوقحافہ حیات تھے لہٰذا سن رسیدہ ہونے کی بنا پر ان کو خلیفہ ہونا چاہئے تھا، یہاں دو باتیں ہیں:

۱۔ جب لوگوں نے ابوقحافہ سے کہا کہ آپ کا فرزند خلیفہ ہو گیا ہے مبارک ہو تو ابوقحافہ نے کہا:

کس بنا پر میرا فرزند تمام صحابیوں میں خلیفہ منتخب ہوا؟

کہا گیا: کیوں کہ عمر کے اعتبار سے وہ زیادہ بزرگ تھے، اس پر ابوقحافہ نے کہا: میں تو اس کا باپ ہوں پس سن کے اعتبار سے میں زیادہ حقدار خلافت ہوں!

۲۔ ابوبکر نے اپنے باپ ابوقحافہ کے پاس جو کہ اس وقت مکہ میں تھے اس طرح نامہ لکھا:

خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کی طرف سے ان کے باپ ابوقحافہ کے نام: جان لیجئے کہ لوگوں نے جمع ہو کر سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے مجھے خلافت کے لئے چن لیا ہے!!

ابوقحافہ نے جواب میں تحریر کیا: اے میرے فرزند! تم نے اس خط میں تین غلطیاں کی ہیں:

۱۔ پہلی یہ کہ تم نے خود کو خلیفہ رسول لکھا حالانکہ تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ نہیں بنایا ہے۔

اختلاف رکھتی ہے۔

۳۔تیسرے یہ کہ تم نے لکھا کہ مجھے لوگوں نے سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کیا ہے، اس طرح تو خلافت کے لئے میں تم سے زیادہ حقدار ہوں کیوں کہ میں عمر کے اعتبار سے تمہارا باپ ہوں۔[1]

سوال ۲۷ ۔آخر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وصی کو منتخب نہ فرمائیں اور اس مسئلہ کو لوگوں کے اختیار میں دے دیں؟

کیا اس طرح نہیں تھا کہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ؓ نے معاویہ کے مقابلہ میں استدلال کیا کہ اے معاویہ! کیا تو نہیں جانتا کہ جس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''نے جنگ موتہ'' کے لئے لشکر بھیجا تو ''جعفر بن ابی طالب'' کو امیر وسردار قرار دیا اور پھر فرمایا: اگر جعفر نہ رہیں تو ''زید بن حارثہ'' کو اور اگر زید نہ رہیں تو عبداللہ بن رواحہ کو ان کی جگہ قرار دینا۔

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ لوگ اپنے لئے خود سے سردار بنالیں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امت سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوں اور ان کے درمیان اپنا جانشین مقرر نہ کریں؟

خدا کی قسم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اندھیرے میں نہیں چھوڑا بلکہ لوگ خود تاریکی کا شکار ہوگئے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ الزام لگایا اور وہ خود اور ان کے ہم خواہ سب ہلاک ہوگئے نیز وہ خود اور جنہوں نے ان کی پیروی کی سب گمراہ ہوگئے، ان سے خدا کی رحمت دور ہو۔[1]

سوال ۲۸ ۔کتاب خدا کے وارث حضرت علی علیہ السلام تھے نہ کہ دوسرے لوگ پس کس وجہ سے وارث کتاب کو گوشہ نشین کیا گیا؟

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے معاویہ سے کہا: اے معاویہ! عمر بن خطاب نے اپنے

زمانہ خلافت میں مجھے حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ: میں سارے قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں لکھنا چاہتا ہوں لہذا قرآن مجید سے جو کچھ آپ نے لکھا ہو میرے پاس بھیج دیجئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے، (عمر کہتے ہیں) میں نے کہا: آخر کیوں؟ انجنابؑ نے فرمایا: خداوند عالم فرماتا ہے: قرآن کو کوئی مس "یعنی دستیاب" نہیں کرسکتا سوائے پاک و نیکو کار لوگوں کے اور خداوند عالم کی پاک و نیکو کاروں سے مراد ہم لوگ ہیں، ہم وہ لوگ ہیں کہ خداوند عالم نے ہر طرح کی برائی کو ہم سے دور رکھا اور ہمیں پاک و پاکیزہ رکھا، چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے:

"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اِصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے، ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہیں خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے اور ہمارے ہی لئے خداوند عالم نے مثال بیان فرمائی ہے اور ہم ہی پر خداوند عالم نے وحی نازل فرمائی ہے یہ سنکر عمر کو غصہ آیا اور اس نے کہا: ابو طالب کا بیٹا یہ سوچتا ہے کہ ہمارے سوا کسی کے پاس علم نہیں ہے، تمہارے درمیان ہر ایک قرآن مجید میں سے جتنا پڑھ سکتا ہے وہ میرے پاس آکر پڑھے۔

اس خبر کے پخش ہونے کے بعد لوگ آئے اور انہوں نے قرآن مجید پڑھا، پس اگر کوئی ہم عقیدہ ہوتا تھا تو لکھ لیتا تھا ورنہ نہیں، لہذا اے معاویہ! جو بھی یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید سے کوئی چیز ضایع ہو گئی ہے وہ جھوٹا ہے اور قرآن مجید اپنے اہل کے پاس جمع ہے۔

اس کے بعد عمر نے قاضیوں اور فرمانداروں کو حکم دیا کہ خود اجتہاد کرو اور تمہارے نزدیک جو حق ہے اس پر عمل کرو (اجتہاد نص کے مقابلہ میں) فرمانداروں نے اس پر عمل کیا اور اگر کسی مسئلہ میں الجھ

اہل قبلہ میں سے ہر ایک نے خیال کیا کہ یہی حضرات علم وخلافت کے معدن ہیں نہ کہ دوسرے!

سوال ۲۹ ۔ اہل سنت حضرات کے نزدیک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں صرف عائشہ ہی قابل احترام کیوں ہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ عائشہ اہل بیت رسالت سے دشمنی رکھتی تھیں اسی بنا پر لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرتے ہیں، البتہ ام سلمٰی چوں کہ اہل بیت کو بے حد دوست رکھتی تھیں لہٰذا اہل سنت حضرات کی نظر میں لائق احترام نہیں قرار پائیں جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج جناب خدیجۃ الکبریٰ کو چھوڑ کر سب برابر ہیں اور ام سلمٰی، سودہ، عائشہ، حفصہ، صفیہ... سب ام المؤمنین ہیں۔

البتہ جناب عائشہ کا غیر مناسب کردار انہیں دوسری ازواج سے الگ کئے ہوئے ہے جس نے تاریخ کو داغدار کردیا ہے۔

مرحوم سید بن طاؤس کہتے ہیں: ایک حدیث کو سن کر مجھے بہت تعجب ہوا کہ جب کوفہ کی رہنے والی عورت نے عائشہ سے کہا: اے ام المؤمنین! آپ اس عورت کے بارے میں کیا فرماتی ہیں کہ جس نے اپنے مؤمن فرزند کو جان بوجھ کر قتل کردیا ہو؟

عائشہ نے کہا: وہ عورت اپنے فرزند کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہوگئی اس لئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

" وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَائُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا
وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِيماً "

جو شخص بھی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے گا اس کی سزا جہنم ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا خدا اس سے ناراض ہے اور اس کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

کوفہ کی رہنے والی اس عورت نے کہا: آپ اس ماں کے بارے میں کیا فرماتی ہیں جس نے اپنے فرزندوں میں سے سولہ ہزار افراد کو قتل کرا دیا ہو، جب کہ وہ سب کے سب مؤمن تھے، جناب عائشہ سمجھ گئیں کہ اس کا مقصد کیا ہے، چوں کہ جنگ جمل میں سولہ ہزار افراد کے قتل کا باعث بنی تھیں، حق بات ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے لہٰذا جناب عائشہ یہ سنکر ناراض ہوگئیں اور کہا کہ اس دشمن خدا کو مجھ سے دور کردیا جائے۔[1]

سوال ۳۰ ۔ اگر ابوبکر نے مسلمانوں کے ''فیئ'' کے طور پر فدک میں تصرف کیا تو پھر عمر نے کس وجہ سے اپنے دور حکومت میں فدک کو دو آدمیوں کے سپرد کیا؟

مدینہ کے مشہور مؤرخ و محدث سمہودی تاریخ مدینہ میں اور یاقوت بن عبداللہ روحی حموی کتاب ''معجم البلدان'' میں نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر نے اپنے دورِ خلافت میں فدک میں تصرف کیا اور عمر نے اپنے دور خلافت میں فدک کو حضرت علی علیہ السلام و جناب عباس کے سپرد کردیا، [2] البتہ یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ عثمان کے دور حکومت میں بعض لوگ معتقد ہیں کہ عثمان نے اسے مروان بن حکم کو دے دیا تھا، مروان نے اسے اپنے فرزند عبد العزیز کو دے دیا اور اس کے مرنے کے بعد میراث کے طور پر اس کے فرزند کے پاس باقی رہا، پھر عمر بن عبد العزیز نے جمع کر کے اولاد حضرت فاطمہ زہراؑ کے سپرد کردیا۔

ابن ابی الحدید ابوبکر جوہری سے نقل کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز منصب خلافت پر فائز ہوئے تو آپ نے اپنے عامل کے پاس مدینہ میں لکھا کہ فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد کو دے دو، لہٰذا بعض کہتے ہیں کہ اس نے حضرت علی بن الحسینؑ کو بلا کر ان کے حوالہ کردیا۔

بلاذری نقل کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے فرماندار عمرو بن حزم کے پاس مدینہ میں

---

[1] [illegible]

[2] [illegible]

خط لکھا کہ فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد کو واپس دے دیا جائے، مدینہ کے فرماندار نے اس کے جواب میں لکھا: حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد بہت زیادہ ہے اور انہوں نے بہت سے قبیلوں میں شادی کرلی ہے لہٰذا کس گروہ کو دوں؟

عمر بن عبدالعزیز نے غصہ میں آکر اس طرح جواب میں خط لکھا: جب بھی تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گوسفند ذبح کرو تو تم فوراً جواب میں پوچھتے ہو کہ سینگ والی ہو یا بغیر سینگ کے؟ اور اگر لکھتا ہوں کہ گائے ذبح کرو تو پوچھتے ہو کہ اس کا رنگ کیسا ہونا چاہئے؟ جیسے ہی یہ خط تم تک پہنچے فوراً فدک اولاد فاطمہ کے حوالہ کردینا[1] لیکن جب یزید بن عبدالملک تخت خلافت پر آئے تو انہوں نے اولاد فاطمہ سے واپس لے لیا، پس اس طرح بنی مروان کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ بنی عباس کا دور اقتدار آیا۔[2]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منصب خلافت پر آنے کے بعد فدک کو واپس کیوں نہیں لیا؟

۱۔ مرحوم شیخ صدوق کتاب ''علل الشرائع'' میں اپنی سند کے ساتھ بحوالہ ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: حضرت علی علیہ السلام نے ظاہری خلافت پر آنے کے بعد فدک کو واپس کیوں نہیں لیا اور کس وجہ سے اسے چھوڑا؟

آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: اس لئے کہ خداوند عالم مظلوم کے لئے اجر و ثواب اور ظالم کے لئے عذاب مقرر کر چکا تھا، اسی وجہ سے آنحضرت علیہ السلام نے پسند نہیں کیا کہ اس چیز کو واپس لیں کہ خداوند عالم جس کے غاصب کو سزا اور مظلوم کو اجر و ثواب دے چکا ہے۔[3]

---

۱ فتوح البلدان، ص ۳۸، بلاذری۔

[illegible] ۹۸۔

۲۔ نیز اسی کتاب کے اسی باب میں اپنی سند کے ساتھ علی بن فضال کے حوالہ سے آنجناب کے پدر معظم حضرت امام کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: حضرت علی علیہ السلام نے منصب خلافت پر آنے کے بعد فدک میں تصرف کیوں نہیں کیا؟

آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا:

''لِاَنَّا اَهلُ الْبَيْتِ لَا يَاخُذُلَنَا حُقُوقَنَا مِمَّنْ ظَلَمَنَا اِلَّا هُوَ (يَعْنِى اَللّٰه) وَ نَحْنُ اَوْلِيَاءُ الْمُومِنِيْنَ اِنَّمَا نَحْكُمُ لَهُم وَ نَاخُذُ حُقُوقَهُمْ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَلَا نَاخُذُ لِاَنْفُسِنَا''[1]

جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے ان سے ہمارے حق کو خدا کے سوا کوئی نہیں لے سکتا، ہم مومنین کے ولی ہیں ان کے فائدہ میں فیصلہ کرتے ہیں اور ان کے حق کو ان لوگوں سے لیتے ہیں جنھوں نے ان پر ظلم کیا ہے اور ہم اپنے لئے لینے کی تلاش وکوشش نہیں کرتے۔

ان حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ہمیشہ اہل ایمان کے فائدہ و مصلحت کو پیش نظر رکھا اور اسی وجہ سے اپنے ذاتی حق سے درگزر کیا، فدک کا مسئلہ بھی اسی طرح تھا لہذا حضرت علیؑ کی بلند طبیعت اور عالی مزاج نے تخت حکومت پر آنے کے بعد مسلمانوں کے فائدہ کو نظر میں رکھا، نہ کہ خود اپنے ذاتی فائدہ کو، اگر چہ فدک کا مسئلہ خلافت غصب کرنے والوں سے مربوط تھا لیکن حضرت علی علیہ السلام کا اپنے حق سے چشم پوشی کرنا اور اسے خدا کے سپرد کرنا آپ کے بلند مرتبہ اور عمدہ اخلاق کا ثبوت تھا، البتہ دوسرے حضرات (ابوبکر وعمر) نے قدرت پانے کے بعد اہل بیتؑ پر مظالم کئے ابوبکر نے فدک کو چھین اور مزدوروں کو باہر نکال دیا اور عمر نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دروازہ میں آگ لگائی او آپ کے گلی میں برسر عام طمانچہ مارا، پس کتنا فرق ہے حضرت علی علیہ السلام اور دوسروں میں کہ دوسرے نا حق

[illegible]

گوشہ نشینی اختیار کرنے کا مستحق تھا؟ (مؤلف)

سوال ۳۱ ۔ معاویہ کے دور حکومت میں حضرت علی علیہ السلام کی شان اقدس میں ناسزا الفاظ کیوں استعمال کیے گئے؟

پہلی بات تو یہ کہ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلافصل تھے اور حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرنا گویا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرنا ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرنا کفر اور اسلام وقرآن سے دشمنی کی علامت ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلافصل نہیں تھے تو بہر حال چوتھے خلیفہ تو تھے جیسا کہ اہل سنت حضرات کا خیال ہے، اس صورت میں حضرت علی کا چوتھا خلیفہ ہونا اصل خلافت سے کوئی مضائقہ نہیں رکھتا لہٰذا خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرنا گویا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرنا کفر کی دلیل ہے لہٰذا نتیجہ نکلتا ہے کہ معاویہ اور اس کے ساتھی کافر تھے۔

ممکن ہے کہ اہل سنت حضرات سوال کریں کہ معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرنے کو نہیں کہا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم نے ''صحیح مسلم'' کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، میں اپنی سند کے ساتھ عامر بن سعد بن ابی وقاص سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:

معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو ناسزا الفاظ سے یاد کرو (یعنی ان پر سب وشتم کرو) لیکن سعد نے ناسزا الفاظ ادا کرنے سے گریز کیا، معاویہ نے اس پر اعتراض کیا اور اس

بارے میں فرمائی ہیں، چنانچہ ان میں سے ہر ایک میرے نزدیک اہمیت کی حامل ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ﴿بعض جنگوں میں کہ جب آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور جنگ میں نہیں لے گئے جس کی وجہ سے آپ رنجیدہ خاطر ہوئے کہ مجھے خواتین اور بچوں میں کیوں چھوڑ دیا؟﴾ فرمایا:

" اَمَا تَرضیٰ اَنْ تَکُونَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسیٰ

اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ "

کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ خیبر کے دن میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

" لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ [غداً] رَجُلًا یُحِبُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ "

کل میں علم اس کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔

جب صبح ہوئی تو سب اچک اچک کر دیکھنے لگے کہ شاید اس شخص سے مراد ہم ہوں، لیکن آپ نے فرمایا: " اُدْعُوا عَلِیّاً "، حضرت علی علیہ السلام کو میرے پاس بلاؤ، جس وقت حضرت علی علیہ السلام کو لایا گیا تو آپ کی آنکھوں میں درد تھا پس آپ کی آنکھوں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگایا اور علم ہاتھ میں دے دیا اور آپ نے قلعہ خیبر فتح کیا۔

تیسرے یہ کہ جب آیہ کریمہ " قُلْ تَعَالَوا نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَ اَبْنَائَکُم وَ نِسَائَنَا وَ

فَاطِمَۃَ وَ حَسَناً وَ حُسَیْناً فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِی ''۱

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؑ کو آواز دی اور بارگاہ خدا میں عرض کیا: خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

اس روایت کو ترمذی نے بھی اپنی کتاب ''صحیح ترمذی''۲ میں اور احمد بن حنبل نے ''مسند احمد بن حنبل''۳ میں اور سیوطی نے ''تفسیر در منثور'' میں سورۂ آل عمران کی آیہ مباہلہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

سوال ۳۲ ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے درمیان صرف حضرت علیؑ سے عقد اخوت کیوں قائم کیا؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے بیچ مسلمانوں کے درمیان جو عقد اخوت قرار پایا وہ بہت مشہور اور نا قابل انکار ہے کیوں کہ اس واقعہ کو شیعہ اور اہل سنت سبھی نے نقل کیا ہے کہ انشاء اللہ ہم اہل سنت کی روایتیں نقل کریں گے۔

مہم بات یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب رکھتے تھے اور یہ متفق علیہ حقیقت ہے، اگر یہ امکان پایا جاتا کہ خدانخواستہ حضرت علی علیہ السلام بعد پیغمبر کسی خطا میں مرتکب ہو سکتے ہیں تو آنحضرت کبھی بھی آپ سے عقد اخوت جاری نہ کرتے کیوں کہ حضرت علی علیہ السلام کا اشتباہ کرنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹتا اور اس بات سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخوبی جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کوئی ایسا اختلافی کام نہیں کریں گے کہ جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے، اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کے تمام افعال بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح اور

۱۔ صحیح مسلم، ج۲، ص۳۶۰، چاپ بیروت

۲۔ صحیح ترمزی، ج۲، ص۳۰۰

مطابق شریعت تھے اور جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کی انہوں نے درحقیقت پیغمبر اسلام کی مخالفت کی۔

ترمذی کتاب ''صحیح ترمذی'' میں ابن عمر کی سند کے حوالہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت قرار دیا تو حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں نم ہوگئیں، آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا:

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' اَنتَ اَخِی فِی الدُّنیَا وَ الآخِرَۃِ ''تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔[1]

احمد بن حنبل اور ابن مغازلی جابر بن عبداللہ کے حوالہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' مَکْتُوبٌ عَلیٰ بَابِ الْجَنَّۃِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ عَلِی اَخ رَسُولِ اللّٰہِ قَبلَ اَنْ یَخْلُقَ اللّٰہُ السَّمٰوَاتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ ''.

جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہیں اور یہ آسمانوں کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے لکھا گیا ہے۔

اسی روایت کو کتاب ''الجمع بین الصحاح الستہ ''ج۳، باب مناقب امیر المومنین علیہ السلام میں کتاب صحیح بن داؤد اور صحیح ترمذی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] صحیح ترمذی، ج۲ ص ۲۹۹۔

سوال ۳۳ ۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت فاطمہ زہراؑ کو رات میں کیوں دفن کیا اور ابوبکر و عمر کو خبر نہیں ہوئی؟

پہلا سوال تو یہ ہے کہ سب صحابہ خاص کر عمر و ابوبکر حضرت فاطمہ زہراؑ کی نماز جنازہ اور تشییع میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟

ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خبر نہیں دی، اس بات کو ہم بھی قبول کرتے ہیں البتہ قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں خبر کیوں نہیں دی؟

یہاں پر دو صورتیں ہیں: ۱۔ یہ کہ ابوبکر اور عمر حضرت علی علیہ السلام کے دوست تھے ۲۔ یا یہ لوگ دشمن تھے۔

اگر پہلی صورت فرض کی جائے کہ ابوبکر اور عمر حضرت علی علیہ السلام کے دوست تھے تو پھر اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے دوستوں کو حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت اور نماز جنازہ اور تدفین وغیرہ سے باخبر نہ کریں۔

پس یہی کہا جائے گا کہ ابوبکر و عمر دشمن تھے البتہ اس میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دشمنی کی علت کیا تھی؟

جواب میں یہی کہا جائے گا کہ: (۱) فدک غصب کرنا (۲) خلافت غصب کرنا (۳) دین میں بدعت ایجاد کرنا (۴) سنت ترک کرنا (۵) اہل بیتؑ کو تکلیفیں پہنچانا، وغیرہ وغیرہ۔

سب سے اہم یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے وصیت کی تھی کہ رات میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور کفن و دفن کیا جائے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس طرح کی وصیت کیوں فرمائی؟

جواب: اس لئے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ ابوبکر اور عمر سے ناراض تھیں، ممکن ہے کہ اہل سنت

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن قتیبہ کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں خود نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ ابوبکر سے ناراض تھیں اور اس تاریخی خطبہ کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا:

اے ابوبکر! '' وَ اللّٰہِ لَاَدْعُوَنَّ عَلَیْکَ عِنْدَ کُلِّ صَلوٰۃٍ اُصَلِّیْهَا '' خدا کی قسم ہر نماز میں تیرے لئے بددعا کروں گی پس یہ آپ کا بددعا کرنا ناراض ہونے ہی کی دلیل ہے۔

سوال ۳۴۔ ابوبکر اور عمر نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو ناراض کیوں کیا؟ اور آپ دنیا سے ابوبکر اور عمر سے ناراضگی کی حالت میں کیوں گئیں؟

ہوسکتا ہے کہ اہل سنت حضرات سوال کریں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے ابوبکر اور عمر سے ناراض ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اور اسے کس طرح ثابت کیا جاسکتا ہے؟

جواب۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا:

'' یَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ لِغَضَبِكِ وَ یَرْضیٰ لِرِضَاكِ ''

اے فاطمہ! خداوند عالم تمہارے ناراض ہونے سے ناراض اور تمہارے خوش ہونے سے خوش ہوتا ہے۔ اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس کے حوالے درج ذیل ہیں:

۱۔ ابن حجر عسقلانی، صواعق محرقہ، ص ۱۰۷، ۱۰۵

۲۔ ینابیع المودۃ، ص ۱۷۳

۳۔ مستدرک الصحیحین، حاکم، ج ۳، ص ۱۵۳

۴۔ الاصابۃ، ابن حجر عسقلانی، ج ۸، ص ۱۵۹

۵۔ تذکرۃ الخواص، سبط ابن جوزی، ص ۱۷۵

۶۔ ذخائر العقبی، محبّ طبری، ص ۳۹

۷۔ اسد الغابۃ، ابن اثیر، ج ۵، ص ۵۲۲

sabeelesakina@gmail.com

حضرت فاطمہ زہرا کے ابوبکر اور عمر پر ناراض ہونے کی دلیلیں:

حضرت فاطمہ زہرا کے ابوبکر اور عمر سے ناراض ہونے پر بہت سی دلیلیں ہیں کہ اگر حوالہ کے ساتھ سب کو ذکر کریں تو اصل مطالب وسوال سے دور ہو جائیں گے، البتہ اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اہل سنت کے مطابق نقل کرتے ہیں یہ بات یاد رہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے ابوبکر اور عمر سے ناراض ہونے کی وجہ دو اہم چیز تھی: (۱) غصب فدک (۲) غصب خلافت۔

ابن قتیبہ کتاب ''الامامہ والسیاسہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

عمر نے ابوبکر سے کہا: کیا اپنے اس مخالف سے بیعت نہیں لیں گے؟

ابوبکر نے قنفذ سے کہا: جاؤ اور حضرت علی علیہ السلام سے کہو کہ آپ کو امیر المومنین نے بیعت کے لئے بلایا ہے، قنفذ گیا اور اس نے بلند آواز میں حضرت علی علیہ السلام کو بیعت کے لئے پکارا، حضرت علیؑ نے فرمایا:

''سُبْحَانَ اللّٰہ لَقَدِادَّعیٰ مَالَیْسَ لَہٗ''

سبحان اللہ اب اس چیز کا دعوی کر رہا ہے جو اس کا حق نہیں ہے۔

یہ سنکر ابوبکر رونے لگے، اس کے بعد عمر نے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے دروازہ پر آ کر دستک دی:

''نَادَتْ بِاَعْلیٰ صَوْتِھَا یَا اَبِی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَاَ لَقِیْنَا بَعْدَکَ مِنْ اِبْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ اَبِی قَحَافَہ''

حضرت فاطمہ زہراؑ نے بلند آواز سے کہا: اے بابا جان! اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے بعد ابن خطاب (عمر) اور ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کی طرف سے کتنے عظیم مظالم ہم پر ہو رہے ہیں۔

لوگوں نے جب حضرت فاطمہؑ کے [illegible]

حدیث کا حوالہ۔

۱۔ کتاب الامامتہ والسیاسہ، تالیف ابن قتیبہ، ص۱۴، چاپ، فتوح الادبیہ ۱۳۳۱ھ، لیکن چاپ ۱۳۷۸ھ برابر ۱۹۶۷ء میلادی میں ڈاکٹر طہ محمد زینی استاد جامعہ ازہر، ناشر: مؤسسہ حلبی اور ان کے ساتھیوں کی تحقیق کے مطابق مذکورہ بات حذف کردی گئی ہے ص۱۹، بعد میں واضح ہوا کہ مذکورہ بات اس چاپ میں موجود ہے، البتہ کتاب کی صفحہ بندی میں اشتباہ ہوگیا، اس طرح کہ پہلی جلد کا ۲۰ واں (بیسواں) صفحہ دوسری جلد کے بیسویں (۲۰ ویں) صفہ سے بدل گیا۔

حضرتِ علیؑ کے گھر پر ہجوم اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی ناراضگی۔

ابن قتیبہ اسی کتاب میں رقم طراز ہیں: ابوبکر اس بات پر راضی ہوگئے تھے کہ حضرت علیؑ ان کی بیعت نہ کریں مگر چوں کہ دوسروں (طلحہ و زبیر اور عباس) سے جو کہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر پناہ لئے ہوئے تھے، بیعت لینی تھی لہٰذا ان کی تلاش میں نکلے، معلوم ہوا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں ہیں تو انہوں نے عمر کو حضرت علی علیہ السلام کے گھر بھیجا تا کہ وہ گھر سے باہر آ کر ابوبکر کی بیعت کریں، وہ لوگ گھر سے نہیں نکلے، عمر نے کہا:

لکڑیاں لے کر آ ؤ اور اس نے یہ بھی کہا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے گھر سے باہر نکل آ ؤ ورنہ اہل خانہ سمیت گھر میں آگ لگا دوں گا، لوگوں نے کہا:

"یَا اَبَا حَفصٍ اَنَّ فِیهَا فَاطِمَةُ "

اے ابوحفص ! یہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا گھر ہے اس میں فاطمہؑ ہیں، اس میں آگ کیوں لگا رہے ہو؟ حضرت فاطمہ زہرا نے دروازہ کے پیچھے آ کر کہا:

[illegible]

حق کو غصب کرلیا۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ان دونوں (ابو بکر و عمر) سے ناراض ہو گئیں اور آپ نے مصمم ارادہ کیا کہ جب تک زندہ ہیں ان سے بات نہیں کریں گی۔ چنانچہ بخاری کتاب ''صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں:

''فَوَجَدَتْ اَیْ غَضَبَتْ فَاطِمَۃُ عَلیٰ اَبِی بَکْرٍ فَھَجَرَتْہُ فَلَمْ تَکَلِّمْہُ حَتّٰی تَوَفِّیَتْ''

یعنی حضرت فاطمہ زہراؑ ناراضگی کی حالت میں ابو بکر سے علیحدہ ہوئیں اور ان پر اس طرح ناراض رہیں کہ وقت شہادت تک کلام نہیں کیا۔

سوال ۳۵۔ حارث بن نعمان فہری پر حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا انکار کرنے کی وجہ سے آسمان سے پتھر نازل ہوا تھا یا نہیں؟

جواب۔ حارث بن نعمان فہری حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا انکار اور شک کرنے کی وجہ سے بعد پیغمبر نیز حیات پیغمبر میں عذاب میں مبتلا ہوا کہ اہل سنت کے مفسر ابو اسحاق ثعلبی اس آیہ کریمہ:

'' سَئَالَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ یعنی ایک سائل نے واقع ہونے والے عذاب کے بارے میں سوال کیا '' کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ یہ آیت ''سَئَالَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ'' کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

سفیان نے اس شخص سے کہا: تم نے وہ بات مجھ سے پوچھی ہے جو ابھی تک کسی نے نہیں پوچھی، میرے والد نے جعفر بن محمد اور انہوں نے اپنے آباو اجداد سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے میدان میں حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے ندا دی جائے، پس جب

[1] صحیح بخاری، ج ۵، ص ۹ و ج ۷ ص ۸۷

سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا:

''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ''

جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں۔

یہ خبر بہت تیزی سے شہروں میں پھیلی اور حارث بن نعمان فہری تک پہنچ گئی، حارث ناقہ پر سوار ہو کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور ناقہ سے پیادہ ہو کر کہا:

اے محمد! آپ نے ہمیں خدا کی طرف سے حکم دیا کہ ہم گواہی دیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں، ہم نے اسے قبول کیا، آپ نے حکم دیا کہ پانچوقت نماز پڑیں، ہم نے قبول کیا، آپ نے حکم دیا کہ زکوٰۃ دیں، ہم نے قبول کیا، آپ نے حکم دیا کہ ماہ رمضان میں روزہ رکھیں، ہم نے قبول کیا، آپ نے حکم دیا کہ حج ادا کریں، ہم نے قبول کیا، آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کی اور اپنے چچا زاد بھائی کے بازوؤں کو پکڑ کر بلند کیا تا کہ انہیں ہم پر افضلیت و برتری دیں اور آپ نے فرمایا:

''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ''

جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علی مولا ہیں، یہ بات آپ نے اپنی طرف سے کہی ہے یا خدا کی طرف سے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ''

اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ عہدہ خدا کی طرف سے تھا۔

اس کے بعد حارث واپس جانے کے لئے مڑا اور اس نے کہا: خدایا! جو کچھ محمد نے کہا ہے اگر

نے اس کے سر پر پتھر نازل کیا جو نیچے سے نکل گیا اور حارث وہیں پر ہلاک ہو گیا اور بلا فاصلہ یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی: '' سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ''[1]

ایک سوال کرنے والے نے خدا سے ہونے والے عذاب کی دعا کی ایسا عذاب کہ جس سے کافروں کو کوئی محفوظ نہیں رکھ سکتا۔[2]

علامہ شبلنجی نے کتاب ''نور الابصار'' کے صفحہ ۷۱ پر اس روایت کی تفسیر ثعلبی سے نقل کی ہے۔

نیز مناوی نے اس حدیث کو کتاب ''فیض القدیر'' ج ۶، صفحہ ۲۱۷ پر نقل کیا ہے لیکن اس کی روایت میں سفیان نے جعفر بن محمد کا نام نہیں لیا۔

سوال ۳۶ ۔ ابوبکر نے مالک بن نویرہ کے قتل ہونے کے بعد ولید بن عقبہ کے ہاتھوں اس فاسق پر حد شرعی جاری کیوں نہیں کی؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ ولید بن عقبہ کے فاسق ہونے پر دلیل کیا ہے؟

۱۔ ولید بن عقبہ کے فاسق ہونے پر بہترین دلیل اہل سنت کا یہ قول ہے جو کتاب ''اسد الغابہ'' میں بیان ہوا ہے کہ تفسیر قرآن جاننے والوں کے بیچ کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آیہ ''إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ''[3] اگر فاسق خبر لائے تو اسکے بارے میں تحقیق کی جائے ولید بن عقبہ (عثمان کے مادری بھائی) کے بارے میں طائفہ بنی مصطلق کے واقعہ میں نازل ہوئی اور قرطبی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ فاسق سے مراد ولید بن عقبہ ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے ولید سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اے ولید! تو وہی شخص ہے کہ جس نے طائفہ بنی مصطلق سے زکوۃ جمع کرنے کے مسئلہ میں انہیں اسلام کے خلاف قیام کرنے سے متعلق متہم کیا اور خداوند عالم نے

سورہ حجرات آیہ کریمہ: " یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِنْ جَائَکُمْ فَاسِقٌ ... " میں تجھے جھٹلایا اور فاسق کہا۔[۱]

۲۔ ثعلبی نے آیہ کریمہ " اَفَمَنْ کَانَ مُؤمِناً کَمَنْ کَانَ فَاسِقاً لَا یَسْتَوُنَ " کیا صاحب ایمان فاسق کے جیسا ہوسکتا ہے؟ نہیں، یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہیں۔[۲]

کہا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب اور ولید بن عقبہ بن معیط عثمان کے مادری بھائی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اسی وجہ سے ان کے بیچ کچھ اختلاف ہوگیا تھا۔

ولید نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: چپ ہو جایئے آپ ابھی بچہ ہیں! اور میں آپ سے سخن گوئی اور فصاحت نیز بہادری میں زیادہ قوی ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

" اُسْکُتْ فَاِنَّکَ فَاسِقٌ "

خاموش ہو جا اس لئے کہ تو فاسق و بدکار ہے، اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ تو وہی شخص ہے کہ جس نے زکوٰۃ جمع کرتے وقت قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں پر اسلام کے خلاف قیام کرنے کا اتہام لگایا، چنانچہ خداوند عالم نے سورۂ حجرات آیہ " یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِنْ جَائَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَیَّنُوا " میں تجھے جھٹلایا اور فاسق کہا ہے[۳] یعنی ظاہراً تو اس آیت کا مصداق ہے اور تیری بات پر غور و فکر کی ضرورت ہے، حضرت علی علیہ السلام کی ولید بن عقبہ سے گفتگو کے بعد اس آیت کا مصداق پیدا ہوا کہ اس میں مومن سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ ہے۔[۴]

۱۔ تفسیر قرطبی، آیہ نباء۔

۲۔ سورہ سجدہ، آیت ۱۸۔

اس تفصیل کے بعد ولید بن عقبہ کا فاسق ہونا یقینی ہو جاتا ہے اور قبیلہ بنی مصطلق کے ساتھ اس کی زیادتی بھی نا قابل انکار ہے اور اسلام و قرآن مجید کے قانون کے مطابق اس پر حد شرعی اور قصاص واجب ہو جاتا ہے لیکن جناب ابوبکر نے اسے معاف کیا اور نہیں معلوم کہ کس طرح اس کے حق میں اس طرح کا حکم دیا؟

سوال ۳۷۔ مکہ میں بت شکن حضرت علی علیہ السلام تھے یا خلفاء ثلاثہ؟

حضرت علی علیہ السلام کی خصوصیات وفضیلت میں سے ایک یہ تھی کہ آپ فتح مکہ، یہاں تک کہ ہجرت سے پہلے بھی بت شکن تھے اور ہر صحابی سے پہلے اس کام کا اقدام کیا اور یہ بات خود علمائے اہل سنت کی معتبر کتابوں میں منقول ہے۔

ابن مغازلی کتاب ''المناقب'' میں اپنی سند سے بحوالہ ابوہریرہ، روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فتح مکہ کے دن فرمایا: کیا تم اس بت کو کعبہ پر دیکھ رہے ہو؟ کہا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا: میں تمہیں اٹھاتا ہوں تم میرے کاندھوں پر کھڑے ہو جاؤ اور ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑ کر نیچے گرا دو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حضور میں آپ کو اٹھا لیتا ہوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر قبیلہ ''ربیعہ'' اور ''مغر'' کے سب افراد مل کر میرے بدن کے کسی ایک اعضا کو اٹھانا چاہیں تو جب تک میں زندہ ہوں نہیں اٹھا سکتے، لیکن علی! تم اپنی جگہ کھڑے رہو، اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے بازوؤں کو پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ پیغمبر اسلام کی بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور پھر آپ نے پوچھا: اے علی! اس وقت خود کو کیسا پاتے ہو؟

جواب دیا! ایسا لگتا ہے کہ خداوند عالم نے مجھے آپ کے ذریعہ اتنی بلندی تک پہنچا دیا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بت اٹھاؤ، حضرت علی علیہ السلام نے بت اٹھا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے زمین پر گرادیا اور وہ ٹوٹ گیا۔[1]

اس روایت کو حاکم نے بھی کتاب ''مستدرک'' میں نقل کیا ہے اور اس میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب میں کعبہ کی چھت پر پہنچا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے ہو کر فرمایا: اے علی علیہ السلام! ان میں سے بڑے بت کو نیچے پھینک دیجئے (حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں) میں نے دیکھا کہ (بت) میخ (کیل) کے ساتھ زمین میں گڑا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے اس قدر کھینچئے کہ اکھڑ جائے، اس کے بعد آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی: '' جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ان الباطل كَانَ زَهُوْقاً [2] یعنی اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ حق آپہنچا اور باطل نابود ہوا اور ایک دن باطل کو تو نابود ہونا ہی تھا''[3]

اس روایت کو احمد بن حنبل نے اپنی کتاب ''مسند'' [4]، نسائی نے اپنی کتاب ''خصائص'' [5]، علامہ متقی ہندی نے ''کنز العمال'' [6]، محب طبری نے ''ریاض النضرہ'' [7] اور دیگر علما نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت ہجرت سے پہلے ایک بت ٹوٹنے کے سلسلہ میں ہے۔

البتہ حضرت علیؑ نے جو فتح مکہ کے موقعہ پر ۶ دن بت توڑے تو اس سے متعلق علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں آیہ کریمہ '' جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ '' کے ذیل میں اور تفسیر ''الکشاف والبیان

---

[1] المناقب، ص ۲۰۲، ابن مغازلی۔

[2] سورہ اسرا، آیت ۸۱۔

[3] مستدرک الصحیحین، ج ۲، ص ۳۶۶۔

[4] مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۸۴، ۱۵۱۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے، علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ فتح مکہ کے دن جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو جناب جبرئیلؑ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنا عصا اٹھا کر ان بتوں کو توڑ دیجئے، مشرکین مکہ نے دیکھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عصا سے جس بت کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ زمین پر گر جاتا تھا پس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب بتوں کو توڑ ڈالا اور قبیلہ خزاء کا ایک بت کعبہ کے بالا حصہ میں باقی رہ گیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام! اس بت کو نیچے ڈال دیجئے، آپ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے دوش مبارک پر سوار کیا یہاں تک کہ میں کعبہ کے بالا حصہ تک پہنچ گیا اور اس بت کو توڑ دیا، مکہ کے لوگ ہمارے اس عمل سے تعجب کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح حضرت علی علیہ السلام کو تمام لوگوں پر بزرگ و برتر قرار دیا اور جو لوگ خلافت کے دعویدار تھے ان میں سے، ایک کو بھی اس طرح کی فضیلت میسر نہیں ہوئی اور حضرت علی علیہ السلام کی ان فضیلتوں نے دوسروں کو رنجیدہ خاطر کر رکھا تھا، اس وجہ سے ان کے دلوں میں حسد اور بغض و نفاق پیدا ہو چکا تھا، چوں کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بتوں کو توڑنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے بازؤں کو پکڑ کر بلند کیا یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور ہجرت کے بعد فتح مکہ کے دن حضرت علی علیہ السلام کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور حضرت علی علیہ السلام نے بتوں کو توڑا پس ان سب حقائق کے باوجود عقل سلیم حضرت علی علیہ السلام کے حق میں کس طرح فیصلہ کرے گی؟ بڑے بڑے صاحبان عقل و شعور حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و کمالات کو درک کرنے میں مبہوت و حیرت زدہ رہ گئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک حضرت علی علیہ السلام کی قدم گاہ قرار پائے پس اب حضرت علی علیہ السلام اور ابوبکر و عمر و عثمان کے بیچ فاصلہ واضح ہے

جواب دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صدیقین اور شہدا مرنے کے بعد بات چیت نہیں کرتے سوائے نبی یا وصی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضرت علیؑ کے سلام کا جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علیؑ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی و جانشین ہیں، چنانچہ اگر حضرت علیؑ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی و جانشین نہ ہوتے تو اصحاب کہف اور رقیم آپ کے سلام کا جواب نہ دیتے۔

فقیہہ شافعی ابن مغازلی کتاب ''المناقب''[1] میں اور ثعلبی اپنی تفسیر ''الکشاف والبیان'' میں آیہ کریمہ ''اَمْ حَسِبْتَ اِنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ کَانُوا مِنْ آیَاتِنَا عَجَباً''[2] کے ذیل میں انس بن مالک سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: قبیلہ خندق کی طرف سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک فرش ہدیہ کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس اسے بچھا دو، میں نے اسے بچھا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس آدمیوں کو بلاؤ، جس وقت دس آدمی جمع ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر بیٹھ جایئے، وہ سب اس پر بیٹھ گئے، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور آپ سے کافی دیر تک سرگوشی کی، جب آنحضرت کی بات ختم ہوگئی تو حضرت علی واپس ہوئے اور وہ بھی اس فرش پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ہوا! ہمیں لے چل، ہوا ہمیں لے گئی اور فرش پرندوں کے بازوؤں کی طرح خود کو ہلا رہا تھا۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ہوا! ہمیں اتار دے، جیسے ہی ہم اترے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ اس وقت کہاں ہو؟

ہم نے کہا: نہیں جانتے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ اصحاب کہف اور رقیم کی جگہ ہے، اٹھئے اور اپنے بھائیوں کو سلام کیجئے، انس کہتے ہیں کہ ہم اٹھے اور سب کو الگ الگ سلام کیا لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اٹھ کر فرمایا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مَعَاشِرَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَاءِ''

انہوں نے جواب دیا: ''عَلَیْکُم السَّلَام وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ''

انس نے کہا: کیا وجہ ہے جو آپ کے سلام کا جواب دیا مگر ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے ان (اصحاب کہف اور رقیم) سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تم نے ہمارے بھائیوں کے سلام کا جواب نہیں دیا؟

انہوں نے کہا: ہم گروہ صدیقین وشہداء مرنے کے بعد تکلم نہیں کرتے سوائے نبی یا وصی نبی کے، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ہوا! ہمیں لے چل، ہوا ہمیں لے کر چلنے لگی اور فرش پرندوں کے بازوؤں کی طرح ہلنے لگا، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں چھوڑ دے، ہوا نے ہمیں چھوڑ دیا، اچانک ہم نے خود کو مدینہ کے سنگستان حرہ میں دیکھا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں، آخری رکعت میں شریک ہوں گے، ہم وضو کر کے آئے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رکعت میں اس آیت کی قرائت فرما رہے تھے ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیمِ کَانُوا مِنْ آیَاتِنَا عَجَباً''[1]

سوال ۳۹۔ کیا خداوند عالم عہدۂ امامت ''اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً'' کو ظالمین (جنہوں نے بتوں کو سجدہ اور ان کی عبادت کی) کے سپرد کر سکتا ہے؟

متفق علیہ حقیقت ہے کہ ابوبکر اور عمر پہلے بتوں کی پوجا کرتے تھے لہٰذا ظالمین کے زمرہ میں

۱۔ سورہ کہف، ۹ آیت

آتے ہیں، اسی بنا پر عہدۂ امامت ان تک نہیں پہنچ سکتا، جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی نے زندگی کے کسی لمحہ میں بھی بتوں کی عبادت نہیں کی اور نہ ہی بتوں کو سجدہ کیا، چنانچہ ابن مغازلی شافعی نے کتاب "المناقب"[1] میں ایک روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جناب ابراہیم کی دعا مجھ پر اور علی پر ختم ہوئی ہے: " لَمْ يَسْجُدْ اَحَدُنَا لِصَنَمٍ قَطُّ فَاتَّخَذَنِي نَبِيّاً وَ اتَّخَذَ عَلِيّاً وَصِيّاً "[2]

ہم میں سے ہر ایک نے کبھی بھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا، پس خداوند عالم نے مجھے اپنا نبی اور علی کو وصی قرار دیا۔

نیز ابن مغازلی کتاب "المناقب" میں اپنی سند سے بحوالہ عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا سے ہوں۔

کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: آپ کس طرح اپنے باپ جناب ابراہیم کی دعا سے ہیں؟

آنحضرت نے فرمایا: خداوند عالم نے جناب ابراہیم پر وحی کی " اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَاماً "[3] جناب ابراہیم خوش ہوئے اور انہوں نے کہا: خدایا! میری نسل میں بھی میری طرح امام بنا۔

خداوند عالم نے جناب ابراہیم پر وحی کی: اے ابراہیم! میں تم سے کوئی ایسا عہد نہیں کرتا جسے پورا نہ کروں، عرض کیا: خدایا! وہ کون سا عہد ہے کہ اگر مجھے عطا کرے گا تو (میری اولاد میں سے ظالمین) کو نہیں دے گا؟

فرمایا: میں عہدۂ امامت کو تمہاری نسل میں ظالمین کو نہیں دوں گا۔

جناب ابراہیم نے عرض کیا: خدایا! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ۔

---

[1] المناقب، ص ۲۷۶

[2] المناقب، ص ...

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: جناب ابراہیم کی دعا مجھ پر اور علی پر ختم ہوئی۔

چنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام دونوں جناب ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں اور پیغمبر اسلام ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جناب ابراہیمؑ کی دعا مجھ پر اور علی پر ختم ہوئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت مجھ میں اور وصایت علی میں متحقق ہوئی، نتیجہ یہ ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ ابوبکر و عمر و عثمان نسل ابراہیم سے ہیں تو بھی ان کا شمار ظالمین میں ہے لہٰذا ان تک یہ عہدۂ امامت نہیں پہنچ سکتا۔

نیز پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ہم میں سے کسی نے کبھی بھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا، چنانچہ خداوند عالم نے مجھے نبی اور علی کو وصی قرار دیا۔

فیصلہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے تاکہ حق اور انصاف چھپ نہ سکے اور یہ بات بہت اہم ہے کہ جناب عمر کے شجرہ کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ان کا اور جناب ابوبکر کا حسب ونسب معلوم ہو سکے۔

سوال ۴۰۔ حضرت مہدیؑ منجی آخر الزمان رسول خدا کے کون سے خلیفہ کے فرزند ہیں؟

سوال یہ ہے کہ کیا آخری زمانہ میں کوئی شخص دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا؟

اسلامی روایتوں کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اہل سنت اور شیعہ نے بہت سی حدیثیں بیان کی ہیں جن میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے گا تو بھی خداوند عالم میری ذریت سے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

چنانچہ ابوداؤد اپنی کتاب ''صحیح'' میں بحوالہ ابوفضیل اور حضرت علیؑ پیغمبر اسلام ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''لَوۡ لَمۡ یَبۡقِ مِنَ الدَّھۡرِ اِلَّا یَوۡمٌ لَبَعَثَ اللّٰہُ رَجُلًا مِنۡ اَھۡلِ بَیۡتِی یسںھا عدۡلًا کَما مُلِئَتۡ ظُلۡماً وَ جَوۡراً''۔[1]

اگر زندگانی دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خداوند عالم اسی میں ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خداوند عالم آخری زمانہ میں ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ شخص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہے، چنانچہ خود اہل سنت کی بہت سی روایتیں موجود ہیں جیسا کہ کتاب ''الجمع بین الصحاح الستہ'' میں ان کی سند کے ساتھ جناب ام سلمیٰ کے حوالہ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے کہا: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

'' اَلْمَهْدِی مِنْ عِتْرَتِی مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ ''

مہدی علیہ السلام میری اولاد میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے ہیں،(۱)

یہاں پر اہل سنت کی طرف سے سوال کیا جاتا ہے کہ کہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منجی کائنات جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا مہدی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت اور فرزند حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کے سب فرزند حضرت علی سے ہیں جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، پس حضرت مہدی علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام سے ہیں، البتہ حدیث نقل ہوئی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی میرے فرزندوں میں سے ہیں (جس کی بازگشت حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ زہرا تک ہوتی ہے) اور وہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی کتاب ''صحیح ابن داؤد'' میں ابوسعید خدری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا:

'' قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْمَهْدِی مِنِّی اَجْلَی الْجَبْهَةِ ،

اَقنیٰ الْاَنف یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسطاً وَ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ

ظُلْماً وَ جَوراً وَ یَمْلَکُ سَبْعَ سِنِیْنَ "!

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہیں، ان کی پیشانی روشن (چوڑی) اور ناک ستوا ہوگی وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور سات سال حکومت کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منجی کائنات جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اس کا نام مہدی ہے اور وہ اہل بیت و عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، نیز حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد میں سے ہے اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سے ہے، اس لئے کہ فاطمہ زہراؑ کی سب اولاد حضرت علی علیہ السلام سے ہے پس اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ منجی کائنات جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا وہ حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور یہ افتخار حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے لئے کافی ہے۔

البتہ یہ بات بھی یاد رہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہیں کہ جن میں صریحاً بیان ہوا ہے کہ آپ کا نام پیغمبر کا نام اور آپ کے والد کی کنیت پیغمبر کے والد ماجد کی طرح (ابو محمد) ہے کیوں کہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی کنیت ابو محمد اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی کنیت بھی ابو محمد ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کا نام "م ح م د" ہے البتہ نام لینے سے منع کیا گیا ہے

دوسری فصل

احادیث اہل سنت

۱۔ حدیث خلافت
۲۔ حدیث خیبر
۳۔ حدیث غدیر
۴۔ حدیث علی منی وانا منہ
۵۔ حدیث اخوت
۶۔ حدیث وارث
۷۔ حدث علم
۸۔ حدیث حق
۹۔ حدیث من آذیٰ علیاً
۱۰۔ حدیث دشنام
۱۱۔ حدیث شباہت
۱۲۔ حدیث اطاعت
۱۳۔ علی مع القرآن...
۱۴۔ حدیث ایمان
۱۵۔ حدیث سد ابواب
۱۶۔ حدیث شجرہ
۱۷۔ حدیث سلونی
۱۸۔ حدیث انتخاب
۱۹۔ حدیث صلب
۲۰۔ حدیث سبقت
۲۱۔ حدیث صدیقون
۲۲۔ حدیث قاسطین
۲۳۔ حدیث بارہ خلیفہ
۲۴۔ حدیث فاروق
۲۵۔ حدیث سفینہ
۲۶۔ حدیث قسیم النار والجنہ
۲۷۔ حدیث ثقلین
۲۸۔ حدیث [illegible]

۱۔ حدیث منزلت:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسیٰ اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِی بَعْدِیْ"[۱]

اے علی! آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں سو (۱۰۰) احادیث اہل سنت اور ستر (۷۰) احادیث اہل تشیع سے کتاب "غایۃ المرام" باب ۲۱ و ۲۵ میں منقول ہیں۔

بخاری و مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے، احمد اور بزار نے ابی سعید خدری، طبرانی نے اسماء بنت عمیس اور ام سلمیٰ سے، جیش ابن جنادہ، ابن عمر، ابن عباس جابر ابن سمرہ، علی، براء بن عازب اور زید بن ارقم کے حوالہ سے نقل کیا کہ سب کہتے ہیں:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو جنگ تبوک میں گھر چھوڑا، حضرت علی علیہ السلام نے

کہا: اے رسول خداؐ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں، حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ میری طرف سے خلیفہ قرار پائیں جس طرح ہارون موسیٰ کے خلیفہ قرار پائے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے (جو فضائل میرے ہیں وہی آپ کے لئے ہیں)[1]

حدیث خلافت کتاب ''بدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۳۹ اور کتاب ذخائر العقبیٰ، ص ۶۳؛ فصول المہمہ، ص ۲۱؛ کفایۃ الطالب، گنجی شافعی، ص ۱۴۸۔۱۵۴، خصائص، ص ۱۹۔۲۵؛ صواعق محرقہ، ص ۱۷۷ اور غایۃ المرام، ص ۱۵۹ پر سو (۱۰۰) احادیث اہل سنت اور ۷۰ احادیث اہل تشیع سے منقول ہیں[2]

کتاب معیار والموازنہ، ص ۲۱۹ پر اس حدیث خلافت کو ابی جعفر اسکافی محمد بن عبد اللہ معتزلی متوفی ۲۴۵ھ نے نقل کیا ہے۔ (مؤلف)

علامہ ابی الحسن علی بن محمد بن واسطی جلالی شافعی متوفی ۴۸۳ھ جو ابن مغازلی کے نام سے مشہور ہیں ان کی کتاب ''مناقب الامام علی بن ابی طالب'' میں چالیسویں احادیث، ص ۶۷ پر حدیث منزلت (خلافت) کے نام سے منقول ہیں کہ ہم بھی اسے نقل کر رہے ہیں: ہمیں ۴۴۴ھ میں خبر دی، ابوالحسن احمد بن مظفر بن عطار فقیہہ شافعی نے اس طرح کے میں نے ان کے سامنے پڑھا اور انہوں نے اقرار کیا، میں نے ان سے کہا: آپ کو خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عثمان نے جو ابن سقا کے لقب سے ملقب ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی نے، انہوں نے کہا: ہم سے

---

[1] ترجمہ: ینابیع المودۃ، ج ۲، ص ۳۴، تالیف: علامہ فاضل شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم معروف بہ خواجہ کلان حسینی بلخی قندوزی حنفی۔

نقل کیا سعید بن مطرف باہلی نے، انہوں نے کہا: ہم سے نقل کیا: یوسف بن یعقوب (ماجشون) نے، ابن منکور سے، سعید بن مسیب سے، عامر بن سعد سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ انہوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے، میں چاہتا تھا کہ سعد سے خود گفتگو کروں، میں نے ان سے ملاقات کی اور جو کچھ مجھ سے عامر نے کہا تھا میں نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہاں میں نے سنا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، میں نے کہا: آپ نے سنا ہے؟

انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: اگر نہ سنا ہو تو میں دونوں کانوں سے بہرہ ہو جاؤں۔

یہ حدیث اس وقت کی ہے کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک کے لئے جانے والے تھے اور حضرت علی علیہ السلام جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے، اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرے جانشین ہو جاؤ اور کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ تم پیغمبر نہیں ہو (یعنی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے)۔ (مؤلف)

ابن مغازلی نے اپنی کتاب ''مناقب الامام علی ابن ابی طالب'' میں ۱۷ احادیث اس مضمون (اے علی! تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے) کی نقل کی ہیں اور یہ حدیث متواتر ہے۔[۱]

اس حدیث شریف کی تائید سورۂ طٰہٰ کی آیت '' وَاجْعَلْ لِی وَزِیراً مِنْ اَهْلِی '' سے ہوتی ہے، کتاب نظریہ صحابہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مؤلف)

۲۔حدیث خیبر

''قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم لَاُعطِیَنَّ الرَّایَةَ غداً رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ کَرَاراً غَیرَ فَرَارٍ لَا یَرجِعُ حَتیٰ یَفتَحِ اللّٰهُ عَلیٰ یَدَیهِ فَاَعطَاهَا عَلِیّاً فَفَتَحَ عَلیٰ یَدَیهِ''(۲)

یعنی کل میں علم اس کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا غیر فرار ہے، وہ اس وقت تک نہیں پلٹے گا جب تک کہ خداوند عالم اس کے ہاتھوں پر قلعہ خیبر کو فتح نہ کر دے، اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو علم دیا اور خداوند عالم نے قلعہ خیبر کو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر فتح کیا۔

بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے سہل بن سعد بن ابی وقاص سے اور طبرانی نے ابن عمر و ابن ابی لیلیٰ و عمران بن حصین سے اور بزار نے ابن عباس سے، سب نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا:

کل میں علم اسے دوں گا کہ جس کے ہاتھوں پر خداوند عالم قلعہ خیبر کو فتح کر دے گا وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں، اس شب پوری رات لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کسے علم دیتے ہیں، صبح ہوتے ہی سب رسول خدا کے پاس جمع ہو گئے اور ہر ایک کو یہ امید تھی کہ (شاید) مجھے علم مل جائے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی کہاں ہیں؟

بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے (لہٰذا حاضر نہیں ہوئے)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔

جب حضرت علی علیہ السلام حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی چشم مبارک میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی اور آپ فوراً صحیح ہو گئے، اس طرح کہ آنکھوں میں کسی طرح کا کوئی درد اور بیماری نہیں رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو علم دیا اور خداوند عالم نے ان کے ہاتھوں پر خیبر فتح کیا۔[1]

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن عثمان نے (کہا:) ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ حافظ نے (اجازۃ) (کہا:) ہم سے حدیث بیان کی ابوجعفر احمد بن محمد بن نصیر ضبعی نے، انہوں نے کہا: مجھ سے نقل کیا ہے ادریس بن حکم ابویحیٰ نے (کہا:) ہم سے نقل کیا یوسف بن عطیہ صفار نے (کہا:) کہ سعید بن ابوعروبہ سے بحوالہ قتادہ، بحوالہ سعید بن مسیّب، بحوالہ ابوہریرہ حدیث بیان کی، کہا:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو خیبر کی طرف بھیجا لیکن آپ فتح نہ کر سکے، ان کے بعد عمر کو بھیجا مگر وہ بھی فتح نہ کر سکے۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب میں اس کو علم دوں گا جو بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے اور وہ جنگ سے فرار نہیں کرے گا اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب کیا جب کہ آنجناب علیہ السلام کی آنکھوں میں درد تھا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنجناب علیہ السلام کی چشم مبارک میں لعاب دہن لگایا (اس کے بعد جب) آنکھیں کھولیں تو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے درد و بیماری تھی ہی نہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ علم لے کر جاؤ خداوند عالم تمہارے ہاتھوں پر خیبر فتح کرے گا، حضرت علی علیہ السلام باہر آئے اور تیزی سے خیبر کی طرف بڑھے اور میں آنجناب کے پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ آپ نے علم کو پتھر پر گاڑ دیا، یہ دیکھ کر یہودی نے کہا:

آپ کون ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں علی بن ابی طالب ہوں۔

اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا: اس خدا کی قسم جس نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تم مغلوب ہو گئے اور خدا کی قسم یہ اس وقت تک نہ پلٹے گا جب تک کہ خداوند عالم اس کے ہاتوں پر خیبر فتح نہ کر دے۔[1]

ابن مغازلی نے کتاب ''مناقب علی بن ابی طالب'' میں گیارہ احادیث حضرت علی علیہ السلام کے سلسلہ میں بیان کی ہیں جن میں تین چیزوں کی طرف اشارہ ہوا ہے:

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو خیبر کے دن علم دیا۔

۲۔ خیبر کے دن امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی آنکھوں میں درد تھا جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ہاتھ اور لعاب دہن سے) شفایاب کیا۔

۳۔ یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں علم اسے دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔[2] (مؤلف)

۱۔ کتاب ''مناقب علی بن ابی طالب

۳۔ حدیث غدیر

''قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ''

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علی علیہ السلام مولا ہیں، خدایا! تو علی علیہ السلام کے دوست کو دوست رکھ اور علی علیہ السلام کے دشمن کو دشمن رکھ۔

اس حدیث کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں ارشاد فرمایا۔

اس حدیث غدیر کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس (۳۰) صحابیوں نے نقل فرمایا ہے کہ جس کے اکثر و بیشتر طرق صحیح یا حسن ہیں۔ [۱]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت غدیر خم میں ٹھہرے اور مسلمانوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو مسلمانوں کی راہبری اور ولایت کے لئے منصوب فرمایا۔

براء بیان کرتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے سفر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، جب ہم غدیر خم کے میدان میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس جگہ کو صاف کیا گیا، پھر اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر انہیں دائیں طرف کیا اور فرمایا:

کیا مجھے تم پر اختیار نہیں ہے؟

لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ کے دشمن سے دشمنی رکھ۔

عمر بن خطاب نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کو مبارک باد دی اور کہا: مبارک ہو مبارک ہو آپ میرے اور تمام مؤمنین ومؤمنات کے مولا ہو گئے۔[1]

نسائی نے کتاب خصائص، ص ۳۱ چاپ نجف اشرف ۱۳۶۹ھ اور بحرانی نے کتاب غایۃ المرام، ص ۷۹ پر اس مضمون کی احادیث ۸۹ طرق کے ساتھ اہل سنت سے اور ۴۳ طرق کے ساتھ اہل تشیع سے نقل کی ہیں۔[2]

ابو جعفر اسکافی محمد بن عبداللہ معتزلی متوفی ۲۴۰ھ نے حدیث غدیر کو کتاب معیار والموازنہ ص ۷۲۔۷۱ پر نقل کیا ہے۔

راویوں کے ساتھ اس کتاب میں نقل علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن واسطی جلالی شافعی جو ابن مغازلی کے نام سے مشہور ہیں ان کی کتاب مناقب امام علی بن ابی طالب میں ص ۵۷ پر ۲۳ ویں حدیث، حدیث غدیر کے عنوان سے نقل ہوئی ہے، انہوں نے انصاف سے کام لیتے ہوئے حضرت علیؑ کے بارے میں حقائق کو حدیث کیکیا ہے۔ (مؤلف)

ہمیں خبر دی ابو یعلی علی بن عبید اللہ بن علاف بزار نے (اجازۃً) انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عبدالسلام بن عبدالملک بن حبیب بزار نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عبداللہ بن محمد بن عثمان ۔ انہوں نے کہا: ہم سے نقل کیا محمد بن بکر بن عبدالرزاق نے کہ ہم سے حدیث نقل کی ابو حاتم مغیرہ بن مہلبی نے، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث نقل کی مسلم بن ابراہیم نے کہ ہم سے نقل کیا نوح بن قیس

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۲۰۸ وج ۷ ص ۳۴۶۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۷۔ فصول المہمہ، ج ۲، ص ۲۳۔ خصائص

[2] نسائی، بحرانی کتاب غایۃ المرام میں اس حدیث کو اہل سنت کے ۸۹ اور شیعوں کے ۴۳ طرق سے نقل کیا ہے

احادیث اہل سنت ۹۹/

حدانی نے کہ ہم سے نقل کیا ولید بن صالح نے، زید بن ارقم کی زوجہ کے حوالہ سے انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ سے پلٹ رہے تھے کہ آپ نے غدیر خم میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے بیچ ہے، توقف کیا اور حکم دیا کے ایک بزرگ خیمہ نصب کر کے اسے اندر سے صاف کیا جائے، اس کے بعد لوگوں کو نماز جماعت کے لئے طلب کیا اور ہم اس تپتے ہوئے گرم صحرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم میں سے بعض شدید گرمی کی وجہ سے سروں پر چادریں ڈالے ہوئے تھے اور بعض اپنے قدموں پر لپیٹے ہوئے تھے، اسی حالت میں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، آپ نے نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ہماری طرف رخ کر کے فرمایا:

تمام تعریفیں وحدہ لاشریک کے لئے سزاوار ہیں، ہم اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں اور اپنے نفس کی برائیوں کی نسبت اس سے پناہ چاہتے ہیں، وہ خدا کہ جو گمراہ کرنے والے کو ہدایت نہیں کرتا اور ہدایت کرنے والے کو گمراہ نہیں کرتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ و رسول ہے بتحقیق عیسیٰ بن مریم اپنی قوم میں چالیس سال رہے اور میں بیس سال زیادہ ہوں، جان لو کہ میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا، یہ جان لو کہ بارگاہ خدا میں مجھ سے سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی سوال کیا جائے گا، کیا میں نے اپنی رسالت کو تم تک نہیں پہنچایا ہے؟

سب نے مل کر بیک آواز کہا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اس کے نیک بندہ اور پیغمبر ہیں بے شک آپ نے اس کی رسالت کو پہنچا دیا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور اس کے امر کو بیان فرمایا اور اس کی عبادت کی ہے،

خدا نے ... اور آپ کو ہماری طرف سے بہترین [illegible] پیغمبر [illegible]

۱۰۰ / علیؑ خلیفہ رسولﷺ ....

آنحضرتﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اس کا بندہ و رسول ہے اور بے شک جنت و دوزخ حق ہیں اور خدا کی ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہو؟

سب نے کہا: ہاں بے شک۔

رسول خداﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہاری تصدیق کی اور تم نے بھی میری تصدیق کی، جان لو کہ میں عنقریب تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا اور اس امر میں تم بھی میری پیروی کرو گے اور عنقریب حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے، جب مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں تم سے دو گراں قدر چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا کہ تم ان کے ساتھ کس طرح پیش آئے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم ان دونوں چیزوں کو سمجھنے سے عاجز رہ گئے کہ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ یہاں تک کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے رسول خداﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان، وہ گراں قدر دو چیزیں کیا ہیں؟

رسول خداﷺ نے فرمایا: ان میں سب سے عظیم خدا کی کتاب ہے، وہ ایک ایسی شئے ہے کہ جو ایک طرف سے خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف سے تمہارے ہاتھ میں ہے، پس اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور گمراہ نہ ہونا اور دوسری چیز میری عترت ہے کہ جس نے میرے قبلہ کی طرف رخ کیا اور میری دعوت کو قبول کیا، پس انہیں قتل مت کرنا اور ان پر غصہ نہ ہونا اور ان کے حق میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا کہ میں نے ان کے بارے میں خدا سے معلومات چاہی تو اس نے فرمایا: ان کی مدد کرنے والا میری مدد کرنے والا ہے اور ان کی مدد سے دوری اختیار کرنا گویا میری مدد سے دوری اختیار

ہوئی اور انہوں نے نبوت و پیغمبری کے خلاف اقدام کیا اور عدالت قائم کرنے والے کو نیست و نابود کرنا چاہا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں اور جس کا میں دوست ہوں اس کے یہ دوست ہیں، خدایا! جو انہیں دوست رکھتا ہے اسے دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے اس سے دشمنی رکھ اور آپ نے اس جملہ کی تین بار تکرار فرمائی اور ابن مغازلی نے اس حدیث کو اپنی کتاب ''المناقب'' میں بھی نقل فرمایا ہے کہ: ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن محمد بن طاؤن نے، انہوں نے کہا: ہم سے نقل کیا ابوحسین احمد بن حسین نے، ابن سماک کہتے ہیں: ہم سے نقل کیا ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر خلدی نے کہ ہم سے حدیث بیان کی علی بن سعید بن قتیبہ رملی نے، انہوں نے کہا: نقل کیا ضمرہ بن ربیعہ قرشی بن شوذب نے مطر وراق سے، شہر سے، حوشب سے، ابوہریرہ سے، انہوں نے کہا: جو شخص اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے گا اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا اور وہ غدیر خم کا دن ہے، اس وقت حضرت رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولویت نہیں رکھتا؟

سب نے کہا: کیوں نہیں اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی جان پر میں اولویت رکھتا ہوں حضرت علی علیہ السلام اس کی جان پر اولویت رکھتے ہیں۔

اس وقت عمر بن خطاب نے کہا: ماشاء اللہ مبارک ہو اے علی! آپ میرے اور تمام مؤمنین کے مولا ہو گئے اور خداوند عالم نے اس آیہ مبارکہ کو نازل فرمایا: '' اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ میں نے آج تمہارے دین کو کامل کیا ''۔

ابن مغازلی نے سولہ (۱۶) احادیث اور نقل کی ہیں جو سب حضرت علی علیہ السلام کی دوستی اور محبت و ولایت کے سلسلہ میں ہیں۔ (مؤلف)

البتہ علماء اور دانشوروں نے حدیث غدیر کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی ہیں، مرحوم سید بن طاؤس کہتے ہیں: ہماری تحقیق کے مطابق اس سلسلہ میں سب سے پہلے مستقل کتاب حافظ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے لکھی ہے جو ابن عقدہ کے نام سے مشہور ہیں اور وہ چاروں مذہبوں کے ماننے والوں کے نزدیک قابل اعتماد ہیں، انہوں نے کتاب کا نام ''حدیث الولایۃ'' رکھا ہے اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ''ابن عقدہ'' کی کافی تعریف و تمجید کی ہے۔

ابن عقدہ کے نقل کرنے کے مطابق جن لوگوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے ان کی تعداد سو (۱۰۰) ہے کہ جن میں پہلے ابوبکر بن ابی قحافہ اور آخر میں اسماء بنت عمیس ہیں اور ان کے اسماء سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن طاؤس کی کتاب ''الطرائف'' ص ۳۰۵-۳۰۴ پر مفصل بیان کئے گئے ہیں اور علامہ امینی نے سو (۱۰۰) صحابیوں کے نام جنہوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے حروف تہجی کی ترتیب سے پہلی جلد میں بیان کئے ہیں۔

۳۔ حدیث ''علی منی و انا منہ''

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ اِنَّ عَلِیاً مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ وَ هُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤمِنٍ بَعْدِی ''[1]

احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبش بن جنادہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں علی علیہ السلام سے ہوں اور وہ میرے بعد

تمام مومنوں کے ولی ہیں اور میرا دین علی علیہ السلام کے سوا کوئی ادا نہیں کرے گا۔

حدیث ۲۶۹ کتاب مناقب امام علی بن ابی طالب، مولف ابن مغازلی: ہمیں خبر دی علی بن عمر نے کہ ہم سے والد بزرگوار نے نقل کیا، انہوں نے کہا: ہم سے نقل کیا محمد بن حسین زعفرانی عدل نے کہ ہم سے نقل کیا محمد بن احمد بن براء نے، ابن سلیمان نے ان سے نقل کیا، انہوں نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی محمد بن سلمہ نے، محمد بن اسحاق سے، یزید بن عبداللہ بن قسیط سے، محمد بن اسامہ بن زید سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے علی! تم میرے داماد اور میرے فرزندوں کے باپ ہو، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ [۱]

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن عثمان نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ابو حسین نے کہ ہم سے حدیث بیان کی ابن سلیمان باغندی نے کہ ہم سے نقل کیا یوسف بن موسیٰ قطان نے کہ ہم سے نقل کیا عبیداللہ بن موسیٰ نے اسرائیل سے، ابو اسحاق سے، براء بن عازب سے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ [۲]

محمد بن علی بن حسین علوی نے میرے پاس لکھا کہ مجھے خبر دی کہ ابو حسین احمد بن عمران نے انہیں خبر دی اور کہا: ہم سے نقل کیا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے کہ ہم سے نقل کیا ابو ربیع زہرانی نے کہ ہم سے نقل کیا جعفر بن سلیمان نے کہ ہم سے نقل کیا یزید رشک نے مطرف بن عبداللہ سے، عمران بن حصین سے، انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[illegible]

۱۰۴ / علیؑ خلیفہ رسولؐ ....

علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور انہیں میرے بعد ہر مؤمن پر حق ولایت حاصل ہے۔ [۱]

• ترمذی اور حاکم عمران بن حصین کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ: رسول خداؐ نے فرمایا:

تم علی کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟ اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں وہ میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں۔ [۲]

ابن مغازلی نے اس حدیث کو دس طرق سے بیان کیا ہے البتہ حدیثوں کی عبارت میں مختصر فرق ہے کیوں کہ ایک حدیث میں اشارہ ہوا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اے علی! تم میرے داماد اور میرے فرزندوں کے والد ہو، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن پر حق ولایت رکھتے ہیں۔

اس حدیث سے پیغمبر اکرمؐ کے بعد بلا فاصلہ حضرت علیؑ کی ولایت لوگوں پر ثابت ہے اور ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے بریدہ نام کے ایک شخص سے فرمایا:

علی کو سب وشتم اور لعنت مت کرو کیوں کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ پر لعنت کرنا گویا رسول خداؐ پر لعنت کرنا ہے اور رسول خداؐ پر لعنت کرنا کفر ہے، حضرت علیؑ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، کیوں کہ علی کا وجود پیغمبر کا وجود ہے اور پیغمبر کا وجود علیؑ کا وجود ہے اور اس طرح سے حضرت علیؑ کی عظمت و

۱۔ ترجمہ کتاب مناقب الامام علیؑ بن ابی طالب ج ۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴

فضیلت سمجھ میں آتی ہے اور جن لوگوں نے آنجناب کی شان اقدس میں اہانت کی ہے اور جو ناصبیوں کی طرح سب وشتم کرتے ہیں ان کے کفر پر محکم دلیل موجود ہے۔[۱] (مؤلف)

۵۔ حدیث اخوت

''قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: (یَا عَلِی) اَنتَ اَخِی فِی الدُّنیَا

وَ الآخِرَةِ'' [۲] [۲] مناقب ابن ابی طالب، ص ۳۷، کفایۃ الطالب، ص ۱۹۴۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان دو، دو صحابیوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں نم تھیں، آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا: اے رسول خدا! آپ نے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ترمزی ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، حضرت علی علیہ السلام آئے اور آپ کی آنکھیں نم تھیں، آپ نے کہا:

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا اور مجھے کسی کا بھائی قرار نہیں دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔[۳]

ابن مغازلی کی کتاب ''المناقب'' میں ۱۳۴ ویں حدیث ہے جسے ہم نقل کر رہے ہیں کہ جس میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے بھائی تھے۔ مؤلف

---

[۱] روضۃ الکافی، حدیث ۹۰، ص ۱۵۷، مراجعہ کریں کتاب ''دیدگاہ اہل بیت رابیان می کند''

۱۰۶ / علیؑ خلیفۂ رسولؐ ....

ہمیں خبر دی ابو حسین احمد بن مظفر فقیہہ شافعی نے اس طرح کہ میں نے انہیں پڑھ کر سنایا اور انہوں نے قبول فرمایا، میں نے ان سے کہا:

آپ کو خبر دی ہے ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان مدنی نے جو کہ ابن سقا کے لقب سے ملقب ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی نے کہ ہم سے نقل کیا ذکریا بن یحیی کسائی نے کہ ہم سے حدیث بیان کی یحیی بن سالم نے کہ ہم سے حدیث بیان کی اشعث یعنی حسن بن صالح کے چچازاد بھائی نے کہ حسن بن صالح بہتر و برتر تھے، انہوں نے کہا: مجھ سے نقل کیا مسعر بن کدام نے عطیہ بن سعید سے، جابر بن عبداللہ سے کہ انہوں نے کہا:

میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا:

آسمان اور زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا تھا محمد خدا کے پیغمبر اور علی علیہ السلام ان کے بھائی ہیں۔

ایک حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

میرے بھائیوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب علی علیہ السلام ہیں اور میرے چچاؤں میں سب سے زیادہ محبوب جناب حمزہ ہیں[۱]

نتیجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ نزدیک حضرت علی علیہ السلام تھے اور اگر لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حدیث لکھنے دیتے تو آپ اپنے سب سے زیادہ محبوب شخص کے سپرد خلافت کر دیتے اور خلافت غصب کرنے والے اس بات کو بخوبی جانتے تھے لہذا وہ مانع ہوئے اور عمر نے آخری لحات میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنجیدہ خاطر کیا، یہاں تک کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا:

میرے بھائیوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب علی بن ابی طالب ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بلکہ محبوب ترین بھائی کہہ کر تعارف کرایا. پس آخر کس وجہ سے بعد پیغمبر دوسروں کو اس محبوب پیغمبر پر مقدم کیا؟![1]

۶۔ حدیث وارث

"قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم "لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَوَارِث وانَّ عَلِیّاً وَصِی وَ وَارِثِی"

ہر پیغمبر کا جانشین اور وارث ہے البتہ میرے جانشین اور وصی علی علیہ السلام ہیں۔

اس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کا وصی اور وارث ہونا لازم وملزوم ہے اور آپ کی وصایت کے مسئلہ میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور وصی کے مصداق میں اس نص کے بعد کہ جسے رسول خدا نے فرمایا: "وَانَّ عَلِیّاً وَصِیٌّ" کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا، لہذا حضرت علیؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی و جانشین تھے۔

البتہ ابوبکر کی خلافت کی دلیل لوگوں کا بیعت کرنا تھا اور عمر کی خلافت کی دلیل ابوبکر کی وصیت تھی اور عثمان کی خلافت کی دلیل شوریٰ تھی کہ جس کا عمر نے حکم دیا تھا، لیکن حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر دلیل نص پیغمبر تھی اور نص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے لوگوں کی بیعت اور وصیت ابوبکر اور شوریٰ کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

---

[1] طرائف ص۱۷۲، ابن طاؤس۔

۷۔ حدیث ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا''

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

فَمَنْ اَرَادَالْعِلْمَ فَلْیَاتِ الْبَابَ ''[1]

میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں پس جو علم لینا چاہتا ہے وہ دروازہ سے آئے،

بزار اور طبرانی کتاب ''اوسط'' میں جابر بن عبداللہ انصاری سے اور طبرانی و حاکم و عقیلی ابن عدی بن عمر سے اور ترمزی و حاکم حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

ایک اور روایت میں بیان ہوا ہے کہ جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ اس کے دروازہ سے آئے۔

ترمزی ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔

ایک اور روایت ابن عدی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عَلِیٌّ بَابُ عِلْمی '' علی علیہ السلام میرے علم کا دروازہ ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔[2]

ابن مغازلی شافعی کتاب ''مناقب امام علی بن ابی طالب'' میں ۱۲۶ احادیث اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان بغدادی ''واسط'' میں میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوحسن علی بن محمد بن لولوٗ نے ''اجازتہ'' کہ ہم سے نقل کیا عبدالرحمٰن بن جعفر کوفی نے محمد بن طفیل سے، معاویہ سے، اعمش سے، مجاہد سے، ابن عباس سے، انہوں نے کہا: رسول خدا نے فرمایا:

میں حکمت کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں جو حکمت لینا چاہتا ہے وہ دروازہ سے آئے۔[۱]

ابونعیم کتاب ''حلیۃ الاولیا'' میں صحیح سند کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا یَا عَلِی کَذِبَ مَنْ زَعَمَ اَنَّہٗ یَدْ خُلُھَا مِنْ غَیْرِ بَابِھَا''[۲]

میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں، اے علی! وہ شخص جھوٹا ہے جو گمان کرتا ہے کہ دروازہ کے علاوہ داخل ہو سکتا ہے۔

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطیف اور معنوی روح نیز آپ کے علم کو بیان کرتی ہے کہ جس کے اجرا کرنے والے صرف حضرت علی علیہ السلام ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے علم اور آپ کی محبت کے بغیر اس راہ میں ایک قدم بھی نہیں چلا جا سکتا اور نہ ہی علم کے شہر تک پہنچا جا سکتا ہے، اس حدیث کی وضاحت کے لئے ایک عام مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی شہر اور حد بندی کئے گئے قلعہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ اس قلعہ وشہر کے دروازہ سے داخل ہو اور اگر قلعہ کی دیوار اور دوسرے راستوں سے داخل ہوگا تو اس پر چوری کا حکم لگایا جائے گا لہذا شہر علم کے چور علم کے دروازہ کی اجازت کے بغیر علم ویقین تک نہیں پہنچ سکتے نتیجہ یہ کہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

۸۔ حدیث حق

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِی''

حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ حق کے ساتھ ہیں اور حق حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہے یہ حدیث

۱۱۰ ر علی علیہ السلام خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ....

علمائے اہل سنت اور تشیع نے مختلف طرق سے نقل کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِی ''

علی علیہ السلام ہمیشہ حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور کتاب ''غایۃ المرام'' میں پندرہ احادیث علمائے اہل سنت اور پندرہ احادیث علمائے تشیع سے نقل کی گئی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ حضرت علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں یعنی حضرت علی علیہ السلام حق وحقیقت کے ساتھ ہیں اور آپ نے خود کو جھوٹ وغیرہ سے دور رکھا، حق سے دفاع کیا اور حق وحقوق اسلام نیز معاشرہ اور انسانیت کی طرف داری کی اور اس پر بہترین دلیل آنجناب کے عدل وانصاف سے بھرے فیصلہ ہیں کہ آپ نے ہمیشہ عدل وانصاف سے فیصلے کئے اور متعدد بار عمر نے کہا:

''لَوْلاَ عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ''

اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے، دوسرے یہ کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے یعنی دوسرے لوگ ذرہ برابر بھی حق خلافت نہیں رکھتے تھے اور ولایت وحکومت اور گفتار میں حق حضرت علی کے ساتھ ہے۔ دوسروں کے ساتھ نہ حق ہے اور نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کے مخالف تھے ان کے ساتھ حق نہیں تھا اور وہ حکومت و گفتار اور ولایت میں حق نہیں رکھتے تھے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ انہوں نے ناحق حق کا ادعا کیا اور حقیقی حقدار کو ناحق قرار دیا اور سنت پیغمبر میں تبدیلی کی کہ جس کے نتیجہ میں شرمندگی کے سوا کچھ نہ رہا۔

۹۔ حدیث ''من اذی علیا فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ

وَ مَنْ اَبْغَضَ عَلِیّاً فَقَدْ اَبْغَضَنِی وَ مَنْ اٰذیٰ عَلِیّاً فَقَدْ

آذَانِی وَ مَنْ آذانِی فَقَدْ آذیٰ اللّٰہ "[۱]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی علیہ السلام کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے علی علیہ السلام سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے علی علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی۔

ابویعلی اور بزار سعید بن وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو تکلیف پہنچائی درحقیقت اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔[۲]

ابن جعفر اسکافی محمد بن عبداللہ معتزلی متوفی ۲۴۰ھ نے کتاب "معیار والموازنہ" ص ۲۲۴ پر اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے:

" مَنْ اٰذیٰ علیاً فَقَدْ آذانِی وَ مَنْ آذانِی فَقَدْ آذیٰ اللّٰہَ

وَ مَنْ فَارَقَنِی فَقَدْ فَارَقَ اللّٰہَ وَ مَنْ فَارَقَ علیاً فَقَدْ فَارَقَنِی "

اس حدیث کا پہلا حصہ یعنی " مَنْ اٰذیٰ عَلیاً فَقَدْ آذانِی وَ مَنْ آذانِی فَقَدْ آذیٰ اللّٰہ " کو حافظ حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل، ج ۲، ص ۹۳ پر اس آیۃ " اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الآخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذاباً اَلِیْماً " کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا حصہ یعنی " وَ مَنْ فَارَقَنِی فَقَدْ فَارَقَ اللّٰہَ وَ مَنْ فَارَقَ علیاً

[۱] ریاض النضرہ، ج ۲، ۱۷۸

فَقَدْ فَارَقَنِی '' احمد بن حنبل نے ۸۵ ویں حدیث کتاب '' فضائل '' کے باب فضائل امیر المؤمنین سے نقل کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے اس حدیث کو '' مسند عبد اللہ بن عمر '' میں کتاب معجم کبیر، ج ۳، ص ۲۰۶ پر نقل کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو کتاب '' مستدرک ''، ج ۳، ص ۱۲۳ پر اور ابن عساکر نے کتاب '' ترجمۃ امیر المؤمنین '' میں ۷۹۵ ویں حدیث میں تاریخ دمشق، ج ۲، ص ۲۶۸ کے حوالہ سے رقم کیا ہے اور اسی طرح حدیث کے اس حصہ کو مسوخ آل عثمان جاحظ نے کتاب '' عثمانیہ '' چاپ مصر، ص ۱۳۴ پر نقل کیا ہے۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی محبت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تھی اور حضرت علی علیہ السلام کو تکلیف دینا '' مثلاً دروازہ میں آگ لگانا، حضرت فاطمہ زہرا کو مارنا فدک و میراث اور خلافت غصب کرنا '' وغیرہ، درحقیقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی رکھنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانا تھا جس کے نتیجے میں یہ چیزیں خداوند عالم کی تکلیف اور غصہ کا باعث قرار پائیں، جو ایک ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہے اور اگر کوئی کہے کہ تکلیف پہنچنے پر کیا دلیل ہے تو جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی علیہ السلام کے غاصبین خلافت پر ناراض و غضبناک ہونے کی محکم دلیل حضرت فاطمہ زہرا کی قبر اقدس کا پوشیدہ ہونا ہے۔

۱۰۔ حدیث دشنام

'' قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْجَنَّۃَ عَلیٰ مَنْ ظَلَمَ اَھلَ بَیْتِی اَوْ قَاتَلَھُمْ اَوْ اَغَا رَعَلَیْھِمْ اَوْ سَبَّھُمْ ''۔

اہل بیت پر ظلم و ستم یا ان کے ساتھ جنگ وجدال یا ان پر حملہ آور ہوں یا ان پر سب وشتم کریں۔[1]

خداوند عالم نے جنت کو اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم کرنے والوں کے لئے حرام قرار دیا ہے اور انگشت شمار (چند افراد) کے سوا سبھی لوگوں نے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم کیا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے آخری ایام میں حضرت علی علیہ السلام سے کہا:

اے ابوالحسن! میں راضی نہیں ہوں کہ جن لوگوں نے مجھ پر ظلم وستم کیا ہے میرے تشیع جنازہ میں شریک ہوں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ آنخاتون کی نماز اور تشیع جنازہ میں شریک نہیں ہوئے "اَوْقَاتَلَهُمْ" اور اہل بیت کے قاتلوں پر یعنی قاتلین حضرت فاطمہ زہراؑ (غاصبین، معاندین گھر پر چڑھائی کرنے والے، گھر کے دروازہ میں آگ لگانے والے اور قنفذ وغیرہ) اور حضرت علی علیہ السلام کے قاتل (عبد الرحمن بن ملجم اور....) اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے قاتل (معاویہ اور جعدہ...) اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل (یزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد، شمر، عمر سعد حرملہ و...) اور بقیہ ائمہ اطہار کے قاتین پر جنت حرام ہے "اَوْاَغَارَعَلَيْهِمْ" دروازہ مدینہ اور جنگ جمل ونہروان اور کربلا میں چڑھائی کرنے والوں پر بھی جنت حرام ہے کہ جنہوں نے بھیڑیوں کی طرح

حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیموں پر حملہ کیا اور خیموں کی چادریں پھاڑ ڈالیں، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَهْتُوكِ الْخِبَاءِ "اَوْسَبَّهُمْ" معاویہ اور ان لوگوں پر جنہوں نے معاویہ کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کیا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کے وقت ایک شرط یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام پر منبر سے سب وشتم نہ کیا جائے جسے معاویہ نے قبول کیا گویا اس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوئی اور معاویہ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرنے والا قرار پایا کہ جس کے نتیجہ میں اس کی جگہ آتش جہنم کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۱۱۔حدیث شباہت:

’’قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَا عَلِی ! اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ فِیْكَ

مَثَلاً مِنْ عِیسیٰ اَبْغَضَتْهُ الْیَهُوْدُ حَتیّٰ بِهَتُوْا اُمَّهُ وَاَحَبتهُ

النَّصَارِیٰ حَتیّٰ اَنْزَلُوهُ الْمَنْزِلَ الَّذِیْ لَیْسَ لَهُ بِاَهْلٍ ‘‘[۱]

اے علیؑ! خداوندعالم نے آپ میں جناب عیسیٰ بن مریم کی شباہت قرار دی، یہودیوں نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی والدہ گرامی پر تہمت لگائی، نصاری نے انہیں دوست رکھا اور ان کے لئے ایسے مقام ورتبہ کے قائل ہوئے کہ جس کے وہ اہل نہیں تھے۔

احمد، بزار، ابویعلی اور حاکم حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا:

اے علیؑ! آپ جناب عیسیٰ سے شباہت رکھتے ہیں (یعنی جو کچھ جناب عیسیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے وہی آپ کے بارے میں کہا جائے گا) یہودی ان سے دشمنی رکھتے تھے یہاں تک کہ ان کی والدہ گرامی پر بہتان لگایا اور نصاری انہیں دوست رکھتے تھے اس درجہ کہ ان کے بارے میں وہ بات کہی جو ان میں نہیں پائی جاتی تھی، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے متعلق دوگروہ ہلاک ونابود ہوں گے ایک وہ گروہ جو تجاوز کرکے میرے بارے میں وہ بات کہے گا جو مجھ میں نہیں پائی جاتی دوسرا وہ گروہ جو مجھ سے اس درجہ دشمنی رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔[۲]

... حنبل، ج۱، ص۱۲۰، مناقب ابن مغازلی، ص۷۱

۱۲۔ حدیث اطاعت

”قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَطاعنِی فَقَدْ اَطاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَیٰ اللّٰہَ وَ مَنْ اَطاعَ عَلِیّاً فَقَدْ اَطاعَنِی وَ مَنْ عَصیٰ علیاً فَقَدْ عَصَانِی “[۱]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی گویا اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے علی علیہ السلام کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی علیہ السلام کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت و پیروی واجب ہے۔

۱۳۔ حدیث ” علی مع القرآن و القرآن مع علی “

”قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : عَلِیٌّ مَعَ الْقُرآنِ وَ الْقُرآنُ مَعَ عَلِی لَا یَفْتَرِقَانِ حَتیَّ یَرِداَ عَلَیَّ الْحَوْضِ “[۲]

طبرانی کتاب ”اوسط“ میں جناب ام سلمیٰ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: علی علیہ السلام قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی علیہ السلام کے ساتھ ہے، دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔[۳]

۱۔ مستدرک صحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶۔

۲۔ صواعق محرقہ، ابن حجر عسقلانی، ص ۷۴۔

۱۱۶ ۔ علیؑ خلیفۂ رسولؐ ....

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے وفات سے پہلے علالت کی حالت میں فرمایا:

اے لوگو! میں عنقریب تمہارے درمیان سے رخصت ہو جاؤں گا اور میری رُوح قبض کر لی جائے گی وہ باتیں جو تمہارے لئے باعث عذر ہیں میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں، میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑ کر جا رہا ہوں، اس کے بعد حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "هٰـذا مَعَ الْقُرآنِ وَ الْقُرآنُ مَعَ عَلِی" یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن (اس) علیؑ کے ساتھ ہے دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے، اس وقت میں ان سے پوچھوں گا کہ تم نے ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔[۱]

حدیث حق: "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِؐ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ"[۱]

جناب ام سلمٰی بیان کرتی ہیں: میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:
علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور رہیں گے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے اور رہے گا، یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

کتاب "غایۃ المرام" ص ۵۳۹ پر اس مضمون کی چودہ (۱۴) احادیث اہل سنت اور دس (۱۰)) احادیث اہل تشیع سے نقل ہوئی ہیں۔[۲]

ابی جعفر اسکافی محمد بن عبداللہ معتزلی کی کتاب "المعیار والموازنہ" میں حدیث حق کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ عمار نے کہا: "سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِؐ یَقُولُ: عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ

---

sabeelesakina@gmail.com ziaraat.com

الْحَقُّ مَعَ عَلِی لَا يَفْتَرِقَانِ حَتّیٰ يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " [۱]

ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

۱۴۔ حدیث ایمان

"قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَلِی ! حُبُّكَ اِيمَانٌ وَ بُغْضُكَ كُفْرٌ وَ نِفَاقٌ وَ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُحِبُّكَ وَ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ النَّارَ مُبْغِضُكَ " [۲]

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

اے علی ! آپ کی دوستی ایمان ہے اور آپ کی دشمنی کفر و نفاق ہے اور جنت میں سب سے پہلے آپ سے محبت کرنے والا داخل ہوگا اور جہنم میں سب سے پہلے آپ سے دشمنی رکھنے والا داخل ہوگا۔

البتہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ پر ذکر ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" يَا عَلِی ! اَنْتَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيمَاناً وَ اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

---

[۱] مستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۴، حاکم نیشاپوری اور علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص میں اور تاریخ ابن عساکر، ج ۳،

۱۱۸ / علیؑ خلیفہ رسولؐ ....

اِسْلاماً وَ اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ ہَارُونَ مِنْ مُوسیٰ"

اے علی! آپ سب سے پہلے ایمان اور اسلام کا اظہار کرنے والے ہیں اور آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

۱۵۔ حدیث سد ابواب

"قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا اَنَا سَدَدْتُ اَبْوَابَکُمْ وَ فَتَحْتُ بَابَ عَلِیٍّ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ فَتَحَ بَابَ عَلِی وَ سَدَّ اَبْوَابَکُمْ"[۱]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب ابوبکر و عمر و عباس بن عبدالمطلب وغیرہ کے گھروں کے دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے بند ہو گئے اور حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رہا تو عباس بن عبدالمطلب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا:) میں نے تمہارے گھروں کے دروازے بند نہیں کیے اور علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا نہیں چھوڑا، البتہ خداوند عالم نے تمہارے گھروں کے دروازوں کو بند اور علی علیہ السلام کے دروازہ کو کھلا چھوڑا ہے۔

احمد اور ضیا زید بن ارقم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان دروازوں کو جو مسجد کی طرف کھلتے ہیں بند کروں سوائے دروازہ علی کے، تم میں سے کسی کو بھی گلہ و شکوہ ہے تو یاد رکھو کہ خدا کی قسم میں نے اپنی مرضی سے نہ کسی کا دروازہ بند کیا ہے اور نہ کسی کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے مگر یہ کہ مجھے خداوند عالم کی طرف سے حکم ہوا ہے اور میں نے اس پر عمل کیا ہے۔[۲]

احادیث اہل سنت ۱۱۹/

کتاب ''سنن ترمذی'' میں ابن عباس کے حوالہ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے مسجد کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے دروازۂ حضرت علی علیہ السلام کے، نیز ترمذی نے ابو سعید خدری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

اے علی! کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہو۔

یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔[۱]

کتاب ''مسند'' میں زید بن ارقم کے حوالہ سے نقل ہوا ہے کہ چند اصحاب کے لئے مسجد کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان سے رفت و آمد رہتی تھی، حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا: حضرت علی کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دیئے جائیں، یہ سنکر بعض اصحاب نے (بعنوان شکایت) کچھ کہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے اپنی طرف سے نہ کسی کا دروازہ بند کیا ہے اور نہ ہی کسی کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے مگر یہ کہ مجھے حکم دیا گیا اور میں نے اس پر عمل کیا ہے۔[۲]

ابن مغازلی اپنی سند کے ساتھ حذیفہ بن اسیر غفاری اور سعد بن ابی وقاص، براء بن عاذب اور ابن عباس اور ابن عمر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان سب افراد نے کہا: رسول خدا ﷺ مسجد کے ارادہ سے باہر آئے اور آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ پر وحی نازل فرمائی کہ میرے لئے مسجد بنائے، اس مسجد میں جناب موسیٰ اور ہارون کے علاوہ کسی نے سکونت نہیں کی اور خداوند عالم نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں مسجد بناؤں اور اس میں میرے اور میرے بھائی علی کے سوا کوئی سکونت نہیں کرے گا۔[۳]

۱۶۔ حدیث شجرہ

"قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم یَا عَلِی ! خُلِقْتُ اَنَا وَ اَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ فانا اَصْلُهَا وَ اَنْتَ فَرْعُهَا وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ اَغْصَانُها فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغَصْنٍ مِنْهَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ "[۱]

حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: میں اور آپ ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں، میں اس کی جڑ اور آپ اس کی فرع (تنہ) ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کی شاخیں ہیں جو بھی ان میں سے کسی ایک سے متمسک ہوگا خداوند عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔

۱۷۔ حدیث سلونی

" قَالَ اَمِيرُ الْمُومِنِينَ عَلِی ؑ سَلُونِی سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی ، سَلُونِی عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالیٰ فَمَا مِنْ آيَةٍ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ مِنْ حَيْثُ نَزَلَتْ بِحَضِيضِ جَبَلٍ اَوْ سَهْلِ اَرْضٍ وَ سَلُونِی عَنِ الْفِتَنِ فَمَا مِنْ فِتْنَةٍ اِلَّا وَ قَدْ عَلِمْتُ مَنْ كَسَبَهَا وَ مَنْ يُقْتَلُ فِيهَا " [۲]

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان سے رخصت ہو جاؤں، کتاب خدا قرآن مجید کے بارے میں مجھ سے سوال کرو، قرآن مجید میں کوئی

آیت نہیں ہے مگر یہ کہ میں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی ہے، پہاڑ کی تہہ میں نازل ہوئی ہے یا نرم زمین پر، مجھ سے فتنوں کے بارے میں سوال کرو، اس لئے کہ کوئی فتنہ نہیں ہے مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کس نے اسے پھیلایا ہے اور کون اس میں قتل ہوگا۔

ہم سے حدیث بیان کی احمد بن ابراہیم بن عادل نے کہا کہ: ہم سے نقل کیا احمد بن ابراہیم بن مرزوق نے، انہوں نے کہا کہ: ہم سے حدیث نقل کی عبداللہ بن داؤد ضریبی نے، بسام صیرفی سے بحوالہ ابوطفیل، انہوں نے کہا: حضرت علی علیہ السلام نے منبر سے فرمایا: اس سے پہلے کہ مجھ سے نہ پوچھ سکو پوچھ لو میرے بعد مجھ جیسا پیدا نہیں کر سکتے کہ اس سے پوچھ سکو، کہا کہ ابن کواء نے کھڑے ہو کر پوچھا: ''اَلـذَّارِیَـات ذَرْواً'' سے کیا مراد ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس سے ہوائیں مراد ہیں، اس نے کہا: ''اَلْـحَامِلاتُ وَقراً'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: بادل مراد ہے، اس نے پوچھا: ''اَلْـجَارِیَاتُ یُسْراً'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کشتیاں مراد ہیں، اس نے پوچھا: ''اَلْـمُـقَسِّمَاتُ اَمْراً'' سے کیا مراد ہیں؟ فرمایا: فرشتے مراد ہیں۔[۱]

مؤلف: یہ حدیث مختلف عبارتوں کے ساتھ کہ جس میں سلونی (سوال کرو) کا مفہوم پایا جاتا ہے، علمائے اہل سنت سے متعدد کتب میں نقل ہوئی ہے، مثلاً عسقلانی نے کتاب صواعق محرقہ میں، ص ۷۶ پر نقل کی ہے اور کتاب ذخائر العقبیٰ میں، ص ۸۳ پر نیز اس طرح نقل ہوئی ہے کہ آنجناب نے فرمایا:

''سَلُونِی عَنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ آیَۃٍ اِلَّا وَ قَدْ عَرَفْتُ بِلَیْلٍ نَزَلَتْ اَوْ نَہَارٍ اَمْ فِی سَھْلٍ اَمْ جَبَلٍ''

کتاب خدا قرآن مجید کے بارے میں مجھ سے سوال کرو اس لئے کہ کوئی آیت نہیں ہے مگر یہ

یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کی عظمت وشرف کے لئے کافی ہے کہ آپ نے اس طرح کا دعوی کیا اور کسی انسان نے بھی اس طرح کا دعوی نہیں کیا کہ وہ اس میں صادق وسچا ہو سوائے حضرت علی علیہ السلام کے علمائے اہل سنت کی بہت سی کتابوں میں مثلا ابن اثیر نے کتاب ''اسد الغابہ'' ج ۴، ص ۲۲ پر اور ابن حجر عسقلانی نے کتاب ''صواعق محرقہ'' ص ۷۶ پر اور محب طبری نے کتاب ''ریاض النضرہ'' ج ۲، ص ۱۹۸ پر اور احمد بن حنبل نے کتاب ''مسند احمد بن حنبل'' میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت علیؑ کی علمی عظمت وشخصیت سمجھ میں آتی ہے کہ فخر الدین رازی جو کہ اہل سنت کے بلند پایہ کے عالم اور مفسر ہیں وہ اپنی تفسیر میں آیہ مبارکہ: ''اِنَّ اللّٰہَ اِصطَفیٰ آدَمَ وَ نُوحاً وَ آلَ اِبراھِیمَ وَ آلَ عِمرانَ علیٰ العَالَمِینَ'' کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب سکھائے اور میں نے ان میں سے ہر ایک باب سے ہزار ہزار باب پیدا کئے۔

البتہ معتبر یہ روایت ہے جسے حضرت علی علیہ السلام نے ''نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۹'' میں ارشاد فرمایا ہے:

'' یَا اَیّھَا النَّاسُ سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی فُاناً اَعلَمُ بِطُرُقِ
السَمَاءِ مِنْ طُرُقِ الاَرضِ قَبلَ اَن تَشغَرُ بِرِجلِھَا فِتنَۃٍ
تَطَافِی خِطَامِھَا وَ تَذھَبَ بِلَا حَلَامِ قَومَھَا ''

اے لوگو! اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان سے رخصت ہو جاؤں جو چاہے مجھ سے پوچھ لو کہ میں زمین سے زیادہ آسمان کے راستوں کو جانتا ہوں، جو چاہے پوچھ لو، اس سے پہلے کہ زمین کا فتنہ وفساد تمہیں تباہ وبرباد کر دے، نیز اپنا مذموم وشرمناک سایہ پھیلا دے اور تمہاری عقلوں کو

۱۸۔حدیث انتخاب

عَنْ اَبِیْ اَیُّوبِ اَنْصَارِیْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِفَاطِمَۃَ
اِمَّا عَلِمْتِ اَنَّ اللّٰہَ اِطَّلَعَ اِلیٰ اَھْلِ الْاَرضِ فَاخْتَارَ مِنْھُمْ اَبَاکِ
فَبَعَثَہُ نَبِیّاً ثُمَّ اِطَّلَعَ الثَّانِیَۃَ فَاخْتَارَ بَعْلَکِ فَاَوحیٰ اِلَیَّ فَاَنْکَحْتُہُ
وَ اتَّخَذْتُہُ وَصِیّاً ''[1]

ابوایوب انصاری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ خداوند عالم نے اہل زمین کی طرف دیکھا اور ان میں سے تمہارے بابا کو منتخب فرمایا اور نبی قرار دیا، اس کے بعد دوسری مرتبہ دیکھا اور تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں ان سے (تمہارا) عقد کروں اور اپنا جانشین قرار دوں۔

۱۹۔حدیث صلب (حدیث نسل)

'' اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِی صُلْبِہٖ وَ جَعَلَ ذُرِّیَّتِی
فِی صُلْبِ عَلِی بْنِ اَبِی طَالِبٍ ''[2]

خداوند عالم نے ہر نبی کی نسل واولاد اس کے صلب میں قرار دی لیکن میری نسل واولاد علی بن ابی طالب کے صلب میں قرار دی۔

طبرانی جابر اور خطیب ابن عباس کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول خدا نے فرمایا: خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں قرار دی لیکن میری اولاد

حضرت علی علیہ السلام کے صلب میں قرار دی۔[۱]

ہمیں خبر دی محمد بن محمد بیع نے اور کہا: ہم سے احمد بن محمد نے نقل کیا اور کہا: ہم سے حدیث بیان کی محمد بن قاسم بن بشار انباری نحوی نے، انہوں نے کہا: ہم سے نقل کیا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے اور کہا: ہم سے نقل کیا عبادہ بن زیاد نے اور کہا: یحیٰی بن علاء رازی نے نقل کیا محمد بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد ونسل اس کے صلب میں قرار دی اور میری (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نسل علی کے صلب میں قرار دی۔[۲]

۲۰۔ حدیث سبقت

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَبَقَ یُوشَعِ بْنِ نُونُ اِلیٰ مُوسیٰ
وَ صَاحِبِ یٰس اِلیٰ عِیسیٰ وَ سَبَقَ عَلِی بْنُ اَبِی طَالِبِ اَمِیر
الْمُؤمِنِیْنَ اِلیٰ مُحَمَّدٍ''[۳]

فقیہہ شافعی ابن مغازلی آیہ مبارکہ ''السابقون السابقون'' کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوشع بن نون نے جناب موسیٰ کی طرف سبقت کی اور صاحب یٰس نے جناب عیسیٰ کی طرف سبقت کی اور علی علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سبقت کی۔

---

۱ ترجمہ ینابیع المودۃ، ج ۲ ص ۴۰۔

دیلمی جناب عائشہ اور طبرانی وابن مردویہ جناب ابن عباس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سبقت کرنے والے تین افراد ہیں جناب یوشع بن نون نے جناب موسی کی طرف سبقت کی اور صاحب یٰس نے جناب عیسی کی طرف سبقت کی اور حضرت علی علیہ السلام نے میری طرف سبقت کی۔[۱]

۲۱۔حدیث صدیقون

''قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اَلصِّدِّيقُونَ ثَلَاثَةٌ : حَبِيْبُ مُوسىٰ النَّجَّارِ وَ هُوَ مُومِنُ آلِ يٰس وَ حِزْقِيلُ مُومِنُ آلِ فِرْعَونَ وَ عَلِى بْنُ اَبِى طَالِب وَ هُوَ اَفْضَلُهُمْ '' (۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیقون (جو زیادہ سچ بولنے والے ہیں اور ان کا قول مطابق عمل ہوتا ہے) تین افراد ہیں: حبیب بن موسی نجار اور وہ مومن آل یٰس ہیں وحزقیل مومن آل فرعون اور علی بن ابی طالب کہ وہ ان میں سب سے افضل ہیں۔

بخاری ابن عباس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیقین تین افراد ہیں: حزقیل مومن آل فرعون وحبیب نجار صاحب یٰس اور علی بن ابی طالب۔[۳]

ابونعیم اور ابن عساکر ابولیلیٰ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صدیقین تین افراد ہیں:

۱۔حبیب نجار مومن آل یٰس کہ جنہوں نے کہا: يَا قَومُ اِتَّبِعُوا الْمُرسَلِيْنَ ،اے قوم

---

[۱] ترجمہ ینابیع المودۃ، ج۲، ص۴۰۔

والو! رسولوں کا اتباع کرو۔

۲۔ جناب حزقیل مومن آل فرعون کہ انہوں نے کہا: "اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ یَقُولَ رَبِّیَ اللّٰہ" کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار معبود و یکتا ہے۔

۳۔ علی بن ابی طالب ہیں۔[۱]

ثعلبی آیہ کریمہ: "وَ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اُولٰئِکَ الْمُقَرَّبُونَ" کی تفسیر میں عبادہ بن عبداللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اَنَا عَبدُ اللّٰہِ وَ اَخُو رَسُولِ اللّٰہِ وَ اَنَا صِدِّیقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُولُھَا بَعْدِی اِلَّا کَذَّابٌ مُفْتَرٌ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِیْنَ"[۲]

میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں میں صدیق اکبر ہوں، جو بھی میرے بعد اس کا دعوی کرے گا وہ جھوٹا ہے اور میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز ادا کی ہے۔

اہل سنت کی نقل کردہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صدیق اکبر حضرت علیؑ ہیں اور فاروق (جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں) اور یعسوب المومنین (سردار و راہنما) یہ سب حضرت علی بن ابی طالبؑ کی مخصوص صفتیں ہیں اور دوسرے جھوٹے تھے۔[۳]

ابن عبداللہ قرطبی نے اپنی سند کے ساتھ ابولیلیٰ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے فرمایا:

۱۔ ترجمہ ینابیع المودۃ، ج ۲ ص ۱۴۱

۲۔ صحیح ابن ماجہ، ص ۱۲

"سَتَكُونُ بَعْدِي فِتْنَةٌ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَالْزِمُوا عَلِي بنَ اَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهُ اَوَّلُ مَنْ يَرَانِي وَ اَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِي يَومَ الْقِيَامَةِ ، هُوَ الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ وَ هُوَ فَارُوقُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ وَ هُوَ يَعْسُوبُ الْمُومِنِيْنَ "[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بہت فتنہ وفساد برپا ہوگا (یعنی نص کے خلاف شوریٰ) پس جب بھی اس طرح کا فتنہ وفساد پھیل جائے تو حضرت علی علیہ السلام سے متمسک رہنا، بے شک وہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریں گے اور سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے وہ (علی علیہ السلام) صدیق اکبر اور فاروق امت ہیں کہ حق و باطل کو جدا کرنے والے ہیں اور وہ مومنین کے پیشوا و امیر ہیں اور مال دنیا منافقین کا پیشوا ہے۔

مؤلف: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں چند مطالب کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فتنہ برپا ہوگا، سب سے واضح فتنہ یہ تھا کہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نص کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کی ولایت وخلافت کے خلاف چند منافق جمع ہوئے اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال پر سقیفہ کی شوریٰ کو ترجیح دی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ صراط مستقیم سے گمراہ ہو گئے۔

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ کے وقت حضرت علی علیہ السلام سے متمسک رہنے کی نصیحت فرمائی نہ کہ شوریٰ کی نصیحت کی۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلا شخص جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ

کے ساتھ محشور ہوگا وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو صدیق اکبر اور فاروق امت کہا، نہ کہ عمر کو، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر فاروق امت ہیں۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ مال دنیا منافقین کا پیشوا ہے، چنانچہ فدک کو غصب کرنے والوں نے اموال فدک کو اپنا پیشوا قرار دیا لہٰذا وہ منافق تھے۔

۲۲۔ حدیث قاسطین

''قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هٰذا عَلِی بنُ اَبِی طَالِبٍ لَحْمُهٗ لَحْمِی وَ دَمُهٗ دَمِی وَ هُو مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی یَا اُمّ سَلْمٰی هذا عَلِی اَمِیر الْمُؤمِنِینَ وَ سَیِّدُ الْمُسْلِمِینَ وَ وَصِی وَ عَیْبَةُ عِلْمِی وَ بَابِی الَّذِی اُوتِیَ مِنْهُ وَ مَعِی فِی السَّنَامِ الْاَعْلٰی یَقْتُلُ الْقَاسِطِیْنَ وَ النَّاکِسِیْنَ وَ الْمَارِقِیْنَ '' ۱

حموینی ابن عباس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے جناب ام سلمیٰ سے فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہیں، ان کا گوشت میرا گوشت ہے اور ان کا خون میرا خون ہے اور انہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اے ام سلمیٰ! یہ علی علیہ السلام مومنین کے امیر اور مسلمانوں کے سید و سردار ہیں، میرے وصی و جانشین، میرے علم کا خزانہ اور دروازہ ہیں، کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا مگر اس دروازہ کے ذریعہ اور یہ جنت کے بلند درجوں میں میرے ساتھ ہوں گے اور علی قاسطین و

۲۳۔حدیث ۱۲ خلیفہ

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّینَ وَ عَلِیٌّ سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ وَ اِنَّ اَوْصِیَائِی بَعْدِی اِثْنیٰ عَشَرَ اَوَّلُھُمْ عَلِی وَ آخِرُھُمْ اَلْقَائِمُ الْمَھْدِیْ''[۱]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں انبیاء کا سید و سردار ہوں اور علی علیہ السلام اوصیا کے سید و سردار ہیں اور میرے بعد بارہ (۱۲) اوصیا ہوں گے ان میں سے پہلے علی علیہ السلام ہیں اور آخری قائم مہدی ہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' اَلْخُلَفَاءُ بَعْدِی اِثْنیٰ عَشَرَ بِعَدَدِ نُقَبَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ وَ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ ''

میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے، نقباء بنی اسرائیل کے برابر اور وہ سب کے سب قریش سے ہیں۔[۲]

جابر بن سمرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس دین کی عزت و بقا ہمارے بارہ خلفاء سے متمسک رہنے میں ہے اور پوری امت کو چاہئے کہ ان کی پیروی کرے، (راوی بیان کرتا ہے کہ) میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک جملہ سنا لیکن سمجھ نہیں سکا لہٰذا میں نے

۱۔ ینابیع المودۃ، ص ۴۴۵

۲۔ مناقب خوارزمی، مناقب بن مغازلی، تفسیر ثعلبی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ینابیع المودۃ، باب ۷۷۔۷۶، صحیح بخاری، ج ۴، ص ۴۴، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۹۷، سنن ابی داود، سنن ترمذی، جمع بین الصحیحین، تاریخ الخلفاء سیوطی،

اپنے والد گرامی سے دریافت کیا کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا ہے؟

انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم و ترمذی اور ابوداؤد نے انہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

یحیی بن حسن نے کتاب ''العمدہ'' میں ۲۰ طرق سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ کے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور سب کے سب قریش سے ہیں، یہ حدیث کتاب ''صحیح بخاری'' میں تین طرق سے اور ''صحیح ترمذی'' میں ایک طریق سے اور کتاب ''جمع بین الصحیحین'' میں تین طرق سے نقل ہوئی ہے۔[۱]

''عَنْ جَابِرُ بنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعتُ رَسُول اللّٰهؐ
يَقُولُ لَا يَزَالُ هٰذا الدِّينُ عَزِيزاً اِلىٰ اِثْنَىٰ عَشَرَ خَلِيُفَةً،
قَالَ : فَكَبَّرَ النَّاسَ وَ ضَجُّوا ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً خَفِيَّةً ، قُلْتُ
لِاَبِي : يَا اَبِي مَا قَالَ ؟ قَالَ : كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ''[۲]

جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول خداؐ نے فرمایا: دین اسلام کی عزت و بقا بارہ خلفاء سے متمسک رہنے میں ہے، راوی نے کہا: لوگوں نے تکبیر کہی اور آواز بلند کی، پھر آنحضرتؐ نے کچھ آہستہ سے کہا: میں نے اپنے والد سے پوچھا: بابا جان! آنحضرتؐ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے فرمایا ہے کہ سب خلیفہ قریش سے ہوں گے۔

---

۱ ترجمہ ینابیع المودۃ، ج۲، ص۳۹۴

۲ مسند احمد بن حنبل ج ۵، ص۹۲ و شیعہ در اسلام، ص ۱۲۵ علامہ سید محمد حسین طباطبائی، صحیح ابی داؤد،

احادیث اہل سنت .... /۱۳۱

’’ مِنْ سَلْمَانِ الْفَارِسِی قَالَ : دَخَلْتُ عَلیٰ النَّبِی ﷺ
فَاِذَا الْحُسَینُ عَلیٰ فَخْذَیِهِ وَ هُوَ یُقَبِّلُ عَینَیهِ وَ یُقَبِّلُ فَاهُ
وَ یَقُولُ : اَنْتَ سَیدُ بنُ سَیِّدٍ وَ اَنْتَ اِمَامُ بنُ اِمَامٍ وَ اَنْتَ
حُجَّةُ بنُ حُجَّةٍ وَ انتَ اَبُو حُجَجٍ تِسْعَةٌ ، تَاسِعُهُمْ اَلْقَائِمُ ‘‘[1]

جناب سلمان فارسی سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچا، میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے زانوئے اقدس پر بیٹھے ہیں اور آپ ان کی چشم مبارک اور ہونٹوں کا بوسہ لے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم سید کے فرزند سید ہو، تم امام کے فرزند امام ہو، تم حجت خدا کے فرزند حجت خدا ہو اور نو (۹) حجت خدا کے والد ہو جن میں سے نویں قائم ہیں۔

اَخْرَجَ صَاحِبُ یَنَابِیعِ الْمَوَدَّةِ (اَلْقَنْدُوزِی الْحَنَفِی) فِی
کِتَابِهِ [ص ٤٤٠] قال : قَدَّمَ یَهُودِی یُقالُ لَهُ : ’’ اَلْاِعْتَلُ ‘‘
فَقَالَ:یَا مُحمدُ ! اَسْئَلُکَ عَنْ اَشْیَاءٍ تَلْجَلِجُ صَدْرِی مُنْذحِینَ
فَاِنْ اَجَبْتَنِی عَنْهَا اَسْلَمْتُ عَلیٰ یَدَیْکَ ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:
سِلْ یَا اَبَا عَمَارَه، فَسَئَلَهُ عَنْ اَشْیَاءٍ اِلیٰ اَنْ قَالَ : صَدَّقْتَ،
ثُمَّ قَالَ : اَخْبِرْنِی عَنْ وَصِیِّکَ مَنْ هُوَ ؟ فَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهُ
وَصِی وَ اِنَّ نَبِیاً مُوسیٰ بن عِمرانَ اَوْصیٰ یُوشَعَ بن نُون
فَقَالَ : اِنَّ وَصِی عَلِی بن اَبِی طَالِب وَ بَعْدَهُ سِبطَی الْحَسَن

---

[1] شیعہ دراسلام، ص ۱۲۵، ینابیع المودۃ، ص ۳۰۸، موتمر علماء بغداد، ص ۳۵ سے ۴۰، (ابوبکر وعمر کے اقرار کرنے کے

وَ الْحُسینِ تتلُوهُ تِسْعَةَ اَئِمَّةٌ مِنْ صُلْبِ الْحُسَینِ قَالَ :
یَا مُحمدُ سَمِّهُمْ لِی قَالَ : اِذَا مَضیٰ الحسینُ فَابُنُهُ عَلِی ،
فَاِذا مَضیٰ عَلِی فَابنهُ مُحمدُ ، فَاِذا مَضیٰ مُحمدُ فَابنُهُ
جَعْفَرُ ، فَاِذَا مَضیٰ جَعفرُ فَابنُهُ مُوسیٰ ، فَاذا مَضیٰ
مُوسیٰ فَابُنُهُ عَلِی ،فَاِذا مَضیٰ عَلِی فَابُنهُ مُحمدُ، فَاذا
مَضیٰ مُحمدُ فَابنُهُ عَلِی ، فَاذا مَضیٰ عَلِی فَابُنُهُ الْحَسَنُ،
فَاِذَا مَضیٰ الْحسنُ فَابنُهُ الْحُجَّةُ مُحمدُ الْمَهْدِیُّ ، فَهٰؤلاءِ
اِثْنیٰ عَشَرَ ، قَالَ : فَاَسْلَمَ الْیَهُودِیُّ وَ حَمِدَ اللّٰه عَلیٰ
الْهِدایَةِ''

اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیا حضرت علیؑ اور آپ کے گیارہ فرزند ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام بھی بیان فرمائے ، حدیث کو ایک عظیم المرتبت عالم اہل سنت نے کتاب ''ینابیع المودۃ'' میں نقل کیا ہے نیز اسی طرح یہ حدیث کتاب ''فرائد السمطین ، تالیف علامہ حوینی'' میں بیان ہوئی ہے۔

اعتل نامی یہودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا ، اس نے کہا : اے محمد ! میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں جو کہ بہت دنوں سے میرے دل میں ہیں سوال کرنا چاہتا ہوں ، اگر آپ نے ان کا جواب دے دیا تو میں آپ کے سامنے اسلام قبول کرلوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اے ابا عمارہ ! پوچھ جو پوچھنا چاہتا ہے۔ اس نے کچھ سوالات

وصی یوشع بن نون تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وصی علی بن ابی طالب ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند حسن و حسین ہیں، ان کے بعد نسل حسین سے نو (۹) امام ہیں۔

اس نے کہا: ان کے نام بتائیں کیا ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند علی علیہ السلام ہیں، علی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند محمد علیہ السلام ہیں، محمد علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند جعفر علیہ السلام ہیں، جعفر علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند موسیٰ علیہ السلام ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند علی علیہ السلام ہیں، علی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند محمد علیہ السلام ہیں محمد علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند علی علیہ السلام ہیں، علی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حسن علیہ السلام ہیں، حسن علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حجت مہدی علیہ السلام ہیں، یہ بارہ ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ: اس یہودی نے اسلام قبول کرلیا اور ہدایت پانے کے بعد خداوند عالم کی حمد و ثنا کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصی و جانشین کو پہچنوایا اور اپنے اوصیا و جانشین کی تعداد کے ساتھ ان کے نام بھی بیان فرمائے کہ ان میں سے پہلے کا نام حضرت علی علیہ السلام اور آخری کا نام حضرت مہدی علیہ السلام ہے۔[۱]

۲۴۔ حدیث فاروق

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَتَکُونُ بَعدِی فِتنَۃٌ فَاِذا کَانَ ذٰلکَ فَالزِمُوا عَلِی بنُ اَبِی طَالِبٍ فَاِنَّہٗ اَوَّلُ مَن آمَنَ بِی

وَ اَوَّلُ مَنْ یُصَافِحُنِی یَومَ الْقِیامَۃِ وَ ھُوَ الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ وَ ھُوَ فَارُوقُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یُفَرِّقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ وَ ھُوَ یَعْسُوبُ الدِّینِ ۔[1]

رسول خداؐ نے فرمایا: میرے بعد بہت جلد فتنہ برپا ہوگا، اس وقت حضرت علیؑ سے متمسک رہنا، اس لئے کہ علیؑ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے وہ صدیق اکبر اور اس امت میں فاروق ہیں جو حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں اور وہ دین کے پیشوا و راہبر ہیں۔

۲۵۔ حدیث سفینہ

"عَنْ اَبِی ذَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: مَثَلُ اَھْلِ بَیتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ رَکَبَھَا نَجیٰ وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ"[2]

جناب ابوذر غفاری سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے دوری اختیار کرے گا ہلاک ہو جائے گا۔

دوسری حدیث: جناب ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے روگردانی کرے گا ہلاک

ہو جائے گا۔[۱]

محمد بن ادریس شافعی اپنے اشعار کے ضمن میں اس حدیث کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں:

وَ لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ قَدْ ذَهَبَتْ بِهِمْ مَذاهِبُهُمْ فِی اَبْحَرِ الْغَیِّ وَ الْجَهْلِ

رَكِبْتُ عَلیٰ اِسْمِ اللّٰهِ فِی سُفُنِ النَّجا وَ هُمْ اَهْلُ بَيْتِ الْمُصْطَفیٰ خَاتَمِ الرُّسُلِ

وَ اَمْسَكْتُ حَبْلَ اللّٰهِ وَ هُوَ وِلَائُهُمْ كَمَا قَدْ اُمِرْنَا بِالتَّمَسُّكِ بِالْحَبْلِ [۲]

جب میں نے لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں غرق پایا تو میں خدا کا نام لے کر کشتی نجات میں سوار ہو گیا یعنی اہل بیت پیغمبر خاتم الانبیاء سے متمسک ہو گیا۔ اور خدا کی رسی کو جو ان کی محبت و ولایت ہے مضبوطی سے پکڑ لیا، جیسا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

ہمیں خبر دی ابوحسن احمد مظفر بن احمد عطار فقیہہ نے کہ ہم سے حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عثمان نے جو ابن سقا حافظ واسطی کے لقب سے ملقب ہیں، انہوں نے کہا: ہم سے ابوبکر محمد بن یحیٰی صولی نحوی نے نقل کیا کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن زکریا غلابی نے کہ ہم سے حدیث نقل کی جہم بن سباق نے، ابوسباق ریاضی سے کہ مجھ سے نقل کیا بشر بن مفضل نے، انہوں نے کہا: میں نے رشید سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے مہدی سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے منصور سے سنا، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے والد نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

۱۔ کتاب شیعہ در اسلام، ص ۱۱۵ مؤلف علامہ محمد حسین طباطبائی، ذخائر العقبی، ص ۲۰، صواعق محرقہ، ص ۸۴ و ۱۵۰ تاریخ الخلفاء، مؤلف جلال الدین سیوطی، ص ۳۰۷، نور الابصار، ص ۱۱۴، غایۃ المرام، ص ۲۳۷؛ آپ نے مذکورہ

۱۳۶ / علیؑ خلیفۂ رسولؐ ....

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے درمیان میرے اہل بیت (علیہم السلام) کی مثال کشتی نوحؑ جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف ور وگردانی کرے گا ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ [1]

ہمیں خبر دی محمد بن احمد بن عثمان نے کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی حافظ نے (اجازۃً) کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن محمد بن سلیمان باغندی نے کہ ہم سے نقل کیا سوید نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عمر بن ثابت نے موسی بن عبیدہ سے، یاس بن سلمی بن اکوع سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا۔ [2]

ہمیں خبر دی ابونصر بن طحان نے (اجازۃً) قاضی ابوفرج خیوطی سے کہ ہم سے نقل کیا ابوطیب بن فرج نے کہ ہم سے حدیث بیان کی ابراہیم نے کہ ہم سے روایت کی اسحاق فرزند سنان نے کہ ہم سے حدیث بیان کی مسلم بن ابراہیم نے کہ ہم سے روایت کی حسن بن ابوجعفر نے کہ ہم سے روایت کی علی بن زید نے، سعید بن مسیّب سے بحوالہ ابوذر، انہوں نے کہا کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے دوری اختیار کرے گا غرق و برباد ہو جائے گا اور جو شخص آخری زمانہ میں ہمارے ساتھ جنگ کرے گا تو ایسا ہے کہ جیسے اس نے دجال کی رکاب میں جنگ کی ہو۔ [3]

---

[1] مناقب امام علی بن ابی طالب، حدیث ۱۷۳۔

[2] مناقب امام علی بن ابی طالب، حدیث ۱۷۳۔

۲۶۔حدیث قسیم النار والجنۃ

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ یَا عَلِی اَنْتَ قَسِیمُ الْجَنَّۃِ وَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔[۱]

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم قیامت کے دن جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والے ہو۔

شافعی کہتے ہیں:

عَلِیٌّ حُبُّہٗ جَنَّۃ قَسِیمُ النَّارِ وَ الجَنَّۃِ

وَصِیُّ الْمُصْطفیٰ حَقّاً اِمامُ الاِنْسِ وَ الْجِنَّۃِ

اس سلسلہ میں کہ حضرت علی علیہ السلام جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں، احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا تو احمد بن حنبل نے کہا:

تم اس سے انکار کیوں کرتے ہو، کیا رسول خدا ﷺ نے ہمارے لئے حدیث نہیں فرمائی کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تمہیں کوئی دوست نہیں رکھے گا سوائے مومن کے اور کوئی دشمنی نہیں رکھے گا سوائے منافق کے؟!

لوگوں نے کہا: کیوں۔

احمد نے پوچھا: مومن کہاں ہیں؟

جواب دیا: جنت میں۔

احمد نے دوبارہ پوچھا: منافق کہاں ہیں؟

قَالَ اَحْمَدُ : " فَعَلِی قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَ النَّارِ " احمد نے کہا: پس حضرت علی علیہ السلام جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں ۱؎

۲۷۔ حدیث ثقلین

"قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّی قَد تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقْلَیْنِ
مَا اِنْ تَمَسَّکتُم بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی وَ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ
مِنَ الآخَرِ : کِتَابَ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلیٰ
الْاَرْضِ وَ عِتْرَتِی اَھْلُ بَیْتِی اَلَا وَ اِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا
حَتیٰ یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ "(۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک ان سے متمسک رہو گے میرے بعد گمراہ نہیں ہو سکتے، ان میں ایک دوسرے سے بزرگ ہے، ایک خدا کی کتاب (قرآن مجید) ہے جو آسمان سے زمین تک ہے، دوسرے میری عترت واہل بیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔۳؎

زید بن ارقم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: گویا خداوند عالم نے مجھے اپنی طرف دعوت دی ہے جسے میرے لئے قبول کرنا ضروری ہے، میں تمہارے درمیان دو

۱؎ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج ۱، ص ۳۲۷

۲؎ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۷، ابن اثیر، اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۲، صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۰۸۔

بزرگ وگراں قدر چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ایک کتاب خدا (قرآن مجید) اور دوسرے میری عترت و اہل بیتؑ ہیں، ان کی نسبت ہوشیار رہنا کہ کس طرح سے ان کے ساتھ سلوک کرو گے یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔[۱]

حدیث ثقلین کے بارے میں علامہ طباطبائی کا بیان

علامہ طباطبائی: حدیث ثقلین صحیح اور قطعی حدیثوں میں سے ہے کہ جو بہت زیادہ سند اور مختلف عبارتوں میں ذکر ہوئی ہے اور سنی وشیعہ سبھی اس کے صحیح ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، اس حدیث سے اور اس جیسی حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ قرآن مجید قیامت تک لوگوں کے درمیان باقی رہے گا اور عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قیامت تک لوگوں کے درمیان باقی رہے گی یعنی زمین کبھی بھی (نسل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) امام اور حقیقی راہبر سے خالی نہیں رہے گی۔

۲۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو گراں قدر امانتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی تمام علمی اور دینی ضرورتوں کو پورا کر دیا اور اہل بیت کا مسلمانوں کے لئے مرجع کی حیثیت سے تعارف کرایا اور ان کے افعال واقوال کو معتبر قرار دیا۔

۳۔ قرآن مجید اور اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے اور کسی بھی مسلمان کو علوم اہل بیتؑ سے دوری اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کی پیروی کرنی چاہئے۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۲۰۹۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۶۔ فصول المہمہ، ص ۲۲۔ خصائص، ص ۳۰۔ صواعق المحرقہ، ص ۱۴۷۔ غایۃ المرام میں انتالیس (۳۹) حدیثیں علمائے اہل سنت اور بیاسی (۸۲) علمائے شیعہ سے نقل ہوئی ہیں، نیز یہ حدیث کتاب صحیح مسلم میں ج ۵ صفحہ ۱۲۲، اور کتاب صحیح ترمذی میں جلد پانچ (۵)، صفحہ ۶۳۲ نقل ہوئی ہے

۴۔ اگر لوگ اہل بیت کی اطاعت و پیروی کریں تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوں گے اور ہمیشہ حق ان کے ساتھ رہے گا۔

۵۔ اہل بیت کے پاس ضروری علوم اور لوگوں کی دینی ضرورتیں موجود ہیں جو بھی ان کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہیں ہوگا اور واقعاً سعادت و کامیابی سے ہمکنار ہو جائے گا، اہل بیت معصوم ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عترت و اہل بیت سے مراد پیغمبر اسلام کے تمام رشتہ دار اور اولاد نہیں ہیں بلکہ کچھ خاص افراد ہیں جو کہ علم دین کی نسبت کامل ہیں اور ان کے یہاں خطا و نسیان کا امکان نہیں پایا جاتا، عترت و اہل بیت سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے گیارہ فرزند ہیں کہ جن میں سے ہر ایک دوسرے کے بعد ظاہری منصب امامت پر فائز ہوا، جیسا کہ اس بات کی طرف روایات میں اشارہ ہوا ہے، مثلاً ابن عباس کہتے ہیں:

میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ کے اقرباء جن سے محبت کرنا واجب ہے کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: علی و فاطمہ زہرا اور حسن و حسین (علیہم السلام) ہیں۔ [1]

جناب جابر بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں قرار دی لیکن میری اولاد علی علیہ السلام کے صلب میں قرار دی۔ [2] [3]

ابن مغازلی شافعی نے کتاب "المناقب" میں حدیث ثقلین کو چار طرق کے ساتھ بیان کیا ہے، احادیث: ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴۔

---

[1] ینابیع المودۃ، ص ۳۱۱۔

[2] ینابیع المودۃ، ص ۳۱۱۔

احادیث اہل سنت ۱۴۱/

حدیث ۲۸۱:

ہمیں خبر دی ابو طالب محمد بن احمد بن عثمان نے مہری سے جو کہ ابن صیر فی کے نام سے مشہور ہیں اور ۴۴۰ھ میں شہر واسط آئے تھے، انہوں نے کہا: ہم سے نقل کیا ابو حسین عبید اللہ بن احمد بن یعقوب بن بواب نے کہ، ہم سے نقل کیا محمد بن محمد بن سلیمان باغندی نے کہ ہم سے حدیث بیان کی وہبان نے کہ ہم سے نقل کیا خالد بن عبد اللہ نے حسن بن عبد اللہ سے، ابو ضحیٰ سے زید بن ارقم سے کہ انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بتحقیق میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک کتاب خدا (قرآن مجید) اور دوسرے اپنی عترت و اہل بیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔

حدیث ۲۸۲:

ہمیں خبر دی ابو طالب محمد بن احمد بن سہل نحوی نے کہ ہم سے نقل کیا ابو عبد اللہ محمد بن علی مسقطی نے کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو محمد بن عبد اللہ بن شوذب نے کہ ہم سے نقل کیا محمد بن ابو عوام ریاحی نے کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو عامر عقدی عبد الملک بن عمرو نے کہ ہم سے نقل کیا محمد بن طلحہ نے اعمش سے، عطیہ بن سعید سے، ابو سعید خدری سے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک میں عنقریب خداوند عالم سے ملاقات کروں گا، میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک کتاب خدا جو ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہے اور

ان دونوں کی نسبت کس طرح میری نیابت کرو گے۔

مؤلف: حدیث ثقلین ان حدیثوں میں سے ہے جو حد تواتر تک پہنچی ہیں اور تمام علمائے اہل سنت اور شیعہ اس بات پر متفق ہیں، البتہ اس حدیث کے بارے میں تحقیق کرنی چاہئے کیوں کہ حدیث میں غور وفکر کرنے سے ہماری بہت سے اساسی مسائل کی طرف راہنمائی ہوتی ہے، تا کہ حضرت علی کے مرتبہ کو پوری طرح سے سمجھ سکیں، چنانچہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا:

میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہل بیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔

البتہ دوسری حدیث میں اس جملہ کا اضافہ ہے کہ: دیکھو تم ان کی نسبت کس طرح میری نیابت کرتے ہو، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا کہ کس طرح میرے قائم مقام ہو گے تو اس سے کون افراد مراد ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام ہوئے، اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد ابو بکر و عمر تھے کہ جنہوں نے ناحق خلافت پر قبضہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن و اہل بیت کا خیال رکھنا یعنی پہلے قرآن اور پھر میرے اہل بیت اور قرآن کی حکومت اہل بیت کے بغیر ناقص تھی، کیوں کہ اہل بیت قرآن ناطق ہیں لہٰذا حکومت و خلافت کا حق صرف حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے گیارہ فرزندوں کو تھا۔

۲۸۔ حدیث جواز (پروانہ جنت)

”قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا يَجُوزُ اَحَدٌ الصِّرَاطَ اِلَّا مَنْ

احادیث اہل سنت ۱۴۳/

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پل صراط سے کوئی نہیں گزر سکتا سوائے اس کے کہ جسے علی پروانہ (عبور) لکھ دیں۔

قیس بن حازم کہتے ہیں کہ ابوبکر اور حضرت علی علیہ السلام کی ملاقات ہوئی ابوبکر مسکرائے، حضرت علی نے دریافت کیا کہ مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟

ابوبکر نے کہا: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: پل صراط سے کوئی نہیں گزر سکتا سوائے اس کے کہ جسے علی بن ابی طالب پروانہ (عبور) لکھ دیں۔

البتہ یہ حدیث مختلف طرق سے نقل ہوئی ہے اور ابن مغازلی نے کتاب ''المناقب'' میں، صفحہ ۱۱۹ پر تحریر کی ہے، ابن عباس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' عَلِیٌّ یَومَ الْقِیامَۃِ عَلیٰ الْحَوضِ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ جاءَ بِجَوَازٍ مِنْ عَلِی بنِ اَبِی طَالِب ''

یعنی حضرت علی علیہ السلام قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوں گے، جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ جو آپ سے پروانہ دخول لے کر آئے۔

اس حدیث سے حضرت علی علیہ السلام کی عظمت وفضیلت سمجھ میں آتی ہے، البتہ تعجب کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان حدیثوں کا اقرار واعتراف کیا اور قیامت کے دن حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کی ضرورت سمجھا، آخر انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی تکلیف اور ناراضگی کے اسباب کیوں فراہم کئے، جن لوگوں نے آنجناب کی ناراضگی کے اسباب مہیا فرمائے ہیں وہ کس طرح آپ کے محبوب ہوسکتے ہیں اور جو محبوب و دوست نہیں ہے بلکہ دشمن ہے وہ پل صراط سے عبور کس طرح کرے گا، لہٰذا جن لوگوں نے

اور آنجناب کی گردن میں رسی کا پھندا ڈالا اور بیعت کے مسئلہ میں دھمکی دی، ان کے پاس تو بلا شک پروانہ نہیں ہے لہٰذا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

۲۹۔ حدیث ضمانت

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہﷺ: مَنْ یَضْمَنُ عَنِّی دَیْنِی وَ مَوَاعِیْدِی
وَ یَکُونُ خَلِیفَتِی وَ یَکُونُ مَعِی فِی الْجَنَّۃِ''[1]

رسول خداﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے قرض اور وعدوں کی ضمانت لے گا وہ میرا خلیفہ اور وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

احمد بن حنبل اپنی کتاب ''مسند'' میں روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آیہ مبارکہ:
''وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ'' نازل ہوئی تو رسول خداﷺ نے اپنے اہل بیت کو جو کہ تیس افراد تھے جمع کیا اور وہ تین دن تک دسترخوان سے شکم سیر و سیراب ہوئے، آنحضرتﷺ نے ان سے فرمایا:

''مَنْ یَضْمَنُ عَنِّی دَیْنِی وَ مَوَاعِیْدِی یَکُونُ خَلِیفَتِی وَ یَکُونُ
مَعِی فِی الْجَنَّۃِ''

جو شخص میرا قرض اور میرے وعدوں کی ضمانت لے گا وہ میرا خلیفہ اور میرے ساتھ جنت میں ہوگا، ایک شخص نے کہا: اے رسول خداﷺ! کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جو قبول کر لے گا؟

دوسرے نے کہا: اپنے اہل بیت سے کہہ رہے ہیں، پس حضرت علی علیہ السلام نے کہا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس تم ہو (۲) (یعنی تم ہی میرے خلیفہ و جانشین ہو) ۱؎

اقربا کو اسلام کی دعوت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قرابتداروں کو کھانے پر مدعو کیا، کھانا کھانے کے بعد ان سے فرمایا: میری نظر میں کوئی ایسا نہیں کہ جو ان چیزوں سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے لے کر آیا ہوں، خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں، لہٰذا کون ہے جو اس امر میں میری مدد کرے اور تمہارے درمیان میرا بھائی اور وصی و خلیفہ قرار پائے؟

سب کے سب چپ رہے، لیکن حضرت علی علیہ السلام جو کہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے اٹھے اور کہا: میں آپ کی نصرت و مدد کروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میرا بھائی اور میرے بعد میرا جانشین و خلیفہ ہے۔

ان کی اطاعت و پیروی کی بات سن کر لوگ وہاں سے ہنستے ہوئے واپس چلے گئے اور جناب ابوطالب سے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی پیروی کریں۔ ۲؎

ثعلبی اپنی تفسیر میں آیہ مبارکہ '' وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ '' کے ذیل میں براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جس وقت آیہ مبارکہ '' وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ '' نازل ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا: اے علی! خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خداوند عالم کی طرف دعوت دوں اور اس کام سے میرا ہاتھ تنگ ہے، میں تنہا اس کام میں ناکافی ہوں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ جتنا بھی انہیں خدا کی

۱؎ مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۱۱ چاپ مصر، ابن طریق العمدہ، ص ۴۲۔

طرف دعوت دوں سوائے ناراضگی کے کوئی ثمرہ و نتیجہ نہیں ہے، لہٰذا میں نے خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اگر اس کار تبلیغ کو انجام نہیں دو گے تو خداوند عالم آپ کو سزا دے گا۔

اے علی! اب تم ایک من کھانے کا انتظام کرو اور گوسفند (بھیڑ) کی ایک ران پکاؤ اور ایک پیالہ دودھ کا انتظام کرو اور پھر اولاد عبدالمطلب کی دعوت کرو تا کہ ان سے بات چیت کروں اور جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اس کو بیان کروں۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا میں نے اسے انجام دیا اور ان لوگوں کی دعوت کی، پہلے دن چالیس سے کچھ زیادہ افراد تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا بھی شامل تھے، جب سب جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا لاؤ، جب میں کھانا لے کر آیا تو آنحضرت نے شاید اس میں سے گوشت کی بوٹی اٹھائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے برتن میں ایک طرف رکھا اور فرمایا: خدا کے نام سے کھانا شروع کیجئے، سب نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ سب کھا کر شکم سیر ہو گئے، خدا کی قسم ان میں سے ہر ایک نے اس پیالہ کے برابر دودھ پیا، البتہ جیسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کہنا چاہا تو ابولہب نے پہلے ہی کھڑے ہو کر کہا: صاحب خانہ نے آپ لوگوں کے ساتھ اچھا جادو کیا ہے، یہ سن کر سب کھڑے ہوئے اور واپس چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ کہنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: دوسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر مجھ سے فرمایا: اے علی! اس شخص (ابولہب) نے مجھ پر سبقت کی اور مجھے کچھ کہنے کا موقعہ نہیں دیا، لہٰذا مجبوری ہے کہ پھر سے اسی طرح کھانے اور دودھ کا انتظام کیا جائے اور لوگوں کو جمع کیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق میں نے کھانے کا بندوبست کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گزشتہ دن کی طرح پھر اسی طرح کیا، جب

خدا کی قسم میری نظر میں کوئی ایسا نہیں جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں، میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کا خیر لے کر آیا ہوں اور خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دوں، لہٰذا آپ لوگوں میں سے کون ہے جو میری نصرت و مدد کرے اور اپنے درمیان میرا بھائی و وصی اور جانشین بنے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: باوجود اس کے کہ میں ان میں سب سے چھوٹا تھا مگر میں نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس کام میں آپ کی نصرت و مدد کروں گا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا:

یہ ہیں میرے بھائی اور میرے وصی اور میرے بعد میرے جانشین، آپ سب ان کے حکم کو سنئے اور ان کی اطاعت و پیروی کیجئے، کہتے ہیں کہ اس وقت لوگ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور جناب ابو طالب سے کہا: محمد آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے فرزند کی اطاعت کیجئے اور اس کی باتوں کو سن کر عمل کیجئے۔

محدثین کے درمیان یہ روایت ''یوم الدار'' کے نام سے مشہور ہے اور اسے ابن اسحاق و ابن جریر و ابن مردویہ و ابونعیم اصفہانی اور بیہقی نے ''دلائل'' میں نقل کیا ہے۔

نیز علی بن برہان حلبی شافعی نے ''سیرہ حلبی'' ج ۱، ص ۳۲۳ پر اور علامہ متقی ہندی نے ''کنز العمال'' ج ۶، ص ۳۹۷ پر اور ابوالفدا نے ''تاریخ ابی الفدا'' ج ۱، ص ۱۱۶ پر اور نسائی نے ''خصائص'' ص ۶ پر اور ابوجعفر اسکافی معتزلی نے ''نقض العثمانیہ'' میں ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۳ کے مطابق نیز ابن سعد نے ''طبقات الکبریٰ'' میں اسی مضمون کو نقل کیا ہے۔[۱]

۳۰۔ حدیث استرشاد

"قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم : اَلا اَدُلُّکُم عَلیٰ مَن اِذَا اِستَرشَدتُمُوهُ لَن تَضِلُّوا وَ لَن تَهلِکُوا ؟ قَالُوا : بَلیٰ یَا رَسُول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ، قَالَ : هُوَ ذَا وَ اَشَارَ اِلیٰ عَلِی بنِ اَبِی طَالِب ، ثُمَّ قَالَ : وَ اَخُوهُ وَ وَازِرُوهُ وَ اَصدِقُوهُ وِ اَنصِحُوهُ فَاِنَّ جِبرَئِلَ اَخبَرَنِی بِمَا قُلتُ لَکُم "[۱]

زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محضر مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا میں تمہیں ایسے شخص کی طرف راہنمائی نہ کروں کہ اگر اس کی باتوں پر عمل کرو گے تو کبھی بھی گمراہ وہلاک نہیں ہو سکتے ؟

سب نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص یہ ہیں اور پھر حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

ان کے ساتھ بھائی چارگی قائم رکھو اور ان کی نصرت و مدد کرو، ان سے سچی محبت و سچی دوستی رکھو اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرو، میں نے جو کچھ بھی کہا ہے اس کے بارے میں مجھے جناب جبرئیلؑ نے خبر دی ہے۔

۳۱۔حدیث بساط

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : یَا عَلِی ! سِلْمُکَ سِلْمِی وَ حَرْبُکَ حَرْبِی وَ اَنْتَ الْعَلَمُ بَیْنِی وَ بَیْنَ اُمَّتِی بَعْدِیْ ''[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر فرمایا: اے علی! آپ سے صلح وآشتی کرنا مجھ سے صلح وآشتی کرنا ہے اور آپ سے جنگ کرنا گویا مجھ سے جنگ کرنا ہے اور آپ میرے بعد میرے اور میری امت کے درمیان پرچم ہیں۔

کتاب ''مناقب ابن مغازلی'' چاپ ۱۵-۹-۳۵۶ میں حدیث بساط نقل ہوئی ہے اور اسے ہم بھی یہاں نقل کرر ہے ریں: ہمیں خبر دی ابو محمد حسن بن احمد موسی غند جانی نے، کہا: ہم سے حدیث بیان کی ابو الفتح ہلال بن محمد حفار نے، کہا: ہم سے نقل کیا میرے بھائی دعبل بن علی نے، کہا: ہم سے نقل کیا شعبہ بن حجاج نے، ابو یتاح سے، ابن عباس کے حوالہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل میرے لئے جنت سے ایک فرش لے کر آئے، میں اس پر بیٹھ گیا، جب میں اس پر جلوہ نشین ہوا تو مجھ سے کچھ بات کی اور جو کچھ مجھ سے کہا علی علیہ السلام جانتے ہیں، پس وہ میرے شہر علم کا دروازہ ہیں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر فرمایا:

اے علی! آپ کے ساتھ صلح وآشتی کرنا میرے ساتھ صلح وآشتی کرنا ہے اور آپ کے ساتھ جنگ کرنا گویا میرے ساتھ جنگ کرنا ہے اور آپ میرے بعد میری امت میں پرچم ونشانی ہیں (اس بات کا کنایہ ہے کہ آپ میرے بعد امت کے خلیفہ ہیں)۔[2]

۳۲۔حدیث طائر

''اَللّٰھُمَّ اِئْتِنِی بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ حَتّٰی یَاکُلَ مَعِی هٰذا الطَّائِرَ...''[۱]

خدایا! اپنے محبوب ترین بندہ کو میرے پاس بھیج تا کہ اس پرندے کو میرے ساتھ کھائے، خدایا! کسی کو بھیج کہ اس کھانے کو کھائے جسے تو دوست رکھتا ہے اور وہ تجھے دوست رکھتا ہو نیز تیرے پیغمبر کو دوست رکھتا ہو اور تیرا پیغمبر اسے دوست رکھتا ہو۔

اس روایت کو ابن مغازلی نے ''المناقب'' میں، ص ۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۶ پر مختلف طرق (یعنی تقریباً تیں) کے ذریعہ اپنی سند کے ساتھ زبیر بن عدی سے بحوالہ انس بن مالک نقل کیا ہے: انس کہتے ہیں: اس وقت کسی نے دستک دی، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انس دروازہ کھولو، میں نے دل میں کہا: خدا کرے انصار میں سے کوئی ہو، لیکن میں نے دیکھا کہ دروازہ کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

میں نے کہا: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں، میں یہ کہہ کر پلٹا اور اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، دوسری مرتبہ دستک دی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو، (انس کہتے ہیں) میں نے پھر دعا کی کہ خدا کرے، انصار میں سے کوئی ہو، میں نے دروازہ کھولا مگر پھر حضرت علی علیہ السلام تھے، میں نے کہا: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں، یہ کہہ کر پلٹا اور اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دعا کی تین بار تکرار کی، انس نے کہا: پھر حضرت علی علیہ السلام آئے اور اس مرتبہ زور سے دستک دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: دروازہ کھولو، جیسے ہی آنحضرت کی نظر حضرت علی علیہ السلام پر پڑی تو آپ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ وَالِی ، اَللّٰھُمَّ وَالِی ، اَللّٰھُمَّ وَالِی "

خدایا! اسے دوست رکھ، حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف فرما ہوئے پھر دونوں نے ایک ساتھ اس پرندہ (مرغ) کو کھایا۔[1]

علامہ متقی ہندی کتاب "کنز العمال" ج۶، ص۴۰۶ پر نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے انس! اس میں کوئی برائی نہیں ہے کہ انسان اپنی قوم اور اپنے رشتہ داروں کو دوست رکھے البتہ اس شرط کے ساتھ کہ دوسروں سے دشمنی نہ رکھے۔

جو احادیث حضرت علی علیہ السلام کی عظمت وفضیلت کے سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں ان میں سے ایک حدیث طیر ہے کہ اس حدیث کو ابن مغازلی نے اپنی کتاب "المناقب" میں مختلف طرق کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جن سب کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پرندہ (مرغ) کا گوشت کھانے کے لئے دعا کی کہ خدایا! اپنے محبوب ترین بندہ کو میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ اسے کھانے میں شریک ہو جائے، خداوند عالم نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا اور آنجناب علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس غذا کو تناول فرمایا، ہم ان چوبیس حدیثوں میں سے یہاں پر صرف دو حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ (مؤلف)

ہمیں خبر دی ابو طالب محمد بن علی بن فتح حربی بغدادی نے، اس خط میں جو انہوں نے میرے پاس لکھا تھا کہ ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین نے ان سے نقل کیا کہ ہم سے نصر بن قاسم فرضی نے نقل کیا کہ ہم سے حدیث بیان کی عیسی بن مساور جوہری نے اور مجھ سے کہا یغنم بن سال نے ۲۱۱ھ میں، مجھ سے کہا کہ انس بن مالک نے مجھ سے کہا: کسی نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پرندہ (مرغ کا گوشت) ہدیہ کیا

[1] مناقب خوارزمی، ص۵۹۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۳۰۔ ذخائر العقبی، ص۶۱۔

۱۵۲ / علیؑ خلیفۂ رسولؐ ....

آنحضرتؐ نے دعا کی:

خدایا! اپنے محبوب ترین بندہ کو میرے پاس بھیج، حضرت علیؑ آئے، میں نے انہیں پلٹا دیا پھر آئے، میں نے اس مرتبہ بھی واپس کر دیا یہاں تک کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ آئے، پیغمبر اکرمؐ نے آنجناب سے دریافت کیا: اے علی! کس نے آپ کو میرے پاس آنے سے روکا تھا؟ (یا کس وجہ سے آنے میں تاخیر ہوئی؟

حضرت علیؑ نے کہا: میں آیا تھا مگر انس نے مجھے واپس کر دیا، دوبارہ آیا، مگر اس مرتبہ بھی انس نے مجھے واپس کر دیا پھر تیسری مرتبہ آیا لیکن اس مرتبہ بھی انس نے واپس کر دیا، پیغمبر اکرمؐ نے دریافت فرمایا:

تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا تم سوچ رہے تھے کہ کوئی انصار میں سے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول خداؐ!

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے انس! کیا گروہ انصار میں کوئی علیؑ سے برتر و بہتر ہے؟ [1]

ہمیں خبر دی حسن بن موسی نے کہ ہمیں خبر دی ہلال بن محمد بن جعفر بن سعدادان ابو الفتح نے کہ ہم سے نقل کیا اسماعیل بن علی بن رزین بن عثمان بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء جزاعی بزار نے حران میں کہ ہم سے نقل کیا وہب بن بقیہ نے ابو جعفر سباک سے بحوالہ انس بن مالک کہ کسی نے پیغمبر اکرمؐ کو پرندہ (مرغ کا گوشت) ہدیہ کیا اور وہ انصار کی کسی معظمہ (خاتون) نے ہدیہ کیا تھا، جب پیغمبر اسلامؐ تشریف لائے تو اس خاتون نے اس پرندہ کو آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا، آنحضرتؐ نے دعا کی:

[1] ترجمہ مناقب الامام علی بن ابی طالب، ابن مغازلی، ص ۱۶۰، حدیث ۱۹۶۔

خدایا! اولین و آخرین میں سے اپنے محبوب ترین بندہ کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ اسے میرے ساتھ کھائے۔

انس کہتے ہیں: میں نے دل میں کہا: خدایا! اس شخص کو میرے رشتہ دار انصار میں سے قرار دے، پس حضرت علی علیہ السلام آئے اور دستک دی، میں نے آنجناب کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ آنحضرت کسی کام میں مشغول ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دوبارہ دعا کی: خدایا! اولین و آخرین میں سے اپنے محبوب ترین بندہ کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس مرغ کو کھائے، میں (انس) نے کہا:

خدایا! اسے میرے رشتہ دار انصار میں سے قرار دے، اس مرتبہ پھر حضرت علی علیہ السلام آئے اور میں نے انہیں لوٹا دیا، جب تیسری مرتبہ حضرت علی علیہ السلام آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

اے انس (حضرت علی علیہ السلام) آئے ہیں دروازہ کھول دو، میں نے دروازہ کھولا، آنجناب علیہ السلام داخل ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس پرندہ کو تناول فرمایا اور اس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا حضرت علی علیہ السلام کے حق میں پوری ہوئی۔[1] (مؤلف)

مہم یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس کھانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت فرمائی، دوسرے یہ کہ معراج میں بھی آپ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیب کھانے میں شریک رہے، اس بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد محبوب ترین فرد حضرت علی علیہ السلام ہیں نہ کہ ابوبکر و عمر، کہ انہوں نے پیغمبر کی شان اقدس میں۔ جب کہ آنحضرت بستر علالت پر تھے۔ گستاخی کرتے ہوئے ناسزا بات کہی اور آنحضرت کی نافرمانی کی۔

---

[1] مناقب الامام علی بن ابی طالب، ابن مغازلی، ص ۱۶۲۔۱۶۱، حدیث ۲۰۰۔

۳۳۔ حدیث: ''لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار''

حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی جوان بہادر نہیں اور سوائے ذوالفقار کے کوئی شمشیر نہیں۔

احمد بن حنبل اپنی کتاب ''مسند احمد'' میں ابی رافع سے، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے جد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جس وقت حضرت علی علیہ السلام نے میدان احد میں مشرکین کے علمبرداروں کو قتل کر دیا تو جناب جبرئیل نے کہا: ''یَا رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ! اِنَّ هٰذِهِ الْمُوَاسَاۃ ''اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ مواسات ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' اِنَّهٗ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ '' وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

جناب جبرئیل نے کہا: اور میں آپ دونوں سے ہوں۔[۱]

تاریخ طبری کے نقل کرنے کے مطابق راوی کہتا ہے: سب نے سنا کہ کہنے والے نے کہا:

'' لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَ لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی ''

ہمیں خبر دی ابوعیسی بن خلف بن محمد بن ربیع اندلسی (انڈونیشیائی) نے (جو ۴۳۴ھ میں شہر واسط میں میرے پاس آئے) کہ ہمیں خبر دی ابوحسین علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران معدل نے، انہوں نے کہا کہ ابوعلی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل صفار نحوی کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا، کہا: حسن بن عرفہ نے آپ سے نقل کیا ہے؟ کہا: عمار بن محمد (سعد بن طریف حنظلی سے بحوالہ ابوجعفر محمد) بن علی نے نقل کیا ہے کہ جس فرشتہ کو رضوان کہا جاتا ہے اس نے بدر کے دن آسمان میں ندا دی:

'' لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَ لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی ''[۲]

---

۱ ذخائر العقبی، ص ۶۸۔

۲ ترجمہ مناقب الامام علی بن ابی طالب، ابن مغازلی، ص ۱۷۹، حدیث ۲۳۵۔

مؤلف: بہر حال قدر متیقن یہ ہے کہ حدیث: " لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار " حضرت علی علیہ السلام کی شان اقدس میں میدان احد میں جناب جبرئیل کی زبان پر یا جنگ بدر میں جناب رضوان کی زبان پر جاری ہوئی اور دونوں صورتوں میں میدان جنگ سے متعلق حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت و بہادری کا اعلان ہے اور یہ خاص صفت اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دوسروں (ابوبکر و عمر و عثمان...) پر ترجیح رکھتے ہیں نیز " لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار " کے تقدم اور تأخر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۳۴۔ حدیث: محبت علی

"قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : حُبُّ عَلِی بنِ اَبِی طَالِب یَاکُلُ السَّیِّئَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارَ الْحَطَبَ " [۱]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علیؑ کی محبت برائیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

نیز ایک دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" عُنْوَانُ صَحِیفَةِ الْمُؤمِنِ حُبُّ عَلِی بنِ اَبِی طَالِب " [۲]

مومن کے نامہ (اعمال) کا عنوان حضرت علی علیہ السلام کی محبت ہے۔

مؤلف: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اعمال میں میزان و معیار حضرت علی علیہ السلام کی محبت ہے اور ایمان کے درجات حضرت علی علیہ السلام کی محبت سے کم و زیادہ ہوتے ہیں اور بے شک محبت کے سب سے بلند درجہ پر حضرت فاطمہ زہراؑ فائز ہیں کہ جنہوں نے جان کی بازی لگا کر اس محبت کا اظہار کیا۔

---

[۱] تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۹۴۔

[۲] جامع الصغیر، ج ۲، ص ۱۴۵ و مناقب امام علی بن ابی طالب، ص ۲۴۳، ابن مغازلی۔

البتہ ابن عساکر ایک اور حدیث کتاب ''تاریخ امیر المؤمنین'' میں انس بن مالک کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

''...یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِمْتَحِنُوْ اَوْلَادَکُمْ بِحُبِّهٖ فَاِنَّ عَلِیًا لَا یَدْعُوْاِلیٰ ضَلَالَةٍ وَلَا یُبْعِدُ عَنْ هُدیً ، فَمَنْ اَحَبَّهٗ فَهُوَ مِنْکُم وَ مَنْ اَبْغَضَهٗ فَلَیْسَ مِنْکُمْ ...''

اے لوگو! اپنی اولاد کا امتحان علی علیہ السلام کی محبت کے ذریعہ کرو، کیوں کہ علی علیہ السلام کسی کو بھی گمراہی کے راستہ پر نہیں لے جائیں گے اور کسی کو بھی راہ راست سے دور نہیں کریں گے جو فرزند بھی انہیں دوست رکھے گا وہ تم سے (حلال زادہ) ہے اور جو بھی ان سے دشمنی کرے گا وہ تم سے نہیں ہے (یعنی حرام زادہ ہے)

اسی بنا پر حدیث مذکور کی روشنی میں حضرت علیؑ کے مخالفوں کا شجرہ خبیثہ معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث کے ذیل میں انس بن مالک کہتے ہیں:

اس دن کے بعد لوگ اپنے فرزندوں کو کاندھوں پر سوار کر کے حضرت علی علیہ السلام کے راستے میں کھڑے ہو جاتے تھے، جب وہ حضرت علی علیہ السلام کو دیکھتے تھے تو اپنے بچوں کا رخ حضرت علی علیہ السلام کی طرف کر کے کہتے تھے:

بیٹے! اس آدمی کو جو آرہا ہے دوست رکھتے ہو؟

اگر بچہ کہتا تھا کہ ہاں دوست رکھتا ہوں تو اسے پیار کرتے تھے اور اگر کہتا تھا کہ نہیں تو اسے زمین پر اتار کے کہتے تھے کہ جا تو اپنی ماں کے پاس، جا اپنی ماں کے خاندان والوں کے پاس، تجھے تیرے باپ اور تیرے باپ کے خاندان والوں سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ جو بچہ حضرت علی علیہ السلام کو دوست نہ رکھے میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

۳۵۔حدیث: قضیب

''قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم : مَنۡ سَرَّهٗ اَنۡ يَحۡيىٰ حَيَاتِي وَ يَمُوتَ مَمَاتِي وَ يَسۡكُنَ جَنَّةَ عَدۡنٍ غَرَسَهَا رَبِّي فَلۡيَتَاوَلۡ عَلِيّاً مِنۡ بَعۡدِي وَ لِيُوَالِ وَلِيَّهٗ وَلۡيَقۡتَدِ بِاَهۡلِ بَيۡتِي مِنۡ بَعۡدِي فَاِنَّهُمۡ عِتۡرَتِي خُلِقُوا مِنۡ طِينَتِي وَ رُزِقُوا فَهۡمِي وَ عِلۡمِي فَوَيۡلٌ لِلۡمُكَذِّبِيۡنَ بِفَضۡلِهِمۡ مِنۡ اُمَّتِي الۡقَاطِعِينَ فِيۡهِمۡ صِلَتِي لَا اَنَا لَهُمُ اللّٰهُ شفاعتى''[۱]

جو چاہتا ہے کہ میری طرح زندگی بسر کرے اور میری طرح مرے اور جنت عدن میں کہ جہاں میرے پروردگار نے درخت اگائے ہیں رہے تو اسے چاہئے کہ میرے بعد علی علیہ السلام کی ولایت قبول کرے اور ان کے دوستوں کو دوست رکھے نیز میرے بعد میرے اہل بیت کی اقتدا و پیروی کرے، بے شک وہ میری عترت ہیں جو میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں، انہیں میرا علم وفہم دیا گیا ہے، میری امت میں اس شخص کو جو ان کے فضائل و کمالات کو جھٹلائے اور ان سے دشمنی کر کے مجھ سے قطع تعلق کر لے، خداوند عالم میری شفاعت نصیب نہیں کرے گا۔

ہمیں خبر دی ابوحسن احمد بن مظفر بن احمد عطار نے اس طرح کہ میں نے ان کے سامنے پڑھا اور انہوں نے اقرار کیا ۴۳۴ھ میں، میں نے ان سے کہا: آپ کو خبر دی ہے ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان نے جو کہ ابن سقا حافظ واسطی کے لقب سے ملقب ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو بکر بن ابو داؤد نے اور میں نے ان سے پوچھا، ہم سے حدیث بیان کی اسحاق بن ابراہیم بن شاذان نے کہ ہم سے نقل کیا محمد بن صلت

---

[۱] کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۲۱۷، حدیث ۳۸۱۹، علامہ متقی ہندی و شرح نہج البلاغہ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۰، ابن ابی الحدید معتزلی

۱۵۸ / علیؑ خلیفہ رسولؐ ....

نے کہ ہم سے حدیث بیان کی اعمش نے مجاہد سے بحوالہ ابن عباس کہ انہوں نے کہا: رسول خداؐ نے فرمایا:

جو شخص اس درخت سے جو کہ سرخ یاقوت کا ہے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے جسے خداوند عالم نے جنت عدن میں اگایا ہے تو اسے چاہئے کہ علیؑ سے محبت ودوستی کرے۔ [۱]

ہمیں خبر دی ابو طالب محمد بن احمد بن عثمان نے کہ ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن زید بن علی بن جعفر بن مروان کوفی نے اس طرح کہ میں نے ماہ ذی الحجہ ۲۷۳ھ میں ان کے سامنے بیان کیا کہ ہم سے نقل کیا ابو عبداللہ محمد بن علی بن شاذان نے، انہوں نے کہا: مجھ سے نقل کیا محمد بن اسماعیل نے، انہوں نے کہا: مجھ سے نقل کیا اسحاق بن موسیٰ نے، اپنے والد سے، اپنے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن الحسین سے بحوالہ ابن عباس، کہا: میں نے سنا حضرت رسول خداؐ نے فرمایا:

جو شخص بھی سرخ یاقوت کے درخت سے جسے خداوند عالم نے جنت عدن میں اگایا ہے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ علیؑ سے محبت ودوستی کرے۔ [۲]

ہمیں خبر دی ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی نے کہ ہم سے نقل کیا ابو عبداللہ محمد بن علی سقطی نے جو کہ ابن خواہر مہدی واسطی کے نام سے مشہور ہیں کہ ہم سے نقل کیا ولید بن عباس نے کہ ہم سے نقل کیا سلیمان بن یسار نے اپنے والد سے بحوالہ ابو ہریرہ کہ حضرت رسول خداؐ نے صبح کی نماز ادا کر کے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جبرئیل کیا چیز لے کر میرے پاس نازل ہوئے؟

ہم نے عرض کیا: خداوند عالم بہتر جانتا ہے۔

---

[۱] کتاب مناقب ابن مغازلی، حدیث ۲۶۰، ص ۱۹۱۔۱۹۰۔۱۸۹۔

[۲] کتاب مناقب ابن مغازلی، حدیث ۲۶۲۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ پر نازل ہوکر فرمایا: اے محمد! بے شک خداوند عالم نے جنت میں ایک درخت اگایا ہے جس کا ایک تہائی حصہ سرخ یاقوت کا ہے اور ایک تہائی سبز زبرجد کا ہے اور ایک تہائی لولو (موتیوں) سے تروتازہ ہے۔ اس پر طاق ہیں اور ان میں بالا خانے ہیں اور ہر بالا خانے میں ایک درخت ہے اور اس کے پھل ومیوہ حوروں کو قرار دیا گیا ہے اور اس میں سلسبیل کے چشمہ کو جاری کیا ہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپ ہوگئے، ایک شخص نے کھڑے ہوکر سوال کیا: اے رسول خدا! یہ درخت کس کے لئے ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ درخت ہر اس شخص کے لئے ہے جو علی علیہ السلام سے محبت و دوستی کرے۔[۱]

مؤلف: ابن مغازلی نے کتاب ''المناقب'' میں اس مضمون کی پانچ حدیثیں نقل کی ہیں اور پانچوں حدیثوں میں حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام کی محبت و دوستی کی طرف اشارہ ہے۔

۳۶۔ حدیث ولایت

''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : يَا عَلِي ! لا يُحِبُّكَ اِلَّا طَاهِرُ الْوِلَادَةِ وَ لَا يُبْغِضُكَ اِلَّا خَبِيثُ الْوِلَادَةِ''[۲]

اے علی! تمہیں حلال زادہ کے علاوہ کوئی دوست نہیں رکھے گا اور ناپاک مولود (حرام زادہ) کے سوا کوئی دشمنی نہیں رکھے گا۔

مزید وضاحت کے لئے پوری حدیث نقل کرتے ہیں:

'' عَنْ اِبنِ عَبَّاسِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : يَا عَلِي اَنْتَ

۱۔ کتاب مناقب ابن مغازلی، حدیث ۲۶۴۔

۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۴۴، ص ۱۳۳۔

صَاحِبُ حَوضِی وَ صَاحِبُ لِوائِی وَ حَبِیبُ قَلْبِی وَ
وَصِی وِ وَارِثُ عِلْمِی ، وِ اَنتَ مُستَودَعُ مَوَارِیثُ
الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبلِی و اَنتَ اَمِینُ اللّٰهِ عَلیٰ اَرْضِه،وحُجَّة
اللّٰهِ عَلیٰ بَرِیَّتِهٖ ، و اَنْتَ رُکْنُ الْاِیمَانِ و عَمُودُ الْاِسْلَام،
و اَنْتَ مِصْبَاحُ الدُّجیٰ وَ مَنَارُ الْهُدیٰ، وَ اَلْعَلَمُ الْمَرْفُوعُ
لِاَهْلِ الدُّنْیَا۔یَا عَلِی مَنِ اتَّبَعَکَ نَجَا، و مَنْ تَخَلَّفَ عَنْکَ
هَلَکَ ، و اَنْتَ الطَّرِیقُ الْوَاضِحُ و الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیمُ،
وَ انتَ قائِدُ غُرِّ الْمُحَجَّلِینَ وَ یَعْسُوبُ الْمُومِنِیْنَ وَ اَنْتَ
مَولا مَنْ اَنا مَولاهُ ، و اَنا مَولیٰ کُلِّ مُومِنٍ و مُومِنَةٍ،
لا یُحِبُّکَ اَلَّا طاهِرُ الْوِلادَةِ و لا یُبْغِضُکَ اَلّا خَبِیْثُ
الْوِلادَةِ و مَا عَرَجَنِی رَبِّی عَزَّ و جَلَّ اِلیٰ السَّمَاءِ وَ کَلَّمَنِی
رَبِّی اِلَّا قالَ : یا مُحَمَّدُ اَقْرِء عَلِیّاً مِنِّی السَّلامَ ، وَ عَرِّفَهُ
اَنَّهُ اِمامُ اَولِیائِی و نُورُ اَهْلِ طاعَتِی ، وَ هَنیئاً لَکَ هٰذِهٖ
الْکَرامَةَ"[۱]

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: تم میرے حوض کوثر کے مالک ہو، تم ہی میرے علم کے مالک ہو، میرے محبوب ہو اور میرے وصی اور میرے علم کے وارث ہو، مجھ سے پہلے تمہارے ہی سپرد انبیاء کی میراث کی گئی، تم روئے زمین پر خدا کے امین ہو اور اس کے بندوں پر حجت خدا ہو، تم ہی ایمان کے رکن اور اسلام کا ستون ہو، تاریکی میں روشن چراغ اور ہدایت کا منارہ ہو

[۱] ینابیع المودۃ، باب ۴۴، ص ۱۳۳۔

اور اہل دنیا کے لئے پرچم ہدایت ہو۔

اے علی علیہ السلام! جو تمہارا اتباع کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو تم سے مخالفت و دوری اختیار کرے گا ہلاک و برباد ہو جائے گا تم (جنت تک جانے کا) روشن اور سیدھا راستہ اور اہل ایمان کے قائد و پیشوا اور مومنین کے سید و سردار ہو اور تم ہر اس شخص کے مولا ہو جس کا میں مولا ہوں اور میں ہر مومن و مومنہ کا مولا ہوں تمہیں صرف وہی دوست رکھے گا جس کی ولادت پاک ہو اور تم سے دشمنی وہ رکھے گا جس کی ولادت نجس ہو۔

جب خداوند عالم مجھے معراج پر لے گیا اور جب بھی اس نے مجھ سے گفتگو فرمائی تو کہا:

اے محمد! علی علیہ السلام کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تم میرے اولیاء کے امام و پیشوا اور اطاعت کرنے والوں کے لئے نور ہو اور تمہیں یہ کرامت و شرف مبارک ہو۔

مئولف: اس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و کمالات بیان کرنے کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے علی! تمہیں وہ شخص دوست رکھے گا جس کی پیدائش پاک طریقہ سے ہو اور وہ شخص دشمنی رکھے گا جس کی پیدائش نجس طریقہ سے ہو، اس حدیث کے مطابق محبت و دوستی اور بغض و عداوت کے یہ دو معیار ہیں نیز یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کے غاصبین و معاندین اور مخالفوں کے باطنی طور پر نجس ہونے کو ثابت کرتی ہے اور ان کے حلال زادہ نہ ہونے میں کوئی شک و تردد نہیں ہے، بہر حال اس طرح دشمنان حضرت علی علیہ السلام کی حقیقت واضح و آشکار ہو جاتی ہے خاص کر تین گروہ ناکثین و قاسطین اور مارقین کی حقیقت۔

۳۷۔ حدیث نظر

''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :مَنْ اَرادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ نُوحٍ فِی عَزْمِہٖ وَالیٰ آدَمَ فِی عِلْمِہٖ وَالیٰ اِبْراھِیمَ فِی حِلْمِہٖ وَالیٰ مُوسیٰ فِی فِطْرَتِہٖ وَالیٰ عِیسیٰ فِی زُہْدِہٖ فَلْیَنْظُر اِلیٰ عَلِی بنِ اَبِی طَالِبٍ''[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے پختہ ارادہ میں اور حضرت آدم کو ان کے علم میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے حلم میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوش میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی طرف دیکھے۔

مذکورہ بالا حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کی پانچ خصوصیتیں بیان ہوئی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں اولوالعزم پیغمبروں کی صفات وخصوصیات جمع تھیں اور گذشتہ اوصیاء میں اس طرح کی صفات نہیں تھیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے '' فَلْیَنْظُر '' میں لام کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کے عزم و ارادہ، علم، حلم، ہوش اور زہد کے بارے میں تاکید فرمائی، البتہ غاصبین خلافت کا عزم وارادہ اہل بیت کو تکلیف پہنچانا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وسیرت کو چھوڑنا تھا۔

اگر غاصبین خلافت کو علمی اعتبار سے دیکھا جائے تو بے شک وہ احکام اور محکم ومتشابہ آیات سے جاہل تھے اور ان کے حلم کی معمولی جھلک یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے دروازہ میں آگ لگائی۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید المعتزلی، ج۹، ص۱۶۸، خطبہ نمبر۱۵۳ کی شرح میں اور بیان کیا کہ اس حدیث کو احمد بن حنبل نے (اپنی مسند) اور احمد بیہقی نے ''صحیح'' میں نقل کیا ہے، کتاب ''بوستان معرفت'' سے۔

ان کی عقل وزیرکی کا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے امت اسلامی میں تفرقہ واختلاف پیدا کیا اور زہد یہ ہے کہ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور ان کی بیوی سے اسی وقت زنا کیا اور خلیفہ وقت نے اس پر حد تک جاری نہیں کی۔

۳۸۔ حدیث حجج اللہ

"عَنْ جَابِرُ بنِ عَبد اللّٰہِ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اِنَّ اللّٰہ جَعَلَ عَلِیًّا وَ زَوْجَتَہٗ وَ اَبنَائَہٗ حُجَجَ اللّٰہِ عَلیٰ خَلْقِہٖ وَ ھُمْ اَبْوَابُ العِلْمِ فِی اُمَّتِی مَنِ اهتَدیٰ بِهِمْ هُدِیَ اِلیٰ صِراطٍ مُستَقِیمٍ"[1]

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند عالم نے علیؑ اور ان کی زوجہ اور ان کے فرزندوں کو اپنی طرف سے لوگوں پر حجت قرار دیا اور وہ میری امت میں میرے علم کا دروازہ ہیں جو ان کے ذریعہ ہدایت حاصل کرے گا اسے صراط مستقیم کی ہدایت حاصل ہو جائے گی۔

مؤلف: اس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام وحضرت فاطمہ زہراؑ اور آپ کے گیارہ فرزندوں کا حجت ہونا صریح طور پر بیان ہوا ہے اور جو بھی حجت خدا ہے وہ بہترین نمونہ عمل ہے اور جو بہترین نمونہ علم ہے بے شک وہ بہترین ہادی ہے لہٰذا حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی زوجہ گرامی اور آپ کے فرزند بہترین ہادی وراہبر تھے مگر دوسرے ناحق جائے خلافت وراہبری پر مسند نشین ہو گئے اور مسلمانوں کی گمراہی کا سبب قرار پائے اور مسلمانوں کی جہالت کا گناہ ان ہی کی گردن پر ہے کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو جائے خلافت وراہبری پر نہیں آنے دیا، پہلا کام یہ کیا کہ فدک کو غصب کر کے مالی اعتبار سے کمزور بنا دیا اور بعد میں خطبوں کے ذریعہ رعب ودحشت اور گندی فضا ایجاد کی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ حق وحقیقت

[1] شواہد التنزیل، ج ۱، ص ۵۸، حدیث ۸۹۔

سے دور ہو گئے اور ان دنیا پرستوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان ضعف واختلاف پیدا ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث میں ائمہؑ کی عظمت وفضیلت کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ وہ علم کے دروازہ ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں اعلم وقت تھے یہ ایک ایسی صفت ہے جو انہیں ممتاز قرار دیتی ہے لہٰذا یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ ان کی نصرت ومدد نہیں کی گئی۔

۳۹۔ حدیث حکمت

''عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مِسْعُودٍ قَالَ : كُنتُ عِندَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَسُئِلَ عَنْ عِلمِ عَلِی بْنِ اَبِی طَالِب ، فَقالَ : قُسِمَتِ الحِكْمَةُ عَشَرَةَ اَجْزاءٍ فَاُعْطِیَ عَلِی تِسعَةَ اَجْزاءٍ وَ النَّاسُ جُزْئاً وَاحِداً وَ هُوَ اَعْلَمُ بِه ''[۱]

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا، حضرت علی علیہ السلام کے علم کے بارے میں سوال کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی ہے، ان میں سے نو حصے حضرت علی علیہ السلام کو دیئے گئے ہیں اور ایک حصہ دوسرے لوگوں کو دیا گیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام اس دسویں حصہ میں بھی ان سے اعلم ہیں۔

حموینی، کتاب ''فرائد السمطین'' ج ۱، ص ۹۴، باب ۱۸، حدیث ۶۳۔

علامی متقی ہندی، کتاب ''کنز العمال'' ج ۱۱، ص ۶۱۵، حدیث ۳۲۹۸۲۔

حسکانی، کتاب ''شواہد التنزیل'' ج ۱، ص ۱۰۵، حدیث ۱۴۶۔

---

۱ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، مناقب، ابن مغازلی، مناقب خوارزمی، ینابیع المودۃ، مطالب السوول، مناقب مرتضوی، تالیف کشفی ترمذی، میزان الاعتدال، تالیف ذہبی، لسان المیزان، تالیف عسقلانی، کفایۃ الطالب، تالیف گنجی شافعی، صلوات الھامعۃ، بدایہ والنھایہ، تالیف ابن کثیر، در بحر مناقب، تالیف درویش برہان۔

ابن عسا کر نے، کتاب ''تاریخ امیر المومنین'' ج ۲، ص ۴۸۱ ـ ۴۸۲، حدیث ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، نیز اہل سنت حضرات کی دیگر بارہ کتابوں میں جن کے نام حاشیہ میں ذکر ہیں یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔

۴۰۔ حدیث غسل

''عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخَدْرِیُ وَ اَنَس بن مَالِك قَالَا : قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم : یَا عَلِی اَنْتَ تُبَیِّنُ لِاُمَّتِی مَا اخْتَلَفُو فِیْهِ مِنْ بَعْدِی یَا عَلِی اَنْتَ تَغْسِلُ جُثَّتِی وَ تُؤَدِّی دِیْنِی وَ تَوارِیْنِی فِی حُفْرَتِی وَ تَفِي بِذِمَّتِی وَ اَنْتَ صَاحِبُ لِوَائِی فِی الدُّنْیَا وَ الآخِرَةِ ''[۱]

ابوسعید خدری اور انس بن مالک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم میرے بعد میری امت میں وہ چیزیں بیان کروگے جن میں لوگ اختلاف کریں گے، اے علی! تم ہی میرے بدن کو غسل دوگے اور میرے دین کی تبلیغ کروگے اور مجھے قبر میں اتاروگے اور میرے وعدوں کو پورا کروگے اور تم ہی دنیا و آخرت میں میرے علمبردار ہو۔

مؤلف: اس حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمات اور وظائف کو بیان فرمایا ہے کہ جو اجمالی طور پر چھ چیزیں ہیں۔

۱۔ حقیقت بیان کرنا: اس معنی میں کہ اگر پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مختلف موضوعات میں اختلاف ہو اور حقیقت چھپ جائے تو علی علیہ السلام حقیقت بیان کرکے اس اختلاف کو ختم کردیں گے، اس

[۱] کنز العمال، ج ۱۱، کتاب فضائل، باب ۳، ص ۶۱۲، حدیث ۳۲۹۶۵ اور ص ۶۱۵، حدیث ۳۲۹۸۳۔

شرط کے ساتھ کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔

۲۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کا مسئلہ: جو ایک اہم امور میں سے ہے اور یہ شرف ولیاقت حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی تک محدود ومنحصر رہی اور دوسروں میں یہ لیاقت ہونی بھی نہیں چاہئے تھی، چوں کہ پاک وپاکیزہ ہاتھ ہی طاہر ومطہر بدن کو غسل دے سکتے ہیں۔

۳۔ دین کی تبلیغ: یہ بار رسالت بھی اسی شخص کے ذمہ ہے جو مبلغ دین وشریعت ہو نہ کہ ان لوگوں کے ذمہ جو کہ تخت وتاج کے خواہاں تھے جس کے لئے انہوں نے جسد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل وکفن دینے کے بجائے سقیفہ میں خلیفہ معین کیا یہ ذلت ورسوائی ان کے لئے کافی ہے۔

۴۔ دفن: یہ افتخار بھی صرف حضرت علی علیہ السلام کو حاصل ہوا، وہ عظیم جسد مبارک جو قیامت کے دن شفاعت کرنے والا ہے، جو اسرار خدا کا حافظ ہے، قرآن مجید کا حمل کرنے والا ہے، وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی حضرت علی علیہ السلام کے پاک ومقدس ہاتھوں ہی سے مس اور قبر مبارک میں اتارا جانا چاہئے تھا نہ کہ ان لوگوں کے ذریعہ جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ناسزا باتیں منسوب کیں۔

۵۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں سے کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے بعد سب لوگ ناامید تھے، صرف حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی تھی کہ آپ نے اعجازی طور پر پہاڑ سے اونٹ برآمد کئے۔

۶۔ دنیا وآخرت میں پرچمداری کا عہدہ: یہ افتخار بھی صرف حضرت علی علیہ السلام کو حاصل ہے آپ جنگوں میں علمبردار رہے اور آپ نے پرچم اسلام کو جھکنے نہیں دیا اور اپنی شان وشوکت کے ساتھ پرچم آپ کے ہاتھ میں لہراتا رہا اور آخرت میں بھی امت رسول میں اہل جنت کے پرچمدار آپ ہی ہوں گے۔

احادیث اہل سنت ۱۶۷/

خلاصہ یہ ہے کہ اس فصل میں اہل سنت سے چالیس حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور اگر بالفرض ان کی سند میں شبہ کا امکان ہو، اگر چہ نہیں ہے تو ان کی دلالت میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے، بہر حال جو چیز عیاں ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں؟

شعر:

در مدح علی ہر قلبی ہر بدنی بستہ زبان آست　　این عشق نشانہ علی است علم دگر خستہ بیان است

سید فخر الدین موسوی

اس کتاب میں چالیس حدیثیں نقل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

''مَنْ حَفِظَ مِنْ اُمَّتِی اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثاً یَنْتَفِعُوْنَ بِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِماً''[1]

جو شخص میری امت کے لئے چالیس احادیث حفظ کرے گا اور لوگ ان حدیثوں سے مستفیض ہوں گے تو خداوند عالم اس شخص کو قیامت کے دن عالم وفقیہ محشور کرے گا۔

ان چالیس حدیثوں میں ایک خاص بات یہ بیان ہوئی ہے کہ امامت و ولایت، وصایت وخلافت، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا نہ کہ دوسروں کا اور بے شک حضرت علی علیہ السلام کے فضائل وکمالات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ خود دشمنان علی نے بھی حضرت علی کے فضائل وکمالات کو نقل کیا ہے۔

ہم دشمن وہم دوست علی را بہ خدا خوب شنا　　سد دشمن زحسد منکر وآن دوست علی را بہ محمد بشناسد

سید فخر الدین موسوی

---

[1] کنز العمال، ج ۱۰، ص ۲۲۵

پیغمبروں کی پیشین گوئی

۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۹۹۱ء گرمی کے زمانہ میں ''مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی'' سے ''ایلیا'' عنوان سے حکیم محمود سیالکوٹی کا ایک رسالہ چھپا کہ جناب سید محمد مختاری نے ''علی اور انبیاء'' کے عنوان سے اس کا ترجمہ کیا، اس رسالہ میں گزشتہ انبیاء کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے بارے میں پیشین گوئی اور انبیاء کا ان مقدس ہستیوں سے توسل کرنا مستند طور پر بیان کیا گیا تھا کیوں کہ یہ پیشین گوئی مستند تھی لہذا ضروری ہے کہ صاحبان ذوق اس کا مطالعہ کریں اور دوسروں تک بھی یہ پیغام پہنچائیں۔

۱۔ حضرت علی علیہ السلام اور کشتی نوح علیہ السلام۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام اور جناب داؤد علیہ السلام کی پیشینگوئی۔

۳۔ حضرت علی علیہ السلام اور جناب سلیمان علیہ السلام کا نصرت طلب کرنا۔

۴۔ حضرت علی علیہ السلام اور شری کرشن جی کی پیشینگوئی۔

۵۔ حضرت علی علیہ السلام اور مہاتمابدھ۔

۱۹۵۱ء میں روس کے کچھ معدن شناس افراد معدن کی تلاش میں زمین کھود رہے تھے کہ اچانک انہیں ایک لکڑی کی بوسیدہ تختی نظر آئی، کافی سعی وکوشش کے بعد معلوم ہوا کہ اور بہت سی تختیاں زمین میں موجود ہیں کہ جو مرور زمانہ سے پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہیں، ان پر کچھ اس طرح کی نشانیاں نظر آئیں جن سے معلوم ہورہا تھا کہ یہ غیر معمولی اور کسی راز سے متعلق ہیں۔

تیسری فصل

حضرت علیؑ اور گزشتہ ادیان

پیغمبروں کی پیشین گوئیاں
حضرت علیؑ اور کشتی جناب نوحؑ
لوح کے متن کا ترجمہ
حضرت علیؑ اور جناب داؤدؑ کی پیشین گوئی
زبور کے خطی نسخہ کا متن
متن کا ترجمہ
حضرت علیؑ اور جناب سلیمان کا مدد طلب کرنا
لوح سلیمانی کا متن
لوح سلیمانی کے الفاظ
حضرت علیؑ اور شری کرشن جی کی پیشین گوئی
شری کرشن جی کے اقوال
شری کرشن جی کی حضرت علیؑ کے بارے میں پیشین گوئی
لفظ ایلا
مہاتمہ بدھ کا زندگی نامہ

انہوں نے زمین کھودی اور کچھ بوسیدہ تختیاں نیز اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں حاصل کیں، ان میں ایک مستطیل تختی تھی جس نے ہر ایک کو حیرت زدہ کر دیا کیوں کہ مرور زمانہ سے ہر تختی پرانی اور بوسیدہ ہو چکی تھی سوائے اس تختی کے جو چودہ انچ لمبی اور دس انچ چوڑی تھی اور اس پر چند حروف نقش تھے۔

حکومت روس نے اس تختی کے بارے میں تحقیقی معلومات حاصل کرنے کے لئے ۱۷ فروری ۱۹۵۳ء کو عتیق زبان کے ماہروں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جن کے اسماء ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ مولی نوف: ماسکو کی یونیورسٹی کے استاد (زبان کے بخش میں)۔

۲۔ ایفاہان ختیو: رچانیاں کی یونیورسٹی میں باستانی زبانوں کے استاد۔

۳۔ مثانن: لوفارتگ ادارہ ''باستان شناس'' کے رئیس۔

۴۔ تانمول گورت: کیفز دیونیورسٹی میں مختلف زبانوں کے استاد۔

۵۔ دی۔ راکن: عتیقہ شناس اور یونیورسٹی لنین کے استاد۔

۶۔ ایم۔ احمد کولاد: ادارہ تحقیق زنکومن کے ناظم۔

۷۔ میجر کولتوف: یونیورسٹی استالین کے تحقیقاتی دفتر کے ناظر۔

آخر کار اس علمی گروہ کی آٹھ ماہ کی سعی وکوشش اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تختی جناب نوحؑ کی کشتی کی ہے کہ مدد طلب کرنے کے لئے کچھ چیزیں اس پر تحریر کر کے اسے کشتی میں نصب کر دیا گیا تھا، اس تختی کے بیچ پنجے کی شکل میں ایک تصویر تھی جس میں ساسانی زبان میں چند عبارتیں تھیں (یہ زبان حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں رائج تھی اور عبرانی، سریانی، قیہانی، قبطی اور عربی وغیرہ یہ سب اس زبان کی شاخیں ہیں)۔

ہم اس تختی کو قارئین کرام کے پیش نظر کر رہے ہیں تا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کی تصویر و تحریر کا مشاہدہ کر لیں۔

اس علمی گروہ نے تحقیق کے بعد اس نوشتہ کو پڑھا اور روسی حروف میں لکھ دیا اور اس کا ترجمہ کیا اور اسے ماہنامہ ۳۰۶ ماسکو نومبر ۱۹۵۳ء اور مجلہ weekly mirror ۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء اور اخبار ''الہدی'' جو مصر سے چھپتا ہے اس میں ۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء میں چھاپا گیا۔

اس کے بعد برطانیہ (لندن) کے باستانی زبان کے جاننے والے استاد نے اس کا انگلش میں اس طرح ترجمہ کیا اور ایک ماہنامہ اور دو مجلوں میں اسے انگلستان میں چھپوایا۔

1. my good my helper keep my hand

2 . with mcrcy and with yiur holy bodies:

moammad alia shabbar shabbeer fatema.

3 . they all are bijjests and honou rables the world establis bed for them.

4 . help me by thecir names

5 . you can refrm to right .

لوح کے متن کا ترجمہ:

۱۔ اے میرے خدا! اے میرے پروردگار!

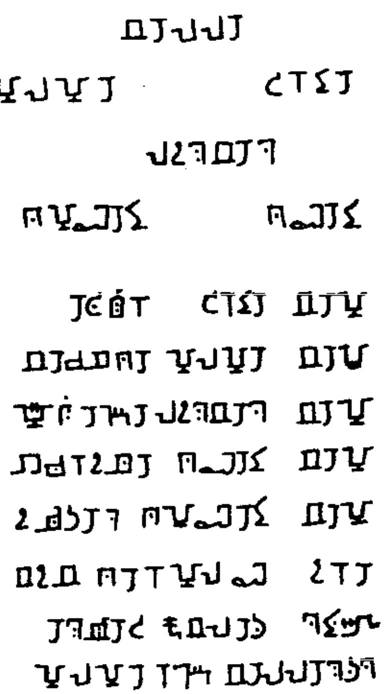
۲۔ اپنے لطف و کرم اور اپنی رحمت و برکت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایلیا (علی) و شبر (حسن) و شبیر (حسین) اور فاطمہ کے صدقہ میں میری مدد فرما۔

۳۔ یہ پانچ ذوات مقدسہ سب سے عظیم المرتبت اور واجب الاحترام ہیں اور پوری دنیا ان کے لئے پیدا ہوئی ہے۔

۴۔ خدایا! ان کے اسمائے مقدسہ کے وسیلہ سے میری مدد فرما۔

۵۔ بے شک تو سب کو ہدایت کر سکتا ہے۔

درج ذیل عبارت دائیں طرف سے بائیں طرف پڑھی جائے گی:



ساسانی زبان اکثر زبانوں کا منبع و ماخذ ہے اور اس کا خط ہر زمانہ میں بدلتا رہا اور عجیب و غریب شکل اختیار کر گیا ہے۔

ایک ماہنامہ میں اس لوح کا انگلش میں ترجمہ starof bartania لندن میں جنوری ۱۹۵۴ء میں چھپا اور مجلہ men chestor sunlight ۲۳ جنوری ۱۹۵۴ء میں اور مجلہ london weckly mirror میں ایک فروری ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔

۱۔ ماہنامہ پیام ایران، ص ۳۵-۴۲۔

حضرت علی علیہ السلام اور جناب داؤد علیہ السلام کی پیشینگوئی

مصر میں ۱۳۰۷ھ مجلہ ''الحلم'' میں ایک نوشتہ زبور کے پرانے خطی نسخہ سے جو کہ عیسائیوں کے دینی پیشوا (احزان اللہ یشقی) کے پاس موجود تھا شائع ہوا، مصر کے مفتی نے کہا کہ اگر عیسائی اس نسخہ کو عام لوگوں کے سامنے پیش کریں تو دنیا سے مسیحیت ختم ہو جائے گی، ہم اس کے متن اور ترجمہ کو پیش کر رہے ہیں:

خطی زبور کے نسخہ کا متن

ا۔ مصطفیٰ شل قثو تینمر اقث پاھینوانی وز ''ایلی'' متازہ امطع ملغ شلوشائت پزانان ھمیقتہ خلذ وقث فل ''حدار'' کمرتوہ شیھو پلت انی قاہ بوتاہ خزیماہ رث جین ''کعاباہ'' بنہ اشودکلیامہ کاذوقثوتی قتمر۲ عندوبریمابرینم فل خلذ ملغ خایوشنی پم۳ مغلینم عت جھاریون۔

ا۔۲۔۳۔ ان تین کلموں میں حرف ''میم'' کے بعد ایک علامت تھی جسے حکیم سیالکوٹی نہیں سمجھ سکے کہ کیا حرف ہے، چونکہ حرف ''ز'' کے مشابہ تھا لہذا اسی طرح لکھ دیا۔

متن کا ترجمہ

اس عظیم ہستی کی اطاعت جس کا نام ''ایلی'' (یعنی) ہے واجب ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری دین و دنیا کے تمام کاموں کی اصلاح کردے گی، اس عظیم المرتبت شخصیت کو ''حدار'' (یعنی حیدر) بھی کہتے ہیں، وہ غریب و بے کس کے مددگار اور اسد اللہ الغالب کل غالب ہیں۔

وہ بہت زیادہ طاقت ور ہیں اور ان کی ولادت ''کعابا'' (یعنی کعبہ میں) ہوگی، سب پر واجب ہے کہ ان کے دامن سے متمسک ہو جائیں اور غلام کی طرح ان کی اطاعت و پیروی کریں۔

حضرت علی علیہ السلام اور جناب سلیمان علیہ السلام کا مدد طلب کرنا:

پہلی عالمی جنگ ۱۹۱۶ء میں جب برطانیہ (انگلش) کی فوج بیت المقدس کے چند کلومیٹر کے فاصلہ سے پتھر برسانے اور حملہ کرنے میں مشغول تھی تو ایک چھوٹے سے گاؤں ''اونترہ'' میں ایک چاندی کی لوح ملی جس کے حاشیہ پر گراں بہا جواہرات مرصع تھے اور اس کے بیچ میں سونے کے حروف میں کچھ لکھا ہوا تھا، جب اسے فوج کے کمانڈر (میجر ائے۔این گرینڈل) کے پاس لے گئے تو وہ اسے کافی سعی و کوشش کے بعد بھی نہیں سمجھ سکا، البتہ اتنا سمجھ سکا کہ یہ نوشتہ اجنبی اور بہت پرانی زبان میں تحریر

آخر یہ لوح ایک دوسرے سے منتقل ہوتی ہوئی برطانیہ کی فوج کے سرپرست ''لیفٹونانٹ lifto nant'' اور'' گلادستون glad stone'' کے پاس پہنچی، انہوں نے بھی اسے برطانیہ کے باستان شناس افراد کے سپرد کر دیا۔

۱۹۱۸ء میں جنگ کے بعد مذکورہ لوح کے بارے میں تحقیق کی گئی، ایک علمی گروہ تشکیل دیا گیا جس میں برطانیہ، امریکہ، فرانس، جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک سے باستانی زبان کے ماہرین جمع تھے۔

چند مہینے تحقیق و ریسرچ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ''لوح سلیمانی'' کے نام سے ایک مقدس لوح ہے جس میں حضرت سلیمانؑ کی باتیں تحریر ہیں جو کہ پرانی عبرانی زبان میں ہے، ہم یہاں پر لوح کے الفاظ اور اس کا ترجمہ بیان کر رہے ہیں:

لوح سلیمانی کا ترجمہ

اللہ

احمد　　　ایلی

باھتول

حاسن　　　حاسین

یاہ احمد! مقذ اہ: اے احمد! میری فریادرسی کیجئے۔

یاہ ایلی! انصطاہ: اے علی! میری مدد کیجئے۔

یاہ باھتول! اکاشی: اے بتول آپ مجھ پر نظر کرم فرمائیے۔

یاہ حاسن! اصغر مظع: اے حسن! مجھ پر کرم کیجئے۔

یاہ حاسین! بارفو: اے حسین! مجھے خوش نصیب فرمائیے۔

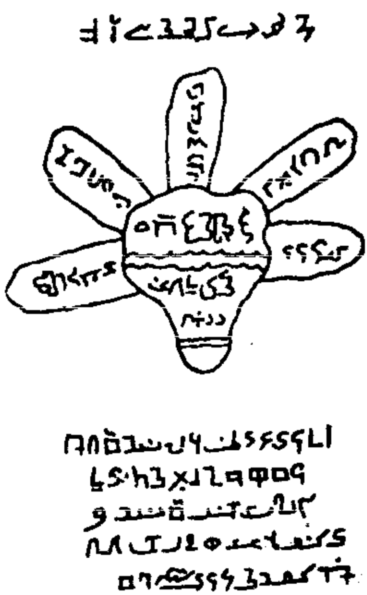
اموسلیمان صوہ عخب زالھلاء اقنا۔

یہ جناب سلیمانؑ پانچ ذوات مقدسہ کے ذریعہ استغاثہ کررہے ہیں۔

بذت اللہ کم ایلی: اور حضرت علی علیہ السلام قدرت خدا ہیں۔

لوح سلیمانی کے الفاظ

دائیں سے بائیں پڑھے جائیں گے۔



علمی گروہ کے افراد جب اس لوح کے مضمون سے آگاہ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

تبادلہ خیال کے بعد یہ قرار پایا کہ لوح مقدس کو حکومت برطانیہ کے سلطنتی مقام پر رکھا جائے لیکن جب یہ خبر برطانیہ کے سب سے بڑے پیشوا لارڈ بشپ lord bishop کے پاس پہنچی تو اس نے ایک مخفی نامہ کمیٹی (گروہ علمی) کے پاس لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

اگر اس لوح مقدس کو لوگوں کی نظروں کے سامنے اس جگہ رکھا جائے گا تو مسیحیت کے عقیدوں کی بنیاد متزلزل ہو جائے گی جس کے نتیجہ میں عیسائی خود عیسائیت کے جنازہ کو درگور کردیں گے لہٰذا بہتر ہے کہ مذکورہ لوح کو انگلستان کے کلیسا کے راز خانہ میں رکھ دیا جائے اور اسے راز داں افراد کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔

اس بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب:

"wonderful.stories.of.aslam" ص ۲۴۹ چاپ لندن کی طرف مراجعہ کریں۔

جن صاحبان نے اس لوح کو دیکھا وہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور اسی وقت دو دانشوروں "ولیم" اور "تامس" کے بیچ اس لوح کے بارے میں گفتگو ہوئی اور دونوں اسلام لے آئے، جس کے بعد ولیم کا نام کرم حسین اور تامس کا نام فضل حسین رکھا گیا۔

اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے مجلّہ "الاسلام" دہلی، چاپ فروری ۱۹۲۷ء اور مسلم کرانیکل لندن، چاپ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء کی طرف مراجعہ کریں۔

عبرانی زبان بھی دوسری زبانوں کی طرح کافی بدل گئی ہے اور اس کے کافی حروف بدل گئے ہیں، باستانی زبان کے محققین و ماہرین نے بتایا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں اس کے حروف تہجی دائیں سے بائیں طرف پڑھے جاتے تھے:

حضرت علیؑ اور شری کرشن جی کی پیشینگوئی:

شری کرشن جی میلادی تاریخ کے شروع ہونے سے تین ہزار سال پہلے زندگی بسر کرتے تھے اور ہندو لوگ انہیں انسان کامل اور خدا کا ایک عظیم الشان فرستادہ اور کتاب ''بھگوت گیتا'' کو ان کی تعلیم اور اقوال کا ذخیرہ اور مقدس سمجھتے ہیں، اس کتاب میں فلسفی و عرفانی و تمدنی اقوال اور وعظ و نصیحت بیان کی گئی ہے اور اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

شری کرشن جی کے اقوال:

۱۔ آپ کہتے ہیں: ہر انسان پر واجب ہے کہ تکامل روح کی سعی و کوشش کرے کیوں کہ روح فنا ہونے والی نہیں ہے بلکہ جسم فنا ہونے والا ہے۔[۱]

۲۔ روح سوتی نہیں ہے بلکہ (موت کے ذریعہ) اپنا لباس بدل لیتی ہے، جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو ایک شخص خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے آئے گا۔[۲]

۳۔ انسان کو چاہئے کہ ایمان داری کے وظیفہ پر پوری طرح عمل کرے اور اجر و جزا کی فکر نہ کرے ۔ [۳] کیوں کہ سزا اور جزا دینا خدا کے اختیار میں ہے۔[۴]

لفظ ''شری'' اور ''جی'' جو کہ نام کے شروع اور آخر میں ہے وہ نام کا جز نہیں ہے بلکہ احتراما استعمال ہوا ہے جیسے اردو میں حضرت اور جناب۔

۱۔ ہماری کہانی، چاپ ۸، ص ۴۹

۲۔ سوشل، ص ۱۲۵

۳۔ ہماری کہانی، چاپ ۸، ص ۴۹

شری کرشن جی کی حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں پیشینگوئی:

کورو اور پانڈو کے بیچ جو مشہور جنگ ہوئی، اس میں ''شری کرشن جی'' میدان جنگ میں آئے، چوں کہ حق کے طرف دار بہت کم اور باطل کے طرف دار بہت زیادہ تھے، جیسے چیونٹی اور ٹڈی زمین پر پھیل جاتی ہیں، لہذا آپ نے اپنے ساتھیوں کو وعظ ونصیحت کی اور ان سے ضروری باتیں بیان کیں، اس کے بعد ایک طرف گئے اور زمین کو ادب سے بوسہ دیا اور اپنے خدا سے دعا کرتے ہوئے کہا:

اے پرمیشور! سنسار پرماتما! تجھے اپنی ذات کی قسم اور اس کی قسم جو آکاش اور دھرتی کا کارن ہے اور اس کی قسم جو تیری پیاری کا پیارا ہے، تیری پریتم کا پرتیم ہے، جو'' آہلی'' ہے، جو سنسار کے سب سے بڑے مندر میں'' کالی پتھر'' کے پاس اپنا چمتکار دکھائے گا، تو میری بنتی سن، جھوٹوں کو ہلاک وبرباد کر اور سچوں کو فتح دے، اے ایشور! ایلا، ایلا، ایلا۔

اس شخص سے مراد (جو زمین وآسمان کی خلقت کا باعث ہے) حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس ادعا پر گواہ حدیث قدسی '' لو لاك لما خلقت الافلاك '' ہے، اس شخص سے مراد (جو کہ بہت زیادہ محبوب وعزیز اور اس کا نام آہلی ہے) حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

آہلی باستانی سنسکرت زبان کا لفظ ہے کہ جس کا عرب زبان میں علی علیہ السلام یا عالی تلفظ ہوتا ہے، خود شری کرشن جی کہتے ہیں... ہر طرح کے ابہام کو لفظ آہلی سے دور رکھا اس طرح کے حضرت علی کے سوا یہ لفظ کسی پر صادق نہیں آسکتا لہذا اس بارے میں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

لفظ ایلا:

زبان میں کچھ ایسے الفاظ ہیں جو اس دور میں پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں استعمال نہیں ہوتے۔

''ایلا'' نام بھی انہی الفاظ میں سے ایک ہے جس کے معنی بہت زیادہ بلند مرتبہ یا بہت نامور کے ہیں اور ''آہلی'' یا ''اہلی'' یا ''آلی'' بھی اسی لفظ ایلا سے ماخوذ ہے، چونکہ عربی زبان میں اعلی، عالی، علی اور تعالی وغیرہ کہا جاتا ہے۔

''وید'' میں (جو کہ ہندوؤں کی پرانی مقدس کتاب ہے) جسے وہ الہامی اور تمام علوم کا منبع سمجھتے ہیں جو باستانی سنسکرت زبان میں ہے اور یہ اس دور کی سنسکرت سے کافی فرق رکھتی ہے گمان کیا گیا ہے کہ وید کا ماخذ ہندو قوم آریا کی تاریخ ہے، وید چار ہیں:

۱۔رگ وید۔

۲۔یجر وید۔

۳۔سام وید۔

۴۔اتر و وید۔

اس طرح کے بہت سے الفاظ ہیں جن میں پڑھنے والا اشتباہ کر جاتا ہے کہ الفاظ شکستہ عربی ہیں یا سنسکرت ہیں، جو عربی زبان میں داخل ہیں۔

۱۔رگ وید: یہ سب سے بڑی اور پرانی وید ہے جو شمسی تاریخ کے آغاز سے دو ہزار سال پہلے سے ہے، اس کتاب میں ۱۰۲۸ منتر (آیت کے مثل) خدا کی حمد و ثنا اور اس کی معرفت کے بارے میں ہے اور ان منتروں میں خدا کے پیغمبروں کی بھی تعریف و توصیف کی گئی ہے، اس کتاب کو پرانی تاریخ آریا کا ماخذ کہا جاتا ہے۔

۲۔یجر وید: اس کتاب میں زیادہ تر قربانی کے بارے میں منتروں کا ذکر اور اس کے آداب و

میں مبتلا ہونے اور پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے بھی مفید ہیں۔

اس کتاب میں مذہبی ترنم کا ذکر ہے اسی وجہ سے سام وید کو علم موسیقی کا مخزن کہا جاتا ہے۔

۴۔ اتروا وید: اس کتاب میں کچھ ایسے منتر ذکر ہوئے ہیں جو کہ ہر طرح کی بیماری کا علاج اور بلاؤں و پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے مفید ہیں۔

پرانے زمانہ میں جب کہ آریا مذہب کے لوگ اپنے مذہب کے پابند تھے، ہر ایک پر وید کا پڑھنا واجب تھا، اس زمانہ میں نہ بت تھے اور نہ بت خانہ اور لوگ خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے، لیکن چونکہ چاند و سورج، ہوا اور آگ وغیرہ کو قدرت خدا کا مظہر جانتے تھے لہٰذا ان کی بھی پرستش کرتے تھے باوجود یہ کہ ان کا عقیدہ تھا کہ ذات خدا ہر ایک سے بلند و بالا ہے۔

مہاتما بدھ کا زندگی نامہ

ساکی منی گوتم جو بعد میں ''بدھ'' کے نام سے مشہور ہوئے، ہندوؤں کے نزدیک ایک عظیم الشان فرستادہ خدا ہیں، اٹھائیس (۲۸) سال کی عمر میں دینی اور الٰہی علما سے تعلیم حاصل کی لیکن اطمینان قلب نہ ہونے کی وجہ سے جنگل میں چلے گئے اور بارہ (۱۲) سال کا عرصہ عبادت اور خواہشات نفسانی کے مٹانے اور اطمینان حاصل کرنے میں گزار دیا، اس کے بعد ''گیا'' نامی مقام کے نزدیک ''برھا'' کے درخت یا ''پیپل'' کے درخت کے نیچے عبادت و ریاضت اور خواہشات نفسانی مٹانے میں مشغول ہو گئے اور پچاس دن اسی طرح گزار دیئے، پچاسویں دن انہیں ایک نور سا دکھائی دیا جس سے انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا اور معلوم ہوا کہ کس طرح انسان خود کو دنیاوی قید و بند اور برائیوں سے نجات دے کر سعادت و کامیابی حاصل کر سکتا ہے، اس کے بعد انہوں نے خود کو بدھ کہلوانا شروع کر دیا۔

''مہاتما بدھ'' نے ۴۵ سال ہندوستان کی سرزمین پر گردش کی اور اپنے دین کو لوگوں تک پہنچایا جس کے نتیجہ میں راجا مہاراجا و مذہبی افراد اور دیگر ہندوستانی لوگ ان کے گرویدہ و پیرو ہو گئے، جب وہ اپنے وطن ''کپل وستو'' واپس ہوئے تو سب سے پہلے باپ، بیوی، فرزند، و منبران حکومت اور وہاں کے سب لوگ ان کے پیرو ہو گئے۔

مہاتما بدھ نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں ''شری نگر'' میں انتقال کیا۔

مہاتما بدھ کے اقوال

دنیا میں جینے کا مقصد نجات حاصل کرنا ہے اور یہ نیک زندگی کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

اپنی نصیحت یا گفتار یا کردار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچاو۔

بے شک ہر آدمی اپنے اعمال کے نتیجہ تک پہنچے گا۔

انسان نجات حاصل نہیں کر سکتا مگر پیدائش اور موت کے بعد۔

انسان کو چاہئے کہ مسلسل عیش و عشرت اور دنیاوی لذتوں میں غرق نہ ہو اور نہ خود کو رنج و غم میں مبتلا کرے اور نہ تمام حلال لذتوں کو ترک کرے بلکہ اسے چاہئے کہ میانہ روی اختیار کرے اور گناہوں سے بچتا رہے۔

مہاتما بدھ کا خواب اور حضرت علی علیہ السلام

مہاتما بدھ کہ جنہیں ہندو لوگ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا سمجھتے ہیں انہوں نے ایک خواب دیکھا جسے ہم مختصر طور پر ذکر کر رہے ہیں، مفتری کے مختلف معنی ہیں: (۱) نیکوکار (۲) مصلح (۳) وزیر (۴) جادوگر: کسی پرماتما نے مجھے آشرواد دیا ہے اور کہا ہے کہ تمہاری تپسیا سفل ہوئی، جاؤ میرے نام کی

مہاتمابدھ میلادی تاریخ سے ۶۲۳ سال پہلے پیدا ہوئے۔

''بدھ یوگیا'' کی دعا اور حضرت علی علیہ السلام سے استغاثہ

بدھ یوگیا کی دعا بہت مشہور ہے جو کہ بدھ مذہب کی اکثر کتابوں میں ذکر ہوئی ہے جس وقت دشمنی اور گمراہ لوگوں کی مخالفت نیز دیگر پریشانیوں کا سامنا ہوتا تھا تو مہاتمابدھ اس دعا کو پڑھتے تھے اور استغاثہ کرتے تھے۔

ہم یہاں اس کا ترجمہ نقل کررہے ہیں، اصل متن رسالہ ''ایلیا'' یا اس کے ترجمہ (علی اور پیامبران) میں مذکور ہے۔

اے طلب کرنے والوں کے مطلوب ومقصود اور عزیزوں کے عزیز اے ایلیا! اے سب پر غالب آنے والے! آیئے اور اپنا جلوہ دکھایئے اور میری مدد کیجئے۔ اے شیر خدا! دنیا کے لومڑی صفت افراد مجھے کھانا چاہتے ہیں، میں آپ کو اس شخص کی قسم دیتا ہوں جس کے تم قوت بازو ہو اور اس کی جس کی طاقت وقوت آپ کے اندر ہے، میری مشکل آسان کیجئے، آپ کا نام خدا کا نام ہے، آیئے کہ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنا ہزار عبادت کے برابر ہے، حدیث ''النظر الی وجہ علی بن ابی طالب دعا کے اس جملہ کی تائید کرتی ہے'' کیوں کہ آپ خدائے تعالی کا چہرہ ہیں۔

اے میرے محبوب! آپ سب کچھ ہیں اور آپ سے بے ربط ہونے کے بعد میں کچھ بھی نہیں ہوں، آپ ہر چیز کو دیکھتے ہیں اور سب کے حالات سے آگاہ ہیں، آپ میرے رنج وغم کو جانتے ہیں اور اسے برطرف کرسکتے ہیں اوم ایلیا۔ مترجم کہتے ہیں کہ میں اوم ایلیا کے معنی نہیں سمجھ سکا۔

لفظ آلیا یعنی علی جو کہ ایلیا اور ایلی کے ہم معنی ہے کہ عبرانی زبان میں علی علیہ السلام کو کہتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے القاب۔

علمائے اہل سنت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے حضرت علی علیہ السلام کے تقریبا ۲۵۰ القاب نقل کیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان القاب کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کی مدح کی، آپ کے مشہور القاب: امام، خلیفہ، ولی، مولی، امیر، سید، افضل، خیر الناس ہیں کہ علمائے اہل سنت کی سند کے ساتھ بیان کرر ہے ہیں:

القاب:

علی الامام

الامام علی امتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الامام الامتہ، امام القوم، امام الشیعہ۔

امام البریہ، امام خلق اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

امام الاتقیاء۔

امام کل مومن و مومنتہ (بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

امام من اطاع اللہ۔

امام المسلمین، امام کل مسلم (بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

امام البررہ۔

امام المتقین۔

ھو المجتبی الامامتہ۔

حوالے

مسدرک۔ حاکم، ج ۳، ص ۱۳۷۔

اخبار اصبہان۔ حافظ ابو نعیم، ج ۲ ص ۲۲۹۔

المناقب۔ ابن مغازلی (مخطوط)

المناقب۔ اخطب، ص ۲۲۹، چاپ تبریز، ص ۲۵۳۔۲۵۴۔

اسد الغابہ۔ ابن اثیر، ج ا، ص ۶۹، چاپ مصر۔

تاریخ بغداد۔ حافظ ابو بکر بغدادی، ج ۱۱، ص ۱۸۹۔

فرائد السمطین۔ علامہ حموینی (مخطوط)

در بحر المناقب۔ علامہ ابن حسنویہ (ص ۱۱۹ مخطوط) ص ۴۴ و ۵۹۔

ینابیع المودۃ۔ علامہ قندوزی حنفی (ص ۸۰، چاپ اسلامبول) ص ۶۴ و ۱۲۳ و ۸۵۔

الاصابہ۔ ابن حجر عسقلانی، ج ۲ ص ۲۶۶ چاپ مصر، مصطفی محمد۔

رسالہ اعتقاد۔ علامہ ابو بکر بن مو ہشیر ازی۔

[illegible] ۲۱۳

لقب خلیفہ

علی خلیفہ رسول اللہ فی امتہ من بعدہ۔

خلیفۃ اللہ علیٰ عبادہ۔

الخلیفۃ بعدی (بعد رسول اللہ)

حوالہ

در بحر المناقب۔ علامہ شیخ جمال الدین محمد بن احمد حنفی (ابن حسنویہ) ص ۹۹ مخطوط وص ۶۰ و ۱۱۹

لسان المیزان۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، ج ۲، ص ۴۱۴، چاپ حیدر آباد۔

المناقب المرتضویہ۔ علامہ محمد صالح کشفی، ج ا ص ۳۸۰ طاپ مصر بنقل از استیعاب۔

انسان العیون۔ علامہ شیخ علی حلبی شافعی، ج ا ص ۲۸۶۔

تفسیر طبری۔ علامہ طبری، ج ۲ ص ۶۸۔

تاریخ الامم والملوک۔ علامہ طبری، ج ۲ ص ۶۲ طاپ مصر۔

شرف النبی۔ حافظ ابو سعید خرکوشی نیشاپوری (فی مناقب الکوشی، ص ۷۵) مخطوط

تفسیر ثعلبی۔ علامہ ثعلبی

فرائد السمطین۔ علامہ حموینی (مخطوط)

رسالہ اعتقادیہ۔ علامہ ابوبکر مومن شیرازی (فی مناقب الکوشی، ص ۲۱۶ مخطوط)

شرح القدیم۔ شرح تجرید الاعتقاد علامہ شیخ شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن اصبہانی (ص ۲۵۱ مخطوط) ص ۲۴۹۔

المناقب۔ علامہ ابوالموئید الموفق بن احمد بن اخطب خوارزمی (ص ۲۴۰ تبریز)

مجمع الزوائد۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر (ج ۸ ص ۳۱۴ چاپ قاہرہ)

نیز جلد ۵، صفحہ ۱۸۵ (پیغمبر اسلام نے صریح طور پر ابوبکر اور عمر کو خلیفہ قرار دینے سے گریز کیا اور حضرت علی کو خلیفہ مقرر کیا (طبرانی کی روایت، ابن مسعود سے منقول)

شرح ارجوزہ سعدیہ۔ علامہ سعدی خزرجی شافعی (ص ۲۷۳ مخطوط)

مفتاح النبی۔ علامہ میرزا محمد خان بن رستم خان بدخشی (ص ۴۴ مخطوط)

نہایۃ العقول۔ علامہ فخر الدین عمر رازی (در مناقب کاشی، ص ۱۹۰ مخطوط) و ص ۱۹۵۔ میزان الاعتدال۔ علامہ ذہبی (ج ۱ ص ۳۱۶ چاپ قاہرہ۔ سعادۃ) و ص ۳۳۶۔

شرح المقاصد۔ علامہ تفتازانی (ج ۲ ص ۷ طبع الستانہ) و ج ۲ ص ۲۱۳۔

لقب وصی

علی وصی رسول اللہ فی امتہ من بعدہ۔

حوالے

الفضائل الجامعہ۔ حافظ ابوبکر بغدادی

در بحر المناقب۔ علامہ جمال الدین محمد بن احمد حنفی، ص ۹۹ مخطوط و ۶۰ و ۱۱۹

تفسیر طبری۔ علامہ طبری، ص ۶۸ چاپ مصر

تاریخ طبری۔ علامہ طبری، ج ۲ چاپ مصر

الاستقامۃ، شرف النبی۔ حافظ ابوسعید خرکوشی، نیشاپوری (فی مناقب الکاشی، ص ۵۷ مخطوط)

تفسیر ثعلبی۔ علامہ ثعلبی (فی مناقب عبداللہ شافعی ص ۵۷ مخطوط)

فرائدالسمطین۔علامہ حموینی (مخطوط)

انسان العیون۔علامہ حلبی (ج ا،ص ۲۸۶)

المناقب امیرالمومنین۔ابن مغازلی (مخطوط)

المناقب۔علامہ خوارزمی (ص ۵۰ چاپ تبریز) وص ۲۲۸ و ۸۸ و ۲۵۳ و ۲۴۰ و ۲۵۰۔

ذخائرالعقبیٰ۔محب طبری (ص ۷۱ چاپ مصر)

معجم الصحابہ۔حافظ ابوالقاسم البغوی۔

ریاض النضرہ۔علامہ محب الدین طبری شافعی (ج ۲،ص ۱۸۷ چاپ مصر) وج ۲ص ۲۷۹۔

لسان المیزان۔حافظ شہاب الدین۔ابن حجر عسقلانی (ج ۲،ص ۴۸۰ حیدرآباد۔

المناقب المرتضویہ۔علامہ محمد صالح کشفی (ص ۸۹) و ۱۲۹۔

کنوزالحقائق۔علامہ المناوی (ص ۱۳۰ چاپ مصر)

مفتاح النجا۔علامہ میرزا محمد خان بن رستم خان بدخشی (ص ۶۴ مخطوط)

رسالہ اعتقادیہ علامہ ابوبکر بن مومن شیرازی (مناقب الکاشی ص ۲۱۶ مخطوط)

مختلف التاویل الحدیث۔علامہ دینورہ (ص ۲۷۶)

شرح تجریدالاعتقاد۔(ص ۲۵۱ مخطوط)

التذکرۃ۔سبط بن جوزی (ص ۴۷)

مجمع الزواید۔حافظ نورالدین ہیثمی (ج ۹۔ص ۱۱۳ چاپ قاہرہ)

منتخب کنزالعمال۔علامہ متقی ہندی بہامش مسند،ج ۵ص ۳۲ چاپ مصر)

المناقب ابن مردویہ (فی مناقب عبداللہ شافعی،ص ۴۹ مخطوط)

ینابیع المودۃ (ص۴۹۶)

میزان الاعتدال علامہ ذہبی (ج ۲، ص ۳۵۰ و ۳۵۱ چاپ مصر)

تاریخ بغداد۔ علامہ ابو بکر بغداد (ج ۱۱ ص ۲۱۲ چاپ مصر)

لقب ولی

علی ولی اللہ۔

ولی رسولہ فی الدنیا والآخرۃ۔

ولی المومنین بعد رسول اللہ۔

ولی کل مومن بعد رسول اللہ۔

ولی کل مومن ومومنہ بعدی۔ ولیہ فی کل مومن بعدہ۔

ولی کل مسلم ومسلمہ۔

ولی من کان رسول اللہ ولیہ۔

ولی المتقین۔

حوالے

ذخائر العقبیٰ، ص ۷۰ طاپ مصر۔ مکتبہ القدس و ص ۸۶۔

ریاض النضرہ۔ ج ۲ ص ۱۷۷۔

فرائد السمطین (مخطوط)

در بحر المناقب، ص ۱۱۹

[illegible]

[illegible]

المسند ابوداود طیالسی (ص ۳۶۰، حدیث ۲۷۵۲ چاپ حیدرآباد)

الاستیعاب، ابن عبدالبر (ج ۲ ص ۴۵۷ چاپ حیدرآباد۔

بدایہ والنہایہ۔ ابن کثیر (ج ۷ ص ۳۴۵ چاپ حیدرآباد) وص ۳۳۸

کنوز الحقایق۔ علامہ منادی، ص ۲۰۳۔

المسند۔ احمد بن حنبل شیبانی ج ۱ ص ۲۳۰ چاپ مصر

الخصائص۔ علامہ نسائی (ص ۸، چاپ مصر)

مستدرک علی الصحیحین۔ حاکم نیشابوری (ج ۲، ص ۱۳۲ چاپ حیدرآباد۔

المناقب۔ خوارزمی (ص ۴۷، چاپ تبریز۔

تلخیص المستدرک۔ علامہ ذہبی (چاپ حیدرآباد)

الاصابہ۔ ابن حجر عسقلانی (ج ۲، ص ۵۰۲، چاپ مصر)

لقب مولیٰ

علی مولیٰ البریۃ۔

مولیٰ من کان رسول مولاہ۔

ولی کل مسلم ومسلمہ۔

مولیٰ کل مومن ومومنہ۔

حوالے

ینابیع المودۃ، ص ۱۲۳، چاپ اسلامبول۔

مناقب خوارزمی، ص ۲۵۳، چاپ تبریز۔

فرائد السمطین۔

لقب امیر المومنین: امیر

علی امیر المومنین حقا۔

امیر کل مومن۔

سمی امیر المومنین قبل آدم۔

امیر البررہ۔

حوالے

الفضائل الجامعہ، حافظ ابوبکت بغدادی (مخطوط)

مفتاح النجا میرزا محمد خان بدخشی، ص ۵۴ مخطوط)

در بحر المناقب، ص ۹۹، مخطوط، ص ۱۸۔

فرائد السمطین (مخطوط)۔

ینابیع المودۃ، ص ۲۹۵۔

مناقب ابن مغازلی۔

میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۵۱، چاپ مصر۔

تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۲۲، چاپ مصر۔، ج ۱۱، ص ۱۲۲۔

لقب: سید۔ افضل۔ خیر الناس۔ خیر الرجال

علی سید المسلمین۔ سید المتقین۔

غیر من ترکہ (اخلفہ) رسول اللہ من بعدہ۔

سید الاولین والآخرین ماخلا النبیین۔

افضل ھذہ الامہ۔

خیر البشر۔ افضل العالمین۔

خیر الناس۔

خیر الرجال۔ افض رجال العالمین۔

خیر ھذہ الامہ بعد نبیھا۔

خیر من طلعت علیہ الشمس وغربت بعد النبی۔

حوالے

مستدرک، ج ۳ ص ۱۳۷ چاپ حیدر آباد، ج ۳، ص ۱۲۴۔

اخبار اصبہان، حافظ ابونعیم، ج ۲، ص ۲۲۹، چاپ لندن۔

المناقب۔ ابن مغازلی (مخطوط)

اسد الغابہ۔ ابن اثیر جزری، ج ۱، ص ۶۹، چاپ مصر، سند ۱۲۸۵، ج ۵ ص ۹۴۔

ذخائر العقبیٰ۔ علامہ طبری، ص ۷۰، طاپ مصر۔

فرائد السمطین (مخطوط)۔

حلیۃ الاولیاء۔ حافظ ابونعیم، ج ۱، ص ۶۳، چاپ، مصر و ج ۵، ص ۳۸۔

تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۸۹، چاپ مصر و ج ۷، ص ۴۲۱ و ج ۳، ص ۱۶۶۔

لسان المیز ان، ج ۱، ص ۴۴۰، چاپ حیدر آباد و ج ۳، ص ۱۶۶۔

ینابیع المودۃ، ص ۵۳، چاپ اسلامبول۔

مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۱۰۹، چاپ قاہرہ۔

المناقب، ابن مردویہ مخطوط، ص ۳۰۔

انتہاء الافہام، سید محمد حسینی بصری، ص ۱۷۔

درر السمطین، جمال الدین محمد زرندی حنفی، ص ۱۲۹۔

کنز العمال، ج ٦ ص ۳۳۹، چاپ حیدر آباد۔

المناقب مرتضویہ، ص ۱۱۳۔ چاپ بمبئی۔

قضاۃ قرطبہ علامہ ابو عبداللہ حارث خشتی قیروانی انڈونشی، ج ۳، ص ۲۵۸۔

نزہۃ المجالس علامہ شیخ عبدالرحمٰن صفوری شافعی، ج ۲، ص ۲۰۸، چاپ قاہرہ۔

شرح جامع الصغیر۔ علامہ عبدالروٴف مناوی، ص ۲۴۸ مخطوط[1]

حضرت علی کی کنیت اور القاب

عظیم مرتبت عالم دین، حجۃ الاسلام والمسلمین مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں حضرت علی کی کنیت اور القاب سنی اور شیعہ کتابوں سے نقل کئے ہیں من جملہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جمع بین صحیحین، مشکاۃ الانوار، مسند احمد بن حنبل، اخطب الخطباء، خوارزمی جو کہ اکابر علمائے اہل سنت میں سے ہیں، کتاب فصول المہمہ، نورالدین مالکی و کشف الغمہ جو کہ وزیر سعید علی بن عیسیٰ کی تصنیف ہے جو کہ موثق علمائے شیعہ میں سے ہیں، آپ نے القاب جمع کئے اور فرمایا کہ حضرت علیؑ کے تقریباً پانچ سو (۵۰۰) القاب ہیں، جن میں سے بعض ہم نقل کر رہے ہیں:

القاب

علی ۔حیدر ۔ امیر المومنین ۔ داعی ۔شاہد ۔ ہادی ۔ ذوالقرنین ۔ مذل الاعداء ۔معزالاولیا ۔ یعسوب الدین والمسلمین ۔منیرالشرک والمشرکین ۔قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین ۔ مولیٰ المومنین ۔ شبیہ ہارون ۔المرتضیٰ ۔نفس الرسول ۔اخ الرسول ۔زوج البتول ۔سیف اللہ ۔امیر ۔مولیٰ ۔قاتل الفجرہ قسیم الجنۃ والنار ۔صاحب اللواء ۔سید العرب ۔کشف الکروب ۔صدیق الاکبر ۔فاروق الاعظم ۔ باب مدینۃ العلم ۔وصی الرسول ۔ولی اللہ ۔اخط الخطباء ۔قدوۃ اہل کساء ۔امام الائمہ الاتقیاء ۔ممیت البدعہ ۔ خلیفۃ الامین ۔لیث الثریٰ ۔غیث الوریٰ ۔ مفتاح الندیٰ ۔ مصباح الدجیٰ ۔ شمس الضحیٰ ۔ ساقی کوثر مصلی قبلتین ۔اعلم من فی الحرمین ۔الضارب بالسیفین

حضرت علیؑ کی کنیت

ابوالحسن ،ابوالحسین ،ابوتراب ،ابالریحانتین ، ابومحمد ،ابوالسبطین ،ابوالشہداء ،ابن عم مصطفیٰ ۔

محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زمخشری نے ''کشاف'' میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس سے فخر رازی اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں اقتباس کیا ہے۔

مذکورہ حدیث میں اہل بیتؑ کی عظمت و بلندی اور محبت اہل بیتؑ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱۔مَنْ ماتَ عَلیٰ حُبِّ آلِ مُحمدٍ ماتَ شَہیدا ۔

جو محبت آل محمد پر مرے گا وہ شہید مرے گا۔

۳۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ مَاتَ تَائِباً .

جو محبت آل محمد پر مرے گا وہ توبہ و مغفرت کے ساتھ مرے گا۔

۴۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ مَاتَ مُومناً مُسْتَکْمِلُ الْاِیْمَانِ .

جو محبت آل محمد پر مرے گا وہ مؤمن اور ایمان کامل کے ساتھ مرے گا۔

۵۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ بَشَّرَہُ الْمَلَکُ الْمَوتِ بِالْجَنَّۃِ ثُم مُنْکِراً وَ نَکِیراً .

جو محبت آل محمد پر مرے گا اسے ملک الموت جنت کی بشارت دے گا پھر منکر و نکیر اس کو بشارت دیں گے۔

۶۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ یُزَفُّ اِلیٰ الْجَنَّۃِ کَما تُزَفُّ الْعَروسُ اِلیٰ بَیْتِ زَوجِھَا.

جو محبت آل محمد پر مرے گا اسے احترام کے ساتھ اس طرح جنت میں لایا جائے گا جس طرح دلہن کو شوہر کے گھر لاتے ہیں۔

۷۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ فَتَحَ لَہ فِی قَبْرِہٖ بَابَانِ اِلیٰ الْجَنَّۃِ

جو محبت آل محمد پر مرے گا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو دروازہ کھول دیئے جائیں گے۔

۸۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ جَعَلَ اللّٰہ قَبْرَہٗ مَزَارَ مَلَائِکَۃِ الرَّحْمَۃِ.

جو محبت آل محمد پر مرے گا خداوند عالم اس کی قبر کو فرشتوں کی زیارت گاہ قرار دے گا۔

۹۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحمدٍ مَاتَ عَلٰی السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ .

عَيْنَيْهِ آيسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ .

جو بغض آل محمد پر مرے گا قیامت کے دن وہ اس صورت میں محشور کیا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

۱۱۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ مُحمدٍ مَاتَ كَافِراً .

جو بغض آل محمد پر مرے گا وہ کفر کی موت مرے گا۔

۱۲۔ اَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ مُحمدٍ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ .

جو بغض آل محمد پر مرے گا وہ جنت کی بو نہیں سونگھ سکتا۔ [1]

مذکورہ حدیث آیہ کریمہ: ''قُلْ لا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ'' کے ذیل میں نقل ہوئی ہے۔ [2]

احمد بن حنبل اپنی کتاب ''مسند'' میں سعید بن جبیر اور ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جس وقت آیہ مودت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا:

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جن حضرات کی محبت ہم پر واجب ہے وہ کون لوگ ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی وفاطمہؑ اور ان کے دو فرزند۔

اس جملہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ تکرار کی۔

نیز اس حدیث کو بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں آیہ مودت کے ذیل میں نقل کیا ہے اور سیوطی نے ''تفسیر درمنثور'' میں آیہ مودت کے ذیل میں ابن منذر کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے بحوالہ ابن عباس نقل کیا ہے اور محب طبری نے کتاب ''ذخائر العقبیٰ'' میں، ص ۲۵ پر نقل کیا ہے۔

۱۔ الکشاف [illegible] ۲۶۶، ۲۶۸ [illegible]

ہیثمی نے کتاب ''مجمع الزوائد'' میں، ج ۷، ص ۱۰۳ پر نقل کیا ہے۔

ابن حجر نے کتاب ''صواعق محرقہ'' میں، ص ۱۰۱ پر نقل کیا ہے۔

شبلنجی نے کتاب ''نورالابصار'' میں، ص ۱۰۱ پر نقل کیا ہے۔

اس مذکورہ حدیث کا جس میں آل محمد کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اکثر علماء نے کشاف وزمخشری اور قرطبی وغیرہ کے علاوہ بھی اعتراف کیا ہے، مثلاً: ترمذی نے اپنی کتاب ''صحیح ترمذی'' میں، ج ۲، صفحہ ۳۰۸ پر۔

حاکم نے ''مستدرک الصحیحین'' میں، ج ۳، ص ۱۴۹ پر۔

ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں، ج ۳، ص ۲۱۱ پر۔

خطیب نے ''تاریخ بغداد'' میں، ج ۴، ص ۱۶۰ پر۔

ابن اثیر نے ''اسدالغابہ'' میں، ج ۲، ص ۱۲ پر۔

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا لازمہ ان کی اطاعت اور ولایت کو قبول کرنا ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں مگر ان کی امامت وولایت اور پیروی کو قبول نہ کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کہتا ہے کہ: میں اپنے باپ سے محبت کرتا ہوں مگر ان کی بات پر عمل نہیں کروں گا، صاحبان عقل وفہم اس طرح کے آدمی کی مذمت کرتے ہیں کیوں کہ محبت کے معنی اطاعت وپیروی کے ہیں، اس لئے کہ اطاعت کا مطلب ہے عملی محبت اور اطاعت ومحبت لازم وملزوم ہیں جنہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا لہذا نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ جو آل محمد اور حضرت علی علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے اسے چاہئے کہ ان کی اطاعت وپیروی کرے اور انہیں امام وپیشوا تسلیم کرے، کیوں کہ محبت علی علیہ السلام کے معنی ہیں آپ کی امامت وخلافت کو قبول کرنا'' وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ '' ان کی اطاعت کرو تاکہ ہدایت پاسکو۔

سے وہ افراد مراد ہیں جو قوی و مضبوط رابطہ رکھتے ہوں اور بے شک حضرت علی علیہ السلام و حضرت فاطمہؑ و حضرت حسن علیہ السلام و حضرت حسین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ قوی و مضبوط رابطہ و رشتہ رکھتے تھے جو کہ ایک حقیقت ہے اور بہت سی متواتر حدیثوں سے ثابت ہے لہذا حضرت علیؑ آل محمد میں شامل ہیں۔

اعمش اور مقصود کی حدیث۔

ہمیں خبر دی ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان بن فرج ابن از ہرصیر فی بغدادی نے جب وہ شہر واسط میں ہمارے پاس آئے تھے، ہم سے نقل کیا ابوبکر محمد بن حسن بن سلیمان نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد بن عبداللہ عکبری نے کہ ہم سے نقل کیا ابوالقاسم عبداللہ بن عتاب عبدی نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عمر بن شبہ بن عبیدۂ نمیری نے، کہا: مجھ سے مدائنی نے نقل کیا اور کہا: منصور نے کسی کو اعمش کی تلاش میں بھیجا کہ وہ انہیں بلا کر لائے، کہا: ہم سے نقل کیا محمد بن حسن نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد بن عبداللہ عکبری نے کہ ہم سے نقل کیا عبداللہ بن عتاب بن محمد نے کہ ہم سے نقل کیا حسن بن عرفہ نے کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو معاویہ نے، کہا: ہم سے نقل کیا اعمش نے اور کہا: منصور نے کسی کو میری تلاش میں بھیجا اور ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حسن نے کہ ہم سے نقل کیا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ (عکبری نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ) بن عتاب بن محمد عبدی نے کہ ہم سے نقل کیا احمد بن علی عمی نے کہ ہم سے نقل کیا ابراہیم بن حکم نے اور کہا: مجھ سے حدیث بیان کی سلیمان بن سالم نے کہ مجھ سے نقل کیا اعمش نے اور کہا: ابوجعفر منصور نے کسی کو میری تلاش میں بھیجا۔

میں نے اس آنے والے سے پوچھا امیر المومنین مجھے کیوں طلب کر رہے ہیں؟

اس نے کہا: مجھے نہیں معلوم، میں نے کہا: ان سے کہہ دینا میں آرہا ہوں، اس کے بعد میں

کر دے گا۔

اعمش کہتے ہیں: میں نے غسل کر کے کفن پہنا اور حنوط کیا پھر وصیت نامہ لکھ کر اس کے پاس گیا، میں نے عمرو ابن عبید کو اس کے پاس دیکھا، انہیں دیکھ کر میں نے خدا کی حمد کی اور کہا: خیر کوئی مدد کرنے والا تو ہے، اس نے مجھ سے کہا: اے اعمش! قریب آؤ، میں اس کے قریب گیا، جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے عمرو ابن عبید کی طرف رخ کیا، میں اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ حنوط کی بو آنے لگی، اس نے کہا: اے اعمش! یہ کیسی بو ہے؟ خدا کی قسم سچ بتانا اور اگر سچ نہیں بتایا تو قتل کر دوں گا، میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کا فرستادہ شب کی تاریکی میں میرے پاس پہنچا، میں نے خود سے کہا: اس شخص کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ مجھ سے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل پوچھے جائیں گے، اگر (سچ) بتاؤں گا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا، پس میں نے وصیت نامہ لکھا اور کفن پہن کر حنوط کیا، اس نے کہا: "لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"

اس کے بعد کہا: اے اعمش! تم جانتے ہو میرا کیا نام ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں اے امیر المومنین!

اس نے کہا: کیا ہے؟

میں نے کہا: عبداللہ طویل بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب۔

اس نے کہا: تم نے سچ کہا، میں تمہیں خدا اور اس رشتہ کی قسم دیتا ہوں جو مجھے رسول خدا سے ہے، بتاؤ کہ تم نے تمام فقہاء سے حضرت علی علیہ السلام کے کتنے فضائل نقل کئے ہیں اور کتنے نقل کئے جا سکتے ہیں۔

میں نے کہا: تھوڑے ہی فضائل نقل کئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اس نے کہا: اے اعمش! میں تم سے فضائل علی علیہ السلام کے سلسلہ میں دو حدیثیں نقل کرتا ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ قسم کھاؤ کسی شیعہ سے نقل نہیں کرو گے، میں نے کہا: قسم نہیں کھا سکتا، البتہ کسی شیعہ سے نقل نہیں کروں گا۔

اس نے کہا: میں بنی مروان سے فرار کیے ہوئے تھا اور شہروں میں در بدر پھر رہا تھا، میں نے حضرت علی علیہ السلام کی محبت اور آپ کے فضائل نقل کرنے کے ذریعہ لوگوں سے تقرب حاصل کیا، انہوں نے مجھے پناہ اور کھانا دیا اور میرے لئے وسائل زندگی فراہم کیے اور میری عزت واحترام کیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ ہم شہر شام میں داخل ہوئے، اہل شام ہر روز صبح کے وقت مسجدوں میں حضرت علی پر لعنت بھیجتے تھے (نعوذ باللہ من ذٰلک) کیوں کہ وہ سب خوارج اور معاویہ کے چاہنے والے تھے، میں مسجد میں داخل ہوا، نماز جماعت قائم ہوئی اور میں نے پرانے کپڑوں میں نماز ظہر پڑھی نماز جماعت کے بعد امام جماعت دیوار سے تکیہ کر کے بیٹھ گیا، سب نمازی حاضر تھے، وہ لوگ اپنے امام جماعت کا کافی احترام واکرام کررہے تھے، ان کے احترام میں کوئی بول نہیں رہا تھا، اس وقت دو بچے مسجد میں داخل ہوئے، امام جماعت نے انہیں دیکھ کر کہا: آؤ تم سلامت رہو اور جس نے ان کے نام پر تمہارے نام رکھے، (وہ بھی سلامت رہے) خدا کی قسم میں نے تمہارے نام محمد وآل محمد کی محبت میں رکھے ہیں، اس وقت ایک کو حسن اور دوسرے کو حسین کہہ کر پکارا گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا: آج میری آرزو پوری ہوئی، بے شک خدا کے سوا کوئی طاقت نہیں ایک جوان میرے دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا، میں نے اس سے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ اور یہ دو بچے؟ اس نے کہا: یہ بزرگ ان بچوں کے جد (دادا) ہیں، اس شہر میں اس شخص کے سوا کوئی نہیں جو حضرت علی علیہ السلام سے اس درجہ محبت ودوستی رکھتا ہو، اسی وجہ سے انہوں نے دونوں بچوں کے نام حسن وحسین رکھے

کردوں گا (یعنی کچھ ہدیہ وانعام دوں گا)۔

میں نے کہا: مجھ سے میرے والد نے میرے جد کے حوالہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کی۔

انہوں نے مجھ سے کہا: تمہارے والد اور جد کون ہیں؟

میں نے کہا: محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، میرے جد نے کہا: میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا گریہ کرتے ہوئے تشریف لائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ زہرا! کیوں رو رہی ہو؟ حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا: بابا جان! حسن و حسین علیہما السلام گئے ہوئے ہیں اور نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور ابوالحسن پانچ (۵) دن سے باغ میں پانی دے رہے ہیں میں نے حسنؑ و حسینؑ کو آپ کے گھر دیکھا مگر یہاں بھی نہیں ملے، وہاں ابوبکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جاؤ اور میری آنکھوں کے نور حسن و حسین کو تلاش کرو، اس کے بعد فرمایا: اے عمر! جاؤ انہیں تلاش کرو، اے سلمان! اے ابوذر! اے فلاں! اے فلاں! کہتے ہیں کہ میں نے شمار کیا تو ستر (۷۰) آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے آپ نے سب کو حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ کی تلاش میں بھیج دیا، وہ تلاش کرنے کے بعد واپس آئے مگر ان شہزادوں کی کوئی خبر نہیں لائے۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنجیدہ خاطر ہوئے اور آپ نے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا:

خدایا! بحق ابراہیم اور بحق آدمؑ میرے فرزندوں کی حفاظت فرما، اس وقت جبرئیلؑ نے نازل ہو کر فرمایا: اے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خداوند عالم آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے رنجیدہ نہ ہوئیے، یہ بچے دنیا اور آخرت میں افضل و برتر ہیں اور ان کی جگہ جنت میں ہے، ہم نے ایک فرشتہ کو ان کی حفاظت کے لئے [illegible]

دائیں طرف اور سلمان بائیں طرف چل رہے تھے، یہاں تک کہ آپ بنی نجار کے گھر پہنچے اور ان پر مامور فرشتہ کو سلام کیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوزانو بیٹھ گئے، اس وقت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے سو رہے تھے، اس فرشتہ نے اپنا ایک پر ان کے نیچے اور دوسرا پر ان کے اوپر کر رکھا تھا، پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا بوسہ لینا شروع کر دیا جس سے وہ بیدار ہو گئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن علیہ السلام کو آغوش میں لیا اور جناب جبرئیلؑ نے حضرت حسین کو اور انہیں لے کر باہر آئے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت حسن علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف اور حضرت حسین علیہ السلام بائیں طرف تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بوسہ لے رہے تھے اور کہہ رہے تھے: جو تمہیں دوست رکھتا ہے وہ پیغمبر کو دوست رکھتا ہے اور جو تم سے دشمنی رکھتا ہے وہ پیغمبر سے دشمنی رکھتا ہے۔

ابوبکر نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایک کو مجھے دے دیجئے، میں گود میں لے لیتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں اور ان کے نیچے کتنا اچھا مرکب ہے، جب دروازہ پر پہنچے تو جو بات ابوبکر نے کہی تھی وہی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر نے کہی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کی طرح ان کی بات بھی قبول نہیں کی، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے آپ نے فرمایا: میں آج ان دونوں فرزندوں کو اسی طرح بزرگ و باکرامت قرار دیتا ہوں جس طرح خدا نے انہیں بزرگ و باکرامت قرار دیا ہے۔

فرمایا: اے بلال! لوگوں کو جمع کیجئے، بلال نے آواز دی اور لوگ جمع ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن وحسین علیہما السلام کا خیال رکھنا کیوں کہ ان کے جد محمد اور جدہ خدیجہ کبریٰ ہیں جو کہ اہل جنت میں سے ہیں، کیا میں تم سے اس شخص کا تعارف نہ کراؤں جو ماں، باپ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے، لوگوں نے کہا:

کیوں نہیں، اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

فرمایا: حسن وحسین علیہما السلام کا خیال رکھنا، کیوں کہ ان کے پدر گرامی حضرت علی بن ابی طالبؑ ہیں جو کہ ان سے افضل ہیں، وہ (علی علیہ السلام) خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور رسول انہیں دوست رکھتے ہیں، وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جو کہ افضل و برتر اور قابل استفادہ ہیں اور ان کی ماں حضرت فاطمہ زہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، اے لوگو! کیا میں تمہیں اس شخص کی طرف راہنمائی نہ کروں جو کہ چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب سے افضل و برتر ہے؟

لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

فرمایا: حسن وحسین علیہما السلام کا خیال رکھنا کیوں کہ ان کے چچا جعفر ہیں ان کے دو پر ہیں جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابوطالبؑ ہیں، اے لوگو! کیا میں تمہیں ان کی طرف راہنمائی نہ کروں جو ماموں کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں؟

لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

فرمایا: حسن وحسین کا خیال رکھنا کیوں کہ ان کے ماموں قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اے لوگو! میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ ان کے جد اور جدہ اور ماں، باپ اور چچا و پھوپھی اور ماموں [illegible] جنت میں [illegible] علی علیہ السلام [illegible] کا

[illegible]

ان کی بڑی عزت اور بڑا مرتبہ ہے لہذا خدا نے توریت میں ان کا نام شبر وشبیر رکھا ہے۔

پس جب ان بزرگ نے پوری حدیث مجھ سے سنی تو مجھے سامنے کر کے کہا: یہ تمہاری خوش بختی ہے کہ تم نے مجھے حضرت علیؑ کے بارے میں یہ حدیث سنائی۔

انہوں نے مجھے ایک عمدہ پوشاک پہنائی اور اونٹ پر سوار کیا کہ میں نے اسے سو (۱۰۰) دینار میں بیچ دیا، اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا: میں تم سے ایک ایسے شخص کا تعارف کراتا ہوں جو تمہارے ساتھ نیکی سے پیش آئے گا، اس شہر میں میرے دو بھائی ہیں، ان میں سے ایک لوگوں کے امام اور پیشوا تھے وہ ہر روز صبح کے وقت ہزار مرتبہ اور جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ حضرت علی علیہ السلام پر (نعوذ باللہ) لعنت بھیجتا تھا، خدا نے اسے جو نعمتیں دی تھیں وہ سلب کر لیں تا کہ دوسرے کے لئے عبرت قرار پائے اور وہ آج محبت علی علیہ السلام ہے اور دوسرا بھائی شروع ہی سے علی علیہ السلام سے محبت اور دوستی رکھتا ہے، اس کے پاس جاؤ البتہ رکنا مت۔

خدا کی قسم میں اونٹ پر سوار ہوا جب کہ بھوکا تھا، وہ بزرگ اور دیگر لوگ بھی میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہم گھر کی طرف چل دیئے، ان بزرگ نے فرمایا: دیکھو ٹھہرنا مت، جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے دستک دی، ایک خوبصورت جوان نکل کر آیا، جب اس نے مجھے اونٹ پر سوار دیکھا تو کہا: سلامت رہو، خدا کی قسم تمہیں فلاں پوشاک نہیں پہنایا گیا اور اونٹ پر سوار نہیں کیا گیا مگر اس وجہ سے کہ تم خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہو، البتہ اگر مجھے خوش کرو گے تو میں تمہیں ضرور خوش کروں گا، اے اعمش! خدا کی قسم میں اس حدیث کو بہت پسند کرتا ہوں، اس نے سنی اور تم بھی سنو:

مجھے میرے والد نے خبر دی، میرے جد کے حوالہ سے، انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گھر کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت حضرت فاطمہ زہرا گریہ کرتے

اے فاطمہ! آپ کیوں رو رہی ہیں؟

کہا: بابا! قریش کی عورتیں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ آپ کے بابا نے آپ کی شادی ایسے شخص سے کی ہے جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بیٹی! علی علیہ السلام سے آپ کی شادی میں نے خود نہیں کی ہے بلکہ عرش پر حکم خدا سے ہوئی ہے، جس پر جبرئیل و میکائیل اور اسرائیل گواہ ہیں، بتحقیق خداوند عالم نے اہل دنیا کی طرف دیکھا اور ان میں سے آپ کے بابا کا انتخاب کیا اور رسول بنایا، دوسری مرتبہ دیکھا اور علی کو منتخب کیا اور مجھ پر وحی نازل کی کہ میں آپ کا عقد علیؑ سے کردوں اور انہیں اپنا وصی و وزیر بناؤں۔

علی علیہ السلام طاقت کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ طاقت ور، علم کے اعتبار سے ان میں سب سے بڑے عالم، حلم و بردباری میں ان میں سب سے بڑے صاحب حلم و بردبار، اسلام کے اعتبار سے ان میں سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے، جود وسخا میں ان میں سب سے بڑے سخی اخلاق کے اعتبار سے ان میں سب سے بہتر، اے فاطمہ! بے شک میں لوائے حمد لوں گا اور جنت کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں علیؑ کو دوں گا اور آدم اور اولاد آدم سب علی علیہ السلام کے پرچم کے نیچے ہوں گے۔

اے فاطمہ! آپ کے دونوں فرزند حسن و حسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں، جن کے نام توریت موسیٰ میں ذکر ہیں اور جنت میں ان کا نام شبر و شبیر تھا، خدا کے نزدیک جو پیغمبرؐ کی عزت ہے اس کی وجہ سے اور خود ان کی شرافت کی بنا پر ان کا نام حسنؑ و حسینؑ رکھا۔

اے فاطمہ! جنت کی دو پوشاک مجھے اور دو پوشاک علی علیہ السلام کو پہنائی جائیں گی، لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور امت اس کے نیچے ہوگی لیکن [illegible] ت وفضیلت کی بنا پر علی علیہ السلام کو

[illegible]

[illegible]

علی کو بھی میرے ساتھ طلب فرمائے گا، جب میں دوزانو بیٹھوں گا تو علی علیہ السلام بھی میرے ساتھ دوزانو بیٹھیں گے اور خداوند عالم جب مجھے شفیع قرار دے گا تو علی علیہ السلام کو بھی شفیع قرار دے گا اور جب میری بات قبول کرے گا تو علی کی بات بھی قبول فرمائے گا اور بے شک وہ اس وقت جنت کی چابیوں سے متعلق میرے یاور و مددگار رہوں گے۔

اے فاطمہ! بے شک کل قیامت میں علی اور ان کا اتباع کرنے والے نجات پائیں گے اور انہیں خدا کی نعمتیں نصیب ہوں گی۔

کہتے ہیں: جس وقت حضرت فاطمہ زہرا بیٹھی ہوئی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے فاطمہ! آپ گریہ کیوں کر رہی ہیں؟

حضرت فاطمہ زہرا نے کہا: اے بابا! میں گریہ کیوں نہ کروں حالانکہ آپ مجھ سے جدا ہونے والے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! گریہ نہ کیجئے اور رنجیدہ خاطر نہ ہوئیے کیوں کہ اس کے علاوہ چارہ نہیں ہے۔

راوی نے کہا: حضرت فاطمہ زہرا اور شدت سے رونے لگیں اور کہا: اے بابا! آپ سے کہاں ملاقات ہوگی؟ فرمایا: مقام حمد پر یعنی قیامت میں ایک بلند مقام پر جہاں سے اپنی امت کی شفاعت کروں گا، حضرت فاطمہ زہرا نے کہا: بابا! اگر وہاں ملاقات نہ ہوئی، فرمایا: پل صراط کے پاس ملاقات کروں گا، اس وقت جبرئیل میرے دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف ہوں گے اور میرے پیچھے فرشتے آواز دیں گے کہ پروردگارا! امت کے حساب و کتاب کو آسان فرما، پھر میں اپنی امت کی طرف دائیں بائیں جانب دیکھوں گا اور امت کے لئے طلب مغفرت کروں گا۔

قیامت میں مجھ سے سب سے پہلے ملاقات کرنے والوں میں آپ و علی اور حسن و حسین

رکھا ہو۔

کہتے ہیں کہ: جس وقت جوان نے مجھ سے یہ حدیث سنی تو دس ہزار درہم اور اکتیس (۳۱) کپڑے دینے کا حکم دیا، اس کے بعد کہا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

میں نے کہا: کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

پوچھا: عرب ہو یا موالی؟

میں نے کہا: عرب ہوں۔

کہا: جس طرح آپ نے مجھے خوش کیا اسی طرح میں نے آپ کو خوش کیا، اس کے بعد مجھ سے کہا: کل مسجد میں فلاں کے صاحبزادوں کے ساتھ میرے پاس آنا اور راستہ گم نہ کرنا، میں ان بزرگ کے پاس گیا وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے میرا انتظار کررہے تھے، مجھے دیکھ کر کہا: فلاں نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ میں نے پورا ماجرا بیان کیا، کہنے لگے: خدا انہیں جزائے خیر دے، خدا ہمیں اور انہیں جنت نصیب فرمائے، اے اعمش! میں صبح ہوتے ہی گھوڑے پر سوار ہوکر ان کے کہنے کے مطابق راستہ چل دیا، جیسے ہی کچھ دور چلا تو راستہ بھول گیا وہاں مسجد میں میں نے نماز جماعت کے لئے اقامت کی آواز سنی اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے گھوڑے سے پیادہ ہوا، مسجد میں داخل ہوا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شکل وصورت میں میرے دوست سے مشابہ تھا، میں اس کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا، جب ہم رکوع وسجود میں گئے تو اچانک اس کا عمامہ گر گیا، میں نے اس کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں سور کی طرح ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ میں نے نماز میں کیا کہا اور کس طرح نماز پڑھی، میں اس کے بارے میں غور وفکر کررہا تھا یہاں تک کہ امام جماعت نے سلام پڑھا اور میری طرف دیکھ کر کہا: تم کل میرے بھائی کے پاس آئے تھے اور اس نے تمہیں اس طرح اس

آنے دینا، اس کے بعد بدن سے کپڑے اتارے، میں نے دیکھا کہ اس کا بدن سور کے بدن کی طرح ہے۔ میں نے کہا: اے بھائی! یہ کس وجہ سے ہوا؟ انہوں نے کہا: میں قوم کا مؤذن تھا، ہر روز صبح کے وقت اذان و اقامت کے بیچ حضرت علی علیہ السلام پر ہزار مرتبہ لعنت (نعوذ باللہ من ذٰلک) کرتا تھا، ایک دن مسجد سے نکلا اور اس گھر میں داخل ہوا، جمعہ کا دن تھا کہ میں نے ان پر اور ان کے فرزندوں پر چار ہزار مرتبہ لعنت کی اور اس کے بعد دیوار سے تکیہ کر کے سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں متوجہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام تکیہ کئے ہیں اور حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام ان کے ساتھ تکیہ کئے ہوئے ہیں اور خوشی کے عالم میں نورانی گھوڑوں پر سوار ہیں، اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محضر مبارک میں ہیں حضرت حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں پیالہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا: مجھے سیراب کیجئے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراب کیا، اس کے بعد حضرت حسین علیہ السلام سے فرمایا: اپنے بابا کو پانی دیجئے، آنجناب بھی پانی سے سیراب ہوئے، اس کے بعد حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا ان لوگوں کو بھی پانی سے سیراب کیجئے، آنجناب نے انہیں بھی پانی سے سیراب کیا، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو بھی سیراب کیجئے جو دیوار سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے، حضرت حسن علیہ السلام نے میری طرف منہ موڑ کر فرمایا: اے نانا! میں اسے کیوں سیراب کروں حالانکہ وہ ہر روز ہزار مرتبہ بابا پر لعنت بھیجتا ہے اور آج اس نے چار ہزار مرتبہ لعنت بھیجی ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ خدا تجھ پر لعنت کرے، تو علی علیہ السلام پر لعنت کرتا ہے اور میرے بھائی کو ناسزا کہتا ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن میرے منہ پر پھینکا وہ میرے پورے بدن پر پھیل گیا، اس حالت میں میں خواب سے بیدار ہوا اور دیکھا کہ جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن پہنچا وہ جگہ مسخ ہو چکی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں

سے بھی عجیب حدیث سنی ہے، اے اعمش! حضرت علی علیہ السلام کی دوستی ایمان اور دشمنی نفاق ہے، حضرت علی علیہ السلام کو مومن کے سوا کوئی دوست نہیں رکھتا اور کافر کے سوا کوئی دشمنی نہیں رکھتا۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر جان کی امان ہو تو کچھ عرض کروں؟

کہا: تم امان میں ہو۔

کہتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا نظریہ ہے جو انہیں قتل کرتا ہے؟

کہا: بلاشک وشبہ جہنم میں جائے گا۔

میں نے کہا: اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو قتل کرتا ہے؟

کہتے ہیں: یہ سن کر سر جھکا لیا اور پھر کہا: اے اعمش! ملک عقیم ہے، البتہ فضائل علی علیہ السلام کے بارے میں جو کہنا چاہتے ہو بیان کرو۔

میں نے کہا: جو ان کے فرزندوں کو قتل کرے جہنم میں جائے گا، عمرو بن عبید نے کہا: اے اعمش! تم سچ کہتے ہو، لعنت ہے اس شخص پر جو ان کے فرزندوں کو قتل کرتا ہے۔

منصور نے کہا: اے عمر! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جہنمی ہے۔

عمرو نے کہا: مجھے خبر دی ضعیف شخص (یعنی حسن) نے انس کے حوالہ سے کہ جو شخص اولا حضرت علی علیہ السلام کو قتل کرے گا وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابو جعفر۔ کہا: اگر عمرو کے منصور سے اچھے تعلقات نہ ہوتے اور منصور کی نظر میں اس کی عزت واحترام نہ ہو اعمش قتل ہوئے بغیر باہر نہیں آسکتے تھے۔[۱]

حضرت علی علیہ السلام اور حاطب بن ابی بلتعہ کا خط۔

فرمایا تو آپ نے خدا سے دعا کی کہ ان کے امور قریش سے (جو کہ مکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے) مخفی رہیں، تا کہ اچانک مکہ میں داخل ہوں، لہذا اسی منصوبہ کے تحت آپ کے سارے کام مخفیانہ انجام پارہے تھے۔

البتہ حاطب بن ابی بلتعہ (جو پہلے مکہ میں رہتا تھا اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مدینہ ہجرت کر چکا تھا، لیکن چوں کہ اس کی بہت سی ملکیت ابھی تک مکہ میں تھی نیز خاندان کے کچھ لوگ بھی مکہ میں رہتے تھے لہذا وہ مجبوراً کفار میں سے کچھ بزرگان مکہ سے روابط میں تھا، چوں کہ پختہ مسلمان نہیں ہوا تھا لہذا اس نے) اہل مکہ کے پاس ایک خط لکھا، جس میں انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتح مکہ کے ارادہ سے آگاہ کیا، وہ خط ایک سیاہ پوست عورت کو جو کہ مدینہ میں فقیری زندگی بسر کر رہی تھی دے دیا تا کہ وہ اس خط کو مکہ کے بزرگوں تک پہنچا دے، جن کے نام بتا چکا تھا اور اس کام کے لئے اسے کچھ مال دیا اور کہا کہ اصل راستہ سے ہٹ کر جانا (تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو) ادھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جناب جبرئیل نے اہل مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کے خط سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باخبر کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کو بلا کر کہا:

میری پیروی کرنے والوں میں سے ایک شخص نے اہل مکہ کے نام خط لکھا ہے جس میں اہل مکہ کو ہمارے ارادہ سے آگاہ کیا ہے، میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ وہ لوگ ہمارے ارادہ سے آگاہ نہ ہوں، وہ خط ایک سیاہ پوست عورت کے پاس ہے جو راہ سے ہٹ کر مکہ کی طرف روانہ ہو چکی ہے، آپ تلوار لے کر جائیں اور اس عورت سے وہ خط لے کر آئیں، اس کے بعد زبیر کو بلا کر کہا: حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جاؤ اور سفر میں ان ہی کے ساتھ رہنا، حضرت علی علیہ السلام زبیر کے ساتھ روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ اس عورت تک پہنچ گئے، پہلے زبیر اس کے پاس گئے اور اس خط کے بارے میں سوال کیا، اس عورت

ہے، آیئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس چلتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں گے، یہ عورت بے گناہ ہے اور اس کے پاس کسی طرح کا خط نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ اس عورت کے پاس خط ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اس سے خط لوں اور تم کہہ رہے ہو کہ اس کے پاس خط نہیں ہے (یعنی نعوذ باللہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کہا ہے اور یہ عورت سچ کہہ رہی ہے یہ کہہ کر) آپ نے تلوار نیام سے نکالی اور اس عورت کے پاس جا کر فرمایا:

جان لے اگر تو نے خط نہیں دیا تو خدا کی قسم تیری تلاشی لوں گا اور تجھے قتل کر دوں گا، عورت نے (حضرت علی علیہ السلام کے بدلتے تیور دیکھے، جانتی تھی کہ آپ جو کہتے ہیں کرتے ہیں لہذا (گھبرا کر) کہا: ٹھیک ہے اے ابن ابی طالبؑ میری طرف سے منہ پھیریئے (تا کہ خط نکال کر آپ کو دوں) آنجناب نے اس کی طرف سے منہ پھیرا، اس نے اپنے مقنعہ و دوپٹے کو کھولا اور بالوں میں چھپائے ہوئے خط کو نکال کر حضرت علی علیہ السلام کو دے دیا۔

حضرت علی علیہ السلام خط لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اعلان کر کے لوگوں کو مسجد میں دعوت دی جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے ندا دی اور لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، مسجد لوگوں سے پر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور ہاتھ میں خط لے کر فرمایا:

اے لوگو! میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ فتح مکہ سے متعلق ہمارے ارادہ سے قریش مکہ آگاہ نہ ہوں، لیکن آپ میں سے ایک شخص نے اہل مکہ کے پاس خط لکھا جس میں انہیں ہمارے ارادہ سے آگاہ کرنا چاہا تھا۔

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے خط لکھا ہے اور یہ خط منافقت یا اس وجہ سے نہیں لکھا کہ آپ کی نبوت واسلام پر ایمان ویقین کے بعد مجھے شک ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: پھر تم نے یہ خط کیوں لکھا؟

اس نے عرض کیا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے خاندان کے کچھ لوگ مکہ میں رہتے ہیں اور وہاں میرا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو ان کی حفاظت کر سکے۔

میں خوف زدہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار قریش کو فتح حاصل ہو، لہذا بہتر ہے کہ اس طرح ان پر ایک احسان کر دیا جائے تا کہ ان کے غالب آنے کے بعد وہ ہمارے خاندان والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں بالیقین میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ مجھے دین میں شک وشبہ تھا۔

عمر بن خطاب نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حکم فرمایئے کہ اسے قتل کر دوں کیوں کہ وہ اس طرح منافق ہو گیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جنگ بدر میں شرکت کرنے والوں میں ہے، ممکن ہے کہ خدا نے اس پر رحم وکرم فرمایا ہو اور بخش دیا ہو، اسے مسجد سے نکال دیا جائے۔

راوی بیان کرتا ہے: لوگوں نے اسے مارتے ہوئے مسجد سے نکال دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مسجد میں داخل کرنے کا حکم دیا اور اس سے فرمایا: میں نے تجھ سے اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا، تو بھی اپنے پروردگار سے طلب بخشش کر اور دوبارہ اس طرح کا گناہ نہ کرنا۔[1]

مؤلف: اس واقعہ سے دوسرے صحابہ پر حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام کے لئے حضرت علی علیہ السلام کا انتخاب کیا اور زبیر میں یہ لیاقت وقابلیت نہیں [illegible]

ہوتا تو حضرت علی علیہ السلام سے نہ کہتے کہ واپس چلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے اور (نعوذ باللہ) اس نے قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سہو (بھول) کا احتمال دیا، لیکن حضرت علی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول میں شک وشبہ نہیں کیا بلکہ آپ قائم رہے جس کا نتیجہ اس سیاہ عورت سے خط لینے میں کامیابی ہوئی، دوسرے یہ کہ آپ کا یہ عمل فتح مکہ میں عظیم خدمت کا حامل تھا البتہ دوسروں (ابوبکر وعمر وعثمان) کا کیا حصہ تھا؟

مامون کا علمائے اہل سنت سے مناظرہ

اسے علمائے اہل سنت اور شیعوں نے نقل کیا ہے:

اس مناظرہ کو علمائے اہل سنت میں سے احمد بن عبد ربہ نے کتاب ''عقد الفرید'' میں اور علمائے شیعہ میں سے شیخ صدوق نے کتاب ''عیون اخبار الرضا'' میں نقل کیا ہے: اسحاق بن حماد کہتے ہیں کہ عیسی بن اکثم نے ہمیں جمع کر کے کہا:

مامون نے حکم دیا ہے کہ علم کلام وحدیث کے کچھ علماء کو ان کی خدمت میں حاضر کروں، میں نے طرفین (سنی وشیعہ) کے تقریباً چالیس علماء کو جمع کر لیا ہے اور مامون کو بھی خبر دے دی، مامون نے ان کے پاس آ کر کہا:

اے گروہ علماء! میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ ان کے خلیفہ وجانشین تھے، اگر آپ لوگ میرا عقیدہ قبول کرتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں تو آپ بھی اعتراف کریں اور اگر اس عقیدہ میں آپ لوگوں کے نزدیک کوئی اشکال ہے تو دلیل وبرہان کے ذریعہ اس کا جواب دیجئے، یہ بات یاد رہے کہ میرا مقام ومرتبہ آپ کے لئے حق گوئی میں مانع نہ ہو، صرف تقوی اختیار کیجئے نیز خدا سے ڈریئے اور صرف حق بیان کیجئے۔

مامون نے کہا: آپ ایک آدمی کا انتخاب کر لیجئے کہ وہ مجھ سے گفتگو کرے، اگر وہ غلطی واشتباہ کرے تو اس کی مدد کیجئے، ان میں سے ایک نے کہا:

اہل سنت کی پہلی روایت

ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابو بکر سب سے بہتر تھے، اس لئے کہ روایت موجود ہے جسے تمام صحابہ کرام نے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ان دونوں (ابوبکر وعمر) کی اقتدا و پیروی کرنا۔

اس بنا پر یہ دونوں افراد بہترین مخلوق خدا ہیں کہ لوگ ان کی پیروی کریں۔

مامون نے کہا: احادیث وروایات بہت زیادہ ہیں جو کہ تین صورت سے خارج نہیں ہیں:

(۱) یا سب احادیث وروایات صحیح ہیں۔

(۲) یا سب احادیث وروایات جعلی اور باطل ہیں۔

(۳) یا بعض صحیح ہیں اور بعض باطل ہیں۔

۱۔ اگر سب احادیث وروایات صحیح ہیں تو یہ اختلاف کہاں سے پیدا ہوا اور بعض احادیث و روایات دیگر بعض سے کم کیوں ہیں؟

۲۔ اگر سب احادیث وروایات جعلی وباطل ہیں تو اس سے دین وشریعت کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔

۳۔ پس اگر بعض احادیث وروایات صحیح اور بعض باطل ہیں، تو جو صحیح ہیں ان پر دلیل وبرہان ہونی چاہئے ورنہ وہ بھی جعلی وباطل ہیں۔

روایت پر تحقیق

میں دو کی اقتدا کرنا محال ہے۔

وہ دونوں حضرات یا تمام جہات سے متحد تھے یا آپس میں اختلاف رکھتے تھے، پہلی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات شکل وجسم اور شعور وفکر کے اعتبار سے ایک تھے اور یہ محال ہے۔

دوسری صورت میں (جب کہ دونوں میں اختلاف ہو) اگر ایک کی اقتدا و پیروی کی جائے تو پھر دوسرے کی اقتدا و پیروی نہیں ہوگی اور کس طرح دونوں حق پر ہو سکتے ہیں حالانکہ عقیدہ کے اعتبار سے دونوں میں اختلاف تھا کیوں کہ عمر نے ابوبکر سے کہا: خالد بن ولید کو مالک بن نویرہ کے قتل کے جرم میں معزول کر کے اسے قتل کر دیجئے لیکن ابوبکر نے قبول نہیں کیا، عمر نے متعۃ النساء اور متعۃ الحج کو حرام قرار دیا جب کہ ابوبکر نے حرام نہیں کیا، البتہ ابوبکر نے اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا اور عمر کو اپنی جگہ قرار دیا، لیکن عمر نے خلافت کے مسئلہ کو چھ آدمیوں کی کمیٹی کے سپرد کیا وغیرہ....

اہل سنت کی دوسری روایت

دوسرے نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"لَو کُنتُ مُتَّخِذاً خَلِیلًا لَاتَّخَذتُ اَبَا بَکرٍ خَلِیلًا"

اگر میں اپنے لئے کسی کو دوست وخلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

مامون نے کہا: اس روایت کا بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونا بعید و نامناسب ہے، کیوں کہ فریقین کے درمیان مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور حضرت علیؑ کو اپنا بھائی قرار دیا اور فرمایا: میں نے تمہیں خود اپنے لئے بھائی بنایا ہے۔

اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ ان دو روایتوں میں کون سی روایت صحیح اور کون سی باطل ہے۔

کے بعد امت میں بہترین افراد ابوبکر وعمر ہیں۔

مامون نے کہا: محال ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس طرح کی کوئی بات کہیں، اس لئے کہ اگر یہ دونوں امت کے بہترین افراد تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو عاص کو ان کا امیر کیوں بنایا؟ اور اسامہ بن زید کو ان پر حاکم کیوں قرار دیا؟

نیز حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیوں کہا کہ: میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے لئے بہتر وسزاوار تر ہوں اور اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ کچھ لوگ دین اسلام سے پلٹ جائیں گے تو میں خود ان سے اپنا حق لے لیتا اور آپ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا: میں اس امر (خلافت) کے لئے اولویت رکھتا ہوں کیوں کہ میں نے اس خدائے واحد کی اس وقت عبادت کی ہے جب یہ دونوں (ابوبکر وعمر) کافر وبت پرست تھے۔

اہل سنت کی چوتھی روایت

ایک شخص نے کہا: ہم تک خبر پہنچی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر وعمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

مامون نے کہا: یہ حدیث بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر نہیں ہوئی ہے، کیوں کہ جنت میں بوڑھے نہیں ہوں گے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ضعیف عورت اشجعیہ سے کہا: عجوزہ (بوڑھے لوگ) جنت میں داخل نہیں ہوں گے مگر یہ کہ وہ جوان ہو جائیں گے اور آپ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

"اِنَّا اَنْشَانَا هُنَّ اِنْشَائاً فَجَعَلْنَا هُنَّ اَبْکَاراً عُرُباً اَتْرَاباً"[1]

ہم نے انہیں خاص طور پر بنایا اور کنوارا قرار دیا جو کہ محبت والی اور ہم عمر ... [illegible]

کی شان اقدس میں ایک حدیث ہے کہ فریقین جس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ " [1]

حسن و حسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اہل سنت کی پانچویں روایت

ایک شخص نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر نبوت کے لئے مبعوث ہوتے۔

مامون نے کہا: یہ روایت تو پوری طرح جعلی ہے اور محال ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کی کوئی بات کہی ہو، کیوں کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

" وَ اِذْ اَخَذْنَامِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُوحٍ وَ اِبْراهِيمَ وَ مُوسىٰ وَ عِيسىٰ بِنِ مَرْيَمَ " [2]

یعنی ہم نے ہر نبی کو بھیجنے سے پہلے اس سے نبوت کا عہد و پیمان باندھا۔

اس صورت میں جس شخص سے نبوت کا عہد و پیمان نہیں باندھا گیا وہ کس طرح نبوت کے لئے مبعوث ہوسکتا ہے۔

اہل سنت کی چھٹی روایت

ایک شخص نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر خدا کا عذاب نازل ہوتو عمر کے علاوہ کوئی نہیں بچ سکتا۔

مامون نے کہا: یہ حدیث قرآن مجید کی آیہ مبارکہ: " مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيهِمْ "[1] کے برعکس ہے۔

یعنی اے پیغمبر! جب تک آپ امت میں ہیں تب تک خداوند عالم ان پر عذاب نہیں کرے گا۔

آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا وجود اقدس عذاب نازل ہونے میں مانع تھا، اس صورت میں اگر فرض کر لیا جائے کہ عذاب نازل ہوگا تو صرف وہی نجات حاصل کریں گے اور دوسرے تمام افراد (من جملہ عمر) عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اہل سنت کی ساتویں روایت

ایک اور شخص نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ عمر ان دس افراد میں سے ہیں جو اہل جنت ہیں۔

مامون نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر عمر نے حذیفہ یمانی کو قسم کیوں دی کہ کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں؟ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر کے تزکیہ وطہارت اور جنت کی گواہی دی تھی؟ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر اعتماد نہیں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد نہ ہونا خود عمر کے کفر کی دلیل ہے اور کفر و جنت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

اہل سنت کی آٹھویں روایت

ایک شخص نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھایا گیا اور پوری امت کو دوسرے پلڑے میں، میں سب سے زیادہ وزنی تھا، اس کے بعد میری جگہ ابوبکر کو بٹھایا گیا وہ بھی میری طرح سے وزنی تھے اس کے بعد عمر کو بٹھایا گیا وہ بھی اسی طرح سے وزنی تھے۔

مامون نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ وزن کے اعتبار سے وزنی تھے تو یہ حقیقت میں جھوٹ ہے اور اگر بفرض محال صحیح بھی ہو تو اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے یا یہ کہ نیک اعمال کے اعتبار سے پوری امت میں وزنی تھے تو یہ سب کی گواہی کے ساتھ پہلے سے بڑا جھوٹ ہے کیوں کہ اسلام میں برتری کا معیار نیک اعمال ہیں اور تمام علماء و مورخین اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ زہد و تقوی اور عبادت و اخلاص میں حضرت علی علیہ السلام کے جیسا کوئی نہیں تھا، اس بنا پر امت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت علی علیہ السلام ہیں نہ کہ ابوبکر و عمر۔

اس کے بعد اہل سنت کے بڑے بڑے علماء نے سر جھکا لیا اور کسی میں کچھ کہنے کی جرائت نہ رہی، مامون نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر فرمایا: چپ کیوں ہو گئے؟

انہوں نے کہا: ہمارے پاس جو کچھ علم تھا اس کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، مامون نے اگرچہ انہیں خاموش دیکھا لیکن جو باتیں اس کی نظر میں بیان کرنے سے رہ گئی تھیں انہیں پیش کیا اور اپنے مقصود و مطلوب کو ثابت کیا۔

مامون کا علمائے اہل سنت سے سوال

مامون نے پوچھا: بعثت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ نیک عمل کیا ہے؟

انہوں نے کہا: ایمان قبول کرنے میں سبقت کرنا۔

مامون نے کہا: کیا حضرت علی علیہ السلام سے پہلے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی ایمان لایا ہے؟

انہوں نے کہا: ابوبکر۔

کیوں کہ جس دن حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے پہلے ایمان قبول کیا اس وقت آپ کی عمر مبارک بہت کم تھی اور آپ نابالغ تھے لیکن ابوبکر نے چالیس سال کی عمر میں ایمان قبول کیا اس بنا پر

دعوت پیغمبر ﷺ قرآن مجید کی روشنی میں " وَ مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ یُوحىٰ " وحی خدا کے سوا کچھ نہیں اور بالیقین جب تک خداوند عالم نے حضرت علی علیہ السلام کو اس تکلیف کی منزل میں نہیں پایا، پیغمبر اسلام ﷺ کو دعوت پر مامور نہیں فرمایا اور حضرت علی علیہ السلام کا بچپنے میں اسلام قبول کرنا یا الہام خدا کی بنا پر تھا یا پیغمبر اسلام ﷺ کے کہنے کی بنا پر، اب اگر انہوں نے الہام خدا کی بنا پر اسلام قبول فرمایا تو وہ سب سے افضل کیوں کہ وہ بچپنے ہی میں الہام خدا کے قابل تھے اور اگر پیغمبر اسلام ﷺ کے کہنے کی بنا پر اسلام قبول فرمایا تو بھی آنحضرت قرآن مجید کی اس آیت:
" وَ مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ یُوحىٰ " کی بنا پر جو بھی فرماتے ہیں خدا کی طرف سے فرماتے ہیں، اس طرح حضرت علی علیہ السلام خدا اور رسول اسلام ﷺ کے برگزیدہ قرار پائے پس رسول خدا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے اسلام کو تائید الٰہی اور اس اعتماد کی خاطر جو آپ کو ان پر تھا قبول فرمایا۔

مامون کا دوسرا سوال

مامون نے پوچھا: ایمان کے بعد سب سے افضل عمل کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔

مامون نے کہا: پوری عمر میں حضرت علی علیہ السلام کے برابر کس نے جہاد کیا؟

کیا جنگ بدر میں حضرت علی علیہ السلام نے سب سے زیادہ قتل نہیں کئے؟

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: اگر جنگ بدر میں ایسا ہوا ہے تو اس کے عوض ابوبکر نے آنحضرت ﷺ کے پہلوئے اقدس میں بیٹھ کر تدبیریں کیں۔

مامون نے [illegible]

[illegible]

چاہتا ہوں۔

مامون نے کہا: ابوبکر کے جنگ سے گریز کرنے اور سایہ میں بیٹھنے میں کیا فضیلت ہے؟ اگر جنگ سے فرار اور گھروں میں بیٹھنے میں فضیلت وافتخار ہے تو پھر خداوند عالم نے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے تعریف کیوں کی ہے؟:

" فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ اَجْراً عَظِيماً "[1]

اس کے بعد مامون نے اسحاق کی طرف رخ کر کے کہا: اے اسحاق! سورۂ "ھل اتیٰ" پڑھیے، اسحاق نے سورۂ " هَلْ اَتىٰ " پڑھنا شروع کیا، جب اس آیت " وَ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلىٰ حُبِّهٖ مِسْكِيناً وَ يَتِيماً وَ اَسِيراً "[2] تک پہنچا تو مامون نے پوچھا: یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟

اسحاق نے کہا: حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مامون نے کہا: جس وقت حضرت علی علیہ السلام نے مسکین ویتیم اور اسیر کو کھانا دیا کیا اس وقت اس سے کہا تھا کہ: " اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَ لَا شُكُوراً "[3]

اسحاق نے کہا: اس طرح کی کوئی خبر ہم تک نہیں پہنچی۔

مامون نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم حضرت علیؑ کی نیت سے واقف تھا لہٰذا اس نے لوگوں سے معرفت کرانے کے لئے حضرت علیؑ کی راز کی بات اور باطنی فضیلت بیان کی۔

مامون کا اہل سنت سے تیسرا سوال

مامون نے کہا: اے اسحاق! کیا حدیث طائر (پرندہ) کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

---

[1] ... ۹۵

میں کھانے کے لئے پرندہ پیش کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ خدایا! اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس کھانے میں شریک ہو، اس وقت حضرت علی علیہ السلام پہنچے اور ساتھ میں وہ کھانا کھایا، صحیح ہے؟

اسحاق نے کہا: جی ہاں۔

مامون نے کہا: چار باتیں ہیں۔

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مستجاب ہوئی اور حضرت علی علیہ السلام جو کہ خدا کو محبوب تھے خدا نے انہیں حاضر کر دیا۔

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول نہیں ہوئی اور اتفاق سے حضرت علی علیہ السلام آ گئے۔

۳۔ باوجود یہ کہ خدا کے نزدیک کچھ افراد حضرت علی علیہ السلام سے بہتر تھے مگر اس نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیج دیا۔

۴۔ (معاذ اللہ) خدا افضل و مفضول کو نہیں جانتا اور اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کو بھیج دیا۔

اے اسحاق! اگر پہلے احتمال کو قبول کرتے ہو تو ہمارا مطلوب مقصود حاضر ہے اور اگر دیگر تین احتمال میں سے کسی کو بھی قبول کرنے کی جرائت ہے اور کفر و گمراہی کا خوف نہیں ہے تو قبول کر لیجئے۔ [1]

اسحاق اور ''آیہ غار''

اسحاق نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا پھر اس کے بعد آیہ غار '' ثَانِی اِثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ [2] '' کی تلاوت کی کہ خداوند عالم نے ابوبکر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور صحابی و ساتھی

۱۔ اس حدیث کو بہت سے معتبر علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے منجملہ ابن مغازلی نے کتاب ''

ہونے کو بیان کیا تاکہ ابوبکر کی فضیلت بیان کرے۔

مامون نے تعجب سے طنزیہ کہا: (سبحان اللہ) کیا لغت کے اعتبار سے تمہارا علم اس درجہ کم ہے۔

کیا حتمی طور پر صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو ساتھ رہے یا ہم عقیدہ ہو یا شخصیت کے اعتبار سے اس کی نسل سے ہو؟

کیا قرآن مجید میں ایک مومن اور کافر کی دوستی بیان نہیں کی گئی کہ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

" قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَ هُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ "[۱]

اس کے صحابی وساتھی نے اس سے بحث کرتے ہوئے کہا کیا تم اس ذات کبریا سے کفر اختیار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا؟

(خلاصہ یہ کہ صحابی اور ساتھی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ دوسروں پر ترجیح رکھتا ہو، چنانچہ قید خانہ میں جو شخص جناب یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہتا تھا اور بحث کرر ہا تھا قرآن نے اسے بھی صحابی کہا)

اس کے بعد کہا: یہ جملہ " اِنَّ اللّٰهَ مَعَنا " جو ابوبکر کی ہمت افزائی کے لئے کہا گیا جو کہ ابوبکر کے رنجیدہ خاطر ہونے کی وجہ سے تھا، اب آپ یہ بتائیے کہ ابوبکر کا اس طرح رنجیدہ ہونا اور پریشان ہونا نیک عمل اور اطاعت وپیروی کی بنا پر تھا یا برا عمل اور گناہ تھا؟

اگر یہ عمل اطاعت وپیروی اور نیک عمل کی بنا پر تھا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیوں فرمایا؟ اور اگر برا عمل اور گناہ تھا تو اس میں ابوبکر کے صحابی وساتھی ہونے میں کون سی فضیلت ہے، اس کے علاوہ یہ کہ خداوند عالم نے آرام وسکون کس کے لئے نازل فرمایا؟

اسحاق نے کہا: ابوبکر کے لئے، کیوں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ضرورت نہیں تھی۔

مامون نے کہا: اچھا یہ بتایئے کہ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا ہے:

''وَ یَومَ حُنَینٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیئاً و ضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُولِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ''[1]

اور ذرہ حنین کا دن یاد کیجئے کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

تو یہ فرار کرنے والے کون ہیں اور ثابت قدم رہنے والے کون ہیں، دوسرے یہ کہ سکون و آرام کس کے لئے نازل ہوا؟

کیا ایسا نہیں ہے کہ ابوبکر و عمر فرار کرنے والوں میں سے تھے اور حضرت علی علیہ السلام اور جناب عباس نیز دیگر پانچ افراد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم تھے اور حضرت علی علیہ السلام تنہا تلوار چلا رہے تھے اور جناب عباس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے پانچ افراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطراف میں پروانوں کی طرح چکر لگا رہے تھے؟

کیا ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا: میں نے آرام و سکون پیغمبر اور مومنین جو کہ سات افراد تھے ان پر نازل کیا، پس کس وجہ سے وہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام و سکون الٰہی سے بے نیاز نہیں تھے اور ابوبکر نے اس آرام و سکون کی لیاقت پیدا نہیں کی؟

اب بتایئے کہ جو شخص اس طرح کے عظیم معرکہ میں یک و تنہا بے خوف و خطر جنگ کرتا رہا اور خداوند عالم کا لطف و کرم اور آرام و سکون اس کے شامل حال ہوا وہ افضل ہے یا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو شخص شب ہجرت بستر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سویا اور نہایت سکون واطمینان اور خلوص کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی اوران کی جان کی حفاظت کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دی وہ افضل ہے یا وہ کہ جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں ہونے کے باوجود غار میں خوف زدہ اور رنجیدہ خاطر تھا؟

مامون کا اسحاق سے حدیث ولایت کے بارے میں سوال

اس کے بعد مامون نے کہا: اے اسحاق! کیا تم حدیث ولایت: ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌ مَوْلَاہُ'' کو قبول کرتے ہو؟

اسحاق نے کہا: جی ہاں۔

مامون نے پوچھا: اس کا مطلب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ابوبکر اور عمر پر اولویت رکھتے تھے؟

اسحاق نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ یہ جملہ زید بن حارث کے وسیلہ سے کہا گیا ہے۔

مامون نے پوچھا: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث کس جگہ ارشاد فرمائی؟

اسحاق نے کہا: حجۃ الوداع کے موقع پر۔

مامون نے پوچھا: زید کہاں قتل ہوئے؟

اسحاق نے کہا: ۸ھ جنگ موتہ میں۔

مامون نے پاچھا: کیا جنگ موتہ حجۃ الوداع سے پہلے نہیں ہوئی؟

اسحاق نے کہا: کیوں نہیں۔

مامون نے کہا: پھر کس طرح یہ جملہ زید بن حارث کے وسیلہ سے کہا جا سکتا ہے؟

مامون کا اسحاق سے حدیث منزلت کے بارے میں سوال

اسحاق نے کہا: جی ہاں۔

مامون نے کہا: کیا ہارون جناب موسیٰ کے پدری اور مادری بھائی نہیں تھے؟

اسحاق نے کہا: کیوں نہیں؟

مامون نے کہا: حضرت علی علیہ السلام بھی اسی طرح تھے۔

اسحاق نے کہا: اس طرح نہیں ہے، کیوں کہ حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی جناب ابو طالب اور والدۂ گرامی جناب فاطمہ بنت اسد تھیں یعنی حضرت علی علیہ السلام کے ماں، باپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ کے علاوہ تھے۔

مامون نے کہا: ہارون پیغمبر تھے تو کیا حضرت علی علیہ السلام بھی پیغمبر تھے؟

اسحاق نے کہا: نہیں۔

مامون نے کہا: اس طرح حضرت علی علیہ السلام کو ہارون سے کون سی نسبت تھی، کیا ہارون اس کے علاوہ بھی کوئی اور صفت رکھتے تھے؟

اسحاق نے کہا: جناب موسیٰؑ نے جناب ہارون کو اپنی حیات میں یعنی جب میقات کے لئے گئے تو اپنی پیروی کرنے والے تمام افراد پر جانشین مقرر فرمایا، لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک میں حضرت علی علیہ السلام کو صرف کمزور و ناتواں اور عورتوں و بچوں پر جو مدینہ میں رہ گئے تھے اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

مامون نے کہا: جناب موسیٰ میقات کے لئے جاتے وقت کچھ افراد کو اپنے ساتھ لے گئے تھے یا نہیں؟

اسحاق نے کہا: ہاں کچھ لوگوں کو لے کر گئے تھے۔

اسحاق نے کہا: کیوں نہیں۔

مامون نے کہا: اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا مسئلہ ہے اور جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب مسلمانوں کے لئے تھا جو مدینہ میں تھے ان کے لئے بھی اور جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے لئے بھی۔

مامون اور علمائے علم کلام کا مناظرہ

اس کے بعد اسحاق عاجز ہو گئے اور مامون نے تمام فقہاء اور علمائے حدیث کو ہر طرح کی دلیل سے خاموش و عاجز کر دیا اور ان کے اشتباہات کو دور کیا، اس کے بعد آپ نے علمائے علم کلام سے گفتگو شروع کی اور اس مرتبہ بھی سوالات کا اختیار انہی کو دیا، ان میں سے ایک شخص نے پوچھا:

کیا حضرت علی علیہ السلام کی امامت تمام واجبات کی طرح ہم تک نہیں پہنچی؟

مامون نے کہا: کیوں نہیں۔

اس شخص نے پوچھا: پھر حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے بارے میں ہی اختلاف کیوں ہے؟ جب کہ دوسرے واجبات میں اختلاف نظر نہیں آتا؟

مامون نے کہا: کیوں کہ کوئی بھی واجب خلافت کی طرح قابل توجہ اور میلان کا باعث نہیں تھا اور تمام واجبات کے ہونے اور نہ ہونے سے کسی کو کوئی فائدہ اور نقصان نہیں تھا البتہ خلافت اور ریاست ایک ایسی مرغوب شئے تھی جس کا ہر ایک طالب تھا اور نمازی اور کسی قوم کے رئیس و خلیفہ میں بہت فرق ہے۔

دوسرے نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

مسلمانوں کا اجماع جس شئے کو نیک سمجھنے پر ہو وہ خدا کے نزدیک نیک اور جس کو برا سمجھنے پر

اجماع کا مقصد

یا تمام مسلمانوں کا متفق ہو جانا ہے جو کہ ناممکن ہے، کیوں کہ ہر آدمی اپنے ذاتی یا غیر ذاتی اختلاف کے سبب ایک طرح کا جداگانہ سلیقہ اور فکر رکھتا ہے۔

یا اجماع کا مقصد

مسلمانوں کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے، اس صورت میں مختلف گروہ کے درمیان اختلاف ہوگا جیسا کہ شیعہ حضرات حضرت علیؑ کو مولا و مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں اور آپ دوسروں کو۔

البتہ یہ بات بھی یاد رہے کہ تنہا جس پر تمام مسلمان متفق ہیں وہ علیؑ کی ذات ہے لیکن دوسروں (ابوبکر و عمر و عثمان) پر سب متفق نہیں ہیں، کیوں کہ انہیں سنی حضرات قبول کرتے ہیں مگر شیعہ قبول نہیں کرتے۔

علم کلام کا دوسرا سوال

دوسرے نے کہا: اے خلیفہ! کیا اس بات پر عقیدہ رکھا جا سکتا ہے کہ سب اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطائیں کیں؟

مامون نے کہا: یہ خطا کا مقام نہیں ہے، کیوں کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ امامت کو نہ خدا کی جانب سے سمجھتے تھے اور نہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اور اس طرح امامت نہ واجب ہے (اس لئے کہ حکم خدا نہیں ہے) اور نہ سنت ہے (اس لئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا) لہٰذا وہ چیز جو نہ واجب ہے اور نہ سنت اسے بدعت کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا اور بدعت خطا سے بدتر ہے، کیوں کہ خطا میں عفو و بخشش کے امکان ہیں لیکن بدعت میں نہیں۔

علم کلام کا تیسرا سوال

علم کلام کے ایک عالم نے کہا: اگر آپ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا ادعا کرتے ہیں تو شاہد لائیے کیوں کہ مدعی کے پاس گواہ و دلیل ہونی چاہیے۔

مامون نے کہا: میں مدعی نہیں ہوں، بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا اقرار واعتراف کرتا ہوں، مدعی تو وہ افراد ہیں جنہوں نے خلیفہ بنائے اور معزول کرنے میں خود کو صاحب اختیار سمجھا، انہیں گواہ پیش کرنا چاہیے، لیکن چوں کہ آپ کے عقیدہ میں سب صاحب اختیار اور مدعی تھے اور شاہد مدعی کے علاوہ ہونا چاہیے، لہذا امت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ شاہد پیش کرنا چاہیے حالانکہ یہ ناممکن ہے۔[۱]

مؤلف: مامون اور علمائے علم کلام کے بیچ اس کے علاوہ بھی گفتگو ہوئی جس میں سب کے جوابات دیئے اور مناظرہ دو اساس پر مبنی تھا: ۱۔علم حدیث ۲۔علم کلام۔

جس میں مامون نے تمام علمائے حدیث اور علمائے کلام کو لا جواب کر دیا اور ثابت کیا کہ حضرت علیؑ حاکم وامام تھے نہ کہ تابع و ماموم، چوں کہ عادل تھے لہذا ہر ایک سے زیادہ حق رکھتے تھے کہ لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیں۔

یاد رہے کہ بیسویں صدی کے شروع میں مصر کے مشہور صاحب قلم ڈاکٹر احمد فرید رفاعی نے اپنی کتاب ''عصر مامون'' میں اس مناظرہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔[۲]

البتہ اس مناظرہ کی مع راوی پوری تفصیل ایک عظیم المرتبت شیعہ عالم دین جناب ابو جعفر صدوق نے کتاب ''عیون اخبار الرضا'' میں بیان کی ہے۔[۳]

۱۔ کتاب علی کیست، ج۱، ص۱، ۳۷۔

نیز اسی طرح سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن طاؤس نے کتاب ''طرائف'' میں اس مناظرہ کونقل کیا ہے۔

اس مناظرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون شیعہ عقیدہ رکھتا تھا اور اس نے پوری طرح حتی الامکان (حق سے) دفاع کیا، البتہ اس کا شیعہ ہونا مشکل ہے کیوں کہ شیعہ مؤرخین اور محدثین کے نقل کرنے کے مطابق اس نے ریاست وحاکمیت اور خلافت کی خاطر اپنے زمانہ کے امام کو زہر سے شہید کیا۔ اس کے باپ کی منطق وفکر کے مطابق کہ (الملک عقیم) مملکت وحاکیت ماں باپ کونہیں پہچانتی یہی وجہ ہے کہ اس نے ریاست وحاکمیت کی خاطر اپنے بھائی امین کوقتل کر دیا۔

ملا مہر علی خوئی کا قصیدہ

(۱) هاعلی بشرکیف بشر　　　ربه فیه تجلی و ظهر

جان لیجئے کہ علی بشر ہیں لیکن کیسے بشر ہیں کہ قدرت خدا کے آثار ان میں جلوہ گر ہیں۔

(۲)علة الکون و لولاه لما　　　کان للعالم عین و اثر

وہ خلقت کائنات کی آخری علت ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو آج اس کائنات کا نام ونشان نہ ہوتا۔

(۳)وله ابدع ما تعقلبه　　　من عقول و نفوس و صور

اور عالم عقول ونفوس اور صور (یعنی عالم عقل ومثال ومادہ) کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اُن کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔

(۴) فلك فی فلك فیه نجوم　　　صدف فی صدف فیه درر

وہ ایسا فلک ہیں کہ جس میں خود فلک اور ستارے ہیں وہ ایک ایسا صدف ہیں کہ جس میں خود صدف اور درخشاں گوہر ہیں۔

شرکت کی اس میں کامیاب وفاتح رہے۔

(۶) اغمد السیف متی قابله　　کل من جرد سیفاً و شهر

تلوار کھینچے ہوئے تمام بہادران سے مقابلہ کے وقت (ڈر کر) تلوار نیام میں رکھ لیتے تھے۔

(۷) اسد الله اذا صال و صاح　　ابو الایتام اذا جاد و بر

حملہ اور آواز بلند کرنے کے وقت شیر خدا تھے اور دوستی و نیکی کے وقت یتیموں کے باپ تھے۔

(۸) حبه مبدء خلد و نعم　　بغضه منشاء نار و سقر

ان کی محبت جنت اور اس کی نعمتوں کا سرچشمہ ہے اور ان کی دشمنی وعداوت کا نتیجہ آتش جہنم ہے۔

(۹) هو فی الکل امام الکل　　من ابو بکرو من عمر

وہ پورے عالم میں بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے امام وپیشوا ہیں، ابوبکر وعمر کون ہوتے ہیں (جو ان کی برابری کریں)۔

(۱۰) لیس من اذنب یوماً بامام　　کیف من اشرک دهراً وکفر

جو ایک دن بھی گناہ کرے وہ امام نہیں ہوسکتا تو پھر وہ کس طرح امام ہوسکتا ہے جس نے اپنی عمر کا کافی حصہ شرک اور کفر میں گزارا۔

(۱۱) کل من مات و لم یعرفه　　موته موت حمار و بقر

جو ان کی معرفت کے بغیر مرگیا اس کی موت گدھے اور بیل (یعنی جانور) کی موت ہے (یہ شعر اس حدیث "مَن مَاتَ وَ لَم یَعرِفُ اِمامَ زَمانِهٖ مَاتَ مِیتَةً جَاهِلِیَّةً" کی طرف اشارہ ہے)

(۱۲) حصمه ابغضه الله و لو　　حمد الله و اثنیٰ و شکر

ان سے دشمن رکھنے والے پر خدا غضبناک ہوتا ہے اگر چہ وہ خدا کی حمد وثنا اور اس کا شکر ادا کرتا ہو۔

(۱۳) [illegible]

[illegible]

گانا بجانے والا اور فسق فجور میں مرتکب ہو (البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوستی کی خاطر انسان ہر گناہ کا مرتکب ہو جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے اس طرح کا گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لی ہے اور وہ محبِّ علی علیہ السلام ہے تو خدا اس کی توبہ قبول کر لے گا)

(۱۴) من له صاحبه کالزهراء — او سلیل کشبیر و شبر

علی علیہ السلام کے سوا کون ہے جن کی زوجہ حضرت فاطمہ زہرا کے مثل یا اس کے فرزند حسنینؑ جیسے ہوں؟

(۱۵) عنه دیوان علوم و حکم — فیه طومار عظات و عبر

علم و حکمت کے دیوان آنجنابؑ سے ہیں اور وعظ و نصیحت کے طومار (بھی) آنجنابؑ کے پاس ہیں۔

(۱۶) بوتراب و کنوز العالم — عند ہ نحو سفال و مدر

آنجناب خاک نشین تھے حالانکہ کائنات کے خزانے ان کے لئے حقیر و بے اہمیت شئے اور مٹی کے ڈھیلوں کے مثل تھے۔

(۱۷) وهو النور و اما الشرکاء — کظلام و دخان و شرر

وہ خالص نور تھے البتہ خلافت کے شریک تاریکی، اندھیرے اور چنگاری کی طرح تھے۔

(۱۸) ایها الخصم تذکر سنداً — متنه صح بنص و خبر

اے علی علیہ السلام کی امامت کے مخالفو اس روایت (غدیر خم) کو یاد کرو کہ جس کا متن تمہاری روایتوں کے مطابق صحیح ہے۔

(۱۹) اذ اتیٰ احمد فی خم غدیر — بعلی و علی الرجل نبر

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام [illegible]

[illegible]

فرمایا: جس کا میں مولاہ ہوں اس کے علی علیہ السلام مولا اور پناہ گاہ ہیں۔

(۲۱) قبل تعیین و صی و وزیر هل تریٰ فات نبی و هجر

کیا تم نے کسی نبی کو دیکھا ہے کہ وہ اپنا جانشین معین کرنے سے پہلے دنیا سے چل بسا ہو یا ہجرت کی ہو؟

(۲۲) من اتیٰ فیه نصوص بخصوص هل باجماع عوام ینکر

جس کی شان میں خصوصی نصوص و روایات موجود ہوں کیا عوام الناس کا اجماع اس کا انکار کر سکتا ہے؟

(۲۳) آیة الله وهل یجهد من خصه الله بای و سور؟

علی علیہ السلام خدا کی عظیم نشانی ہیں کیا اس شخص کا انکار کیا جا سکتا ہے جس کے لئے خدا نے آیتیں اور سورتیں مخصوص کئے ہوں؟

(۲۴) وُدُّہ اوجب ما فی القران اوجب الله علینا و امر

علی علیہ السلام کی دوستی ایک ایسا واجب ترین امر ہے جس کا حکم قرآن مجید میں نازل ہوا اور جسے خدا نے ہم پر واجب قرار دیا ہے۔

(۲۵) مدعی حب علی و عداہ مثل من انکر حقاً و اقر

جو شخص حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے مخالفین کی دوستی کا ادعا کرتا ہے وہ اس شخص کے مانند ہے جو حق کا انکار بھی کرتا ہے اور اقرار بھی کرتا ہے[۱]

مؤلف:

رحمت بر آنان کہ از علی گفتن | از غصہ ھای ناگفتنی او گفتن

درودوسلام ان حضرات پر جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وامامت کے سلسلہ میں عمدہ قصیدے بیان کئے، ملامہر علی خوئی نے اس قصیدہ کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وامامت کی حقیقت بیان کی کہ انشاء اللہ بارگاہ خدا میں ماجور اور مستحق ثواب قرار پائیں گے اور مولا کا لطف وکرم آپ کے شامل حال ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام کی وصایت اور شہرت

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور شہرت پر نص کے ذریعہ جو چیز دلالت کرتی ہے اسے بعض مؤرخین اور صاحبان علم ودانش نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے منجملہ ابوالفرج اصفہانی کتاب ''الاغانی جلد ۷، ص ۲۵۳'' پر اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوسلیمان الناجی نے روایت بیان کی اور کہا:

ایک دن مہدی عباسی بیٹھے ہوئے قریش کو درہم وغیرہ ہدیہ دے رہے تھے، انہوں نے بنی ہاشم سے شروع کیا اس کے بعد تمام قریش کو۔

اسی وقت اسماعیل حمیری نے آ کر ربیع حاجب کو ایک خط دیا، جس پر مہر لگی ہوئی تھی اور کہا:

اس خط میں امیر کے لئے وعظ ونصیحت ہے لہذا ان تک پہنچا دیجئے، اس نے خط لے کر امیر کی خدمت میں پیش کر دیا، اس خط میں یہ اشعار مرقوم تھے:

قل لابن عباس سمی محمد   لا تعطینَّ بنی عدی درهماً
اجرم بنی تیم بنی مرّة انهم   شر البریة آخرا و مقدماً
ان تعطیهم لا یشکروا لك نعمةً   و یکافئوك بان تذم و تشمتا
و ان ائتمنتهم او استعملتهم   خانوك واتخذوا خراجك مغنماً

لوگ واپس چلے گئے، سید حمیری داخل ہوئے، مہدی عباسی نے جیسے ہی انہیں دیکھا مسکرا کر کہنے لگے: ہم نے آپ کی نصیحت کو قبول کیا اور بنی امیہ کو کچھ نہیں دیا۔[1]

مؤلف: خلاصہ یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی وصایت کا مسئلہ بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم میں مشہور تھا اور مسلمانوں کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کی وصایت اور شہرت پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ مامون کا مناظرہ ہے جسے مورخین نے نقل کیا ہے کہ مامون نے اہل سنت وشیعہ کے چالیس علماء وفقہاء کو جمع کیا اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے متعلق گفتگو شروع کی اور ان کے سامنے ثابت کیا کہ حضرت علیؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور جانشین ہیں۔[1]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی حضرت علی علیہ السلام کے تیرہ (۱۳) صفات

"حَدّثنَا اَبی قَالَ : حَدّثنَا عبد اللّٰہِ بن الحسن المؤدب قالَ حَدّثُنا احمد بن علی اصبَہانی عن ابراھیم بن محمد الثقفی قال حدّثنا جعفر بن الحسن بن عبد الله بن موسی العبسی عن محمد بن علی السلمی عن عبد الله بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبد الله الانصاری قالَ لقد سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان فی علیؑ خصالاً لو کان واحدة منها فی جمیع النّاس لا کتفوا بها فضلا "

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں چند صفتیں ایسی سنیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک سب لوگوں میں ہوتی تو ان کی فضیلت کے لئے کافی تھا: (۱) قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ کُنتُ مَولاہُ فَهٰذا عَلِیٌّ مَولاہُ

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی علیہ السلام مولا ہیں۔

---

[1] طرائف ابن طاؤس، ص ۸۰، چاپ انتشارات دفتر نوید اسلام۔

(۲) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علي مني كهارون من موسى.

(۲) علی علیہ السلام کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

(۳) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: علی منی و انا منه۔

(۳) علی علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں علی علیہ السلام سے ہوں۔

(۴) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: علی منی کنفسی طاعته طاعتی و معصیته معصیتی.

(۴) علی علیہ السلام خود میری طرح ہیں ان کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔

(۵) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حرب علی حرب الله و سلم علی سلم الله.

(۵) علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنا خدا کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور علی علیہ السلام کے ساتھ صلح کرنا خدا کے ساتھ صلح کرنا ہے۔

(٦) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ولی علی ولی الله و عدوعلی عدو الله.

(٦) علی علیہ السلام کا دوست خدا کا دوست اور علی علیہ السلام کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔

(۷) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی حجة الله و خلیفته علی عباده.

(۷) علی علیہ السلام حجت خدا اور بندوں پر خلیفہ ہیں۔

(۸) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حب علی ایمان و بغضه کفر.

(۸) علی علیہ السلام سے محبت ایمان اور علی علیہ السلام سے دشمنی کفر ہے۔

(۹) و قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حزب علی حزب الله و حزب اعدائه حزب الشیطان

(۹) علی علیہ السلام کا لشکر خدا کا لشکر ہے اور علی علیہ السلام کے دشمن کا لشکر شیطان کا لشکر ہے۔

(۱۰) و قوله صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: علی مع الحق و الحق معه لا يفترقان حتی يردا علیّ الحوض

(۱۰) علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے، دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

(۱۱) و قوله صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: علی قسيم الجنة و النار

(۱۱) علی علیہ السلام جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

(۱۲) و قوله صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: من فارق عليا فقد فارقنی و من فارقنی فقد فارق الله عز و جل

(۱۲) جو علی علیہ السلام سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا اور جو مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہوا۔

(۱۳) و قوله صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: شيعة علی هم الفائزون يوم القيامة

(۱۳) علی علیہ السلام کے شیعہ قیامت میں کامیاب ہیں۔[1]

حضرت علیؑ اور اہل یمن کو اسلام کی دعوت

حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں سے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے ایک یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے خالد بن ولید کو یمن بھیجا تاکہ وہاں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں، نیز چند مسلمانوں میں سے کچھ افراد خالد کے ساتھ بھیجے کہ جس میں سے ایک براء ابن عازب تھے، خالد نے یمن جا کر چھ مہینے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی لیکن کسی ایک نے بھی ان کی پیروی نہیں کی اور ان کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

اس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کافی رنجیدہ خاطر ہوئے، آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر فرمایا: آپ تبلیغ کے لئے یمن چلے جائیں اور خالد اور ان کے ساتھیوں کو واپس کر دیں، نیز حضرت علی علیہ السلام سے

[1] خصال صدوق، ج ۲، ص ۲۶۹، حدیث ۳۔

فرمایا: اگر خالد کے ساتھیوں میں سے کوئی تمہارے ساتھ رہنا چاہے تو منع مت کرنا، براء بن عاذب (جو خالد کے ساتھ یمن میں تھے) کہتے ہیں: میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ یمن میں رک گیا اور میں نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہنے کو خالد کے ساتھ جانے پر ترجیح دی، خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس چلے گئے، میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اہل یمن کے پاس اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے جاتا تھا، جب لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کے آنے کی خبر پہنچی تو لوگ ہمارے پاس جمع ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ہمارے ساتھ نماز صبح پڑھی، اس کے بعد کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا کی، اس کے بعد وہ خط جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل یمن کے نام لکھا تھا پڑھ کر سنایا اور اس کے بعد اسلام کی طرف دعوت دی، قبیلہ ہمدان کے سبھی افراد نے اسی دن اسلام قبول کر لیا، حضرت علی علیہ السلام نے قبیلہ ہمدان کے اسلام قبول کرنے کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تحریر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کا خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور فوراً سجدۂ شکر ادا کیا، اس کے بعد فرمایا: قبیلہ ہمدان کے لوگ سلامت رہیں، قبیلہ ہمدان کے بعد اور دیگر لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

شیخ مفید فرماتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کے لئے یہ بھی ایک جداگانہ فضیلت ہے کہ اس طرح کی فضیلت کسی دوسرے صحابی کو نصیب نہیں ہوئی، کیوں کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالد کے کارنامے سے آگاہ ہوئے تو اس وقت تباہی و بربادی کا خوف تھا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اس کا جبران کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں تھا، لہٰذا اسی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا انتخاب کیا اور انہوں نے اس کام کو بہترین طریقہ سے انجام دیا اور خدا کی مدد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق کامیابی کے ساتھ کام کو انجام تک پہنچایا اور اس طرح آپ کی سعی وکوشش اور دور اندیشی سے بہت سے گمراہ افراد ہدایت پا گئے اور اسلام کے گرویدہ ہو گئے، جس کے نتیجہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے مطابق اسلام کی عمارت استوار ہوئی، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ انسان کا کردار جتنا زیادہ فائدہ مند ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ بلند

مرتبہ پر فائز ہوگا، اسی طرح انسان کا کردار جتنا پست ہوگا خدا کی نافرمانی و معصیت اتنی ہی بڑھے گی، یہی وجہ ہے کہ انبیاء الٰہی کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیوں کہ ان کی دعوت سے جتنا فائدہ حاصل ہوا اتنا دوسرے لوگوں سے حاصل نہیں ہوا۔[1]

حضرت علیؑ اور اہل یمن کی قضاوت

جس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل یمن کے فیصلوں کو حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا اور انہیں یمن کے لئے روانہ کرنا چاہا تا کہ آنجناب وہاں جا کر لوگوں کو احکام دین سکھائیں اور حلال و حرام بیان کریں اور ان میں قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کریں تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا:

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے مجھے اہل یمن کا فیصلہ کرنے کے لئے منتخب فرمایا ہے حالانکہ میں جوان ہوں اور اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرے نزدیک آئیے، حضرت علی علیہ السلام نزدیک گئے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: خدایا! علی علیہ السلام کے دل کی راہنمائی اور زبان کو ثابت فرما۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اس واقعہ کے بعد (کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی) دو آدمیوں کے بیچ کسی بھی طرح کا فیصلہ کرتے وقت مجھے کبھی شک و تردد نہیں ہوا۔

حضرت علی علیہ السلام کی قضاوت

حضرت علی علیہ السلام نے جو یمن میں فیصلے کئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگوں نے شیر کا شکار کرنے کے لئے گڑھا کھودا اور اس میں شیر گر پڑا، لوگ اس شیر کو دیکھنے کے لئے گڑھے کے پاس آئے، ان میں سے ایک آدمی کا وہاں پیر پھسل گیا، گڑھے میں گرنے سے بچنے کے

[1] ارشاد مفید، باب ۲، فصل ۱۵، ص ۵۵ و ۵۴، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

لئے اس نے دوسرے کو پکڑ لیا، دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا، اس طرح چاروں آدمی گڑھے میں گر گئے، شیر نے حملہ کر کے ان چاروں آدمیوں کو پھاڑ ڈالا جس کے نتیجہ میں وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے، آپ ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پہلا آدمی شیر کا لقمہ ہے اور ایک سوم دیت (دوسرے کے خون کا پیسہ) اس کے ذمہ ہے، جو کہ اس کے مال میں سے اس کے ورثہ سے لے کر دوسرے کے ورثہ کو دیا جائے گا اور دوسرے کے ورثہ تیسرے کے ورثہ کو دو سوم دیں گے اور تیسرے کے ورثہ چوتھے کی پوری دیت اس کے ورثہ کو دیں گے۔

جب اس فیصلہ کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ابوالحسن نے ان کے بیچ وہی فیصلہ کیا ہے جو خدا نے کیا ہے۔[1]

مؤلف: ہوسکتا ہے کہ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہو جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کو یمن سے بلا کر حضرت علی علیہ السلام کو وہاں بھیجا تھا، اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے خالد کو بھیجا تو اس میں بھی ایک حکمت و مصلحت تھی، اس لئے کہ خالد بن ولید ان افراد میں سے ایک تھا جو حق کا دعویٰ کرتا تھا چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اسے بھیجا تا کہ وہ اپنی کمزوری کی طرف متوجہ ہو جائے اور حقیقت اس کے اور دیگر مسلمانوں کے لئے واضح ہو جائے، دوسرے یہ کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی عظمت و فضیلت اور مقام و مرتبہ سے واقف ہو جائیں، خاص کر اہل یمن اور قبیلہ ہمدان، بعد میں قبیلہ ہمدان کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ قرار پائے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل جانتے تھے، جس میں سے ایک حارث ہمدانی ہیں جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ

حدیث میں بیان ہوا ہے کہ دو افراد نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا فیصلہ کرانا چاہا،

[1] ارشاد مفید، باب ۲، فصل ۵۶، ص ۱۸۶، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

ماجرا یہ تھا کہ ایک گائے نے گدھے کو مار دیا، گدھے کے مالک نے کہا: اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار دیا ہے لہٰذا گائے کے مالک کو میرے گدھے کی قیمت دینی چاہئے یا نہیں؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کے پاس جا کر کہو کہ وہ فیصلہ کریں، دونوں آدمی ابوبکر کے پاس آئے اور پورا ماجرا بیان کیا، ابوبکر نے کہا: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟

انہوں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے آپ کے پاس بھیجا ہے، ابوبکر نے کہا: ایک جانور نے دوسرے جانور کو مار دیا، اس میں مالک پر کوئی ذمہ نہیں ہے، دونوں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ابوبکر کے فیصلہ کو بیان کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر بن خطاب کے پاس جاؤ ان سے ماجرا بیان کرو اور کہو کہ فیصلہ کریں۔

دونوں آدمی عمر بن خطاب کے پاس آئے اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، عمر نے کہا: تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کس طرح میرے پاس آئے ہو؟

انہوں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے آپ کے پاس بھیجا ہے، عمر نے کہا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں ابوبکر کے پاس کیوں نہیں بھیجا، انہوں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں بھی بھیجا تھا اور ہم گئے بھی تھے۔

عمر نے کہا: ابوبکر نے کیا کہا ہے؟ ابوبکر نے جو فیصلہ کیا تھا وہ بیان کر دیا، عمر نے کہا: ابوبکر نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے علاوہ میرا کوئی فیصلہ نہیں۔

وہ لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور پورا ماجرا بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ تمہارا فیصلہ کریں گے۔

وہ دونوں حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور پورا قصہ بیان کیا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر گائے نے گدھے کے اصطبل میں جا کر اسے مارا ہے تو گائے کے مالک کو چاہئے کہ اس کی قیمت گدھے کے مالک کو دے اور اگر گدھا گائے کی جگہ اس کے پاس آیا ہے اور وہاں گائے نے اسے مار دیا

تو گائے کے مالک پر کچھ نہیں ہے۔

اس کے بعد وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آئے اور حضرت علی علیہ السلام کے فیصلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے تمہارے بیچ خدا کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا ہے، اس کے بعد فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے درمیان اس شخص کو قرار دیا جو جناب داؤد کی طرح فیصلہ کرتا ہے۔

بعض اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہ فیصلہ یمن میں کیا تھا اور بعض ہماری طرح کہتے ہیں کہ مدینہ میں کیا تھا[1]

حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ شراب خور کے بارے میں

فریقین (شیعہ واہل سنت) کے راویوں نے روایت بیان کی ہے کہ ایک شراب خور آدمی کو ابوبکر کے پاس لایا گیا، جیسے ہی ابوبکر نے چاہا کہ اس پر حد شرعی جاری کریں تو اس شخص نے کہا: مجھے شراب پیتے وقت معلوم نہیں تھا کہ شراب پینا حرام ہے، کیوں کہ میں ان لوگوں کے درمیان زندگی بسر کرتا ہوں جو اسے حلال جانتے ہیں اور میں ابھی تک اس کے حرام ہونے کے بارے میں نہیں جانتا۔

ابوبکر یہ سن کر بڑے حیرت زدہ ہوئے کہ کیا کیا جائے، بعض حاضرین مجلس نے کہا کہ اس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے فیصلہ معلوم کیا جائے، لہذا ایک شخص کو فیصلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں سے دو قابل اعتماد واطمینان افراد اسے مہاجر وانصار کے بیچ لے جائیں اور انہیں قسم دے کر پوچھیں کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے، جس نے اس کے سامنے شراب حرام ہونے کے بارے میں آیت کی تلاوت کی ہو، یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی شراب کے حرام ہونے کو اس سے بیان کیا ہو۔

---

[1] ارشاد مفید، ج۱، باب ۲، فصل ۵۷، ص ۱۸۸، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

اگر مہاجر و انصار میں سے دو آدمی گواہی دے دیں کہ ہم نے شراب حرام کے سلسلہ میں اس کے سامنے تلاوت کی ہے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی شراب کے حرام ہونے کو اس کے سامنے بیان کیا ہے تو اس پر شراب خوری کی حد جاری کی جائے اور اگر کوئی گواہی نہ دے تو اس سے توبہ کرائی جائے (کہ دوبارہ شراب نہ پیئے) اور چھوڑ دیا جائے۔

ابوبکر نے ایسا ہی کیا اور کسی آدمی نے بھی گواہی نہیں دی کہ اس کے سامنے شراب کے حرام ہونے سے متعلق آیت کی تلاوت کی ہے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اس سے بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ابوبکر نے اسے توبہ کرا کر چھوڑ دیا اور اس فیصلہ میں علی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی۔[1]

حضرت علی علیہ السلام اور آیت ''و فاکھۃ و ابا'' کی تفسیر

روایت کی گئی ہے کہ لوگوں نے ابوبکر سے آیت ''و فاکھۃ و ابا''[2] کے بارے میں پوچھا کہ ''فاکھۃ'' کے معنی تو معلوم ہیں کہ میوہ کے ہیں لیکن ''اب'' کے معنی معلوم نہیں ہیں لہذا آپ بتایئے ابوبکر نے کہا: کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہو اور کون سی زمین مجھے پناہ دے، یا میں کیا کروں اگر کتاب خدا کے بارے میں وہ بات کہوں جس کے بارے میں نہیں جانتا (یعنی میں جس چیز کے بارے میں نہیں جانتا کچھ نہیں کہوں گا)

البتہ ''فاکھۃ'' کے بارے میں تو جانتے ہیں کہ کیا ہے، رہی بات ''اب'' کی تو خدا بہتر جانتا ہے، یہ بات حضرت علی علیہ السلام تک پہنچی، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ کیا اسے نہیں معلوم کہ ''اب'' گھاس اور چراگاہ ہے اور یہ آیت ''فاکھۃ و ابا'' خداوند عالم کی نعمت شمار کرنے کے بارے میں ہے کہ اس کے وسیلہ سے بندوں کو کھانا دیتا ہے اور اس گھاس کو ان کے اور چار پایوں (جانوروں) کے لئے پیدا کیا ہے

---

[1] ارشاد مفید، ج ۱، باب ۲، فصل ۵۸، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

[2] سورہ عبس، آیت: ۳۱۔

یہ ایک ایسی شئے ہے کہ جوان کی زندگی کے لئے ضروری ہے اوران کے بدن اس گھاس کے ذریعہ زندہ رہتے ہیں ۔[1]

ابوبکر کا کم علم ہونا یقینی ہے، کیوں کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو اہل مکہ کے سامنے سورۂ برات کی تلاوت کرنے کے لئے منتخب فرمایا تا کہ آپ مشرکین مکہ کے سامنے اس سورہ کہ تلاوت فرماکر اس عہد و پیمان کو توڑ دیں جو انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باندھا تھا اور ابوبکر یہ پیغام لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے تو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ جناب جبرئیلؑ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا:

" اِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامُ وَ يَقُولُ لَكَ : لَا يُؤَدِّي عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِنْكَ "

خداوند عالم آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: اس طرح کا پیغام یا صرف آپ پہنچائیں گے یا جو شخص آپ سے ہو وہ پہنچا سکتا ہے، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: میرے اونٹ پر سوار ہو جائیے اور ابوبکر کے پاس جاکر ان سے سورۂ برات لے لیجئے اور مکہ جاکر اس (سورہ) کے ذریعہ مشرکین مکہ کے عہد و پیمان کو توڑ دیجئے۔

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اعلم اور افضل و برتر تھے نیز ان کا نفس، رسول کے نفس سے تھا اور ابوبکر سول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں تھے۔

لفظ "کلالہ" کی تفسیر اور ابوبکر کی عاجزی

ابوبکر سے پوچھا گیا کہ لفظ "کلالہ" سے مراد کیا؟

ابوبکر نے کہا: میں اس کے معنی اپنی عقل وفہم کے مطابق بتاؤں گا، اگر صحیح بتاؤں تو سمجھنا کہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط بتاؤں تو سمجھنا کہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے، اس کے بعد جو

[1] ارشاد مفید، ج ۱، باب ۲، فصل ۵۸، انتشارات علمیہ اسلامیہ قم۔

جواب دیا وہ کتاب ''الغدیر'' میں ذکر ہے[1]

جس وقت اس ماجرا کی خبر حضرت علی علیہ السلام کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اس بارے میں انہیں اپنی طرف سے نظریہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ'' کلالہ'' پدری اور مادری بھائی بہنوں کو کہتے ہیں، یا تنہا پدری کو یا تنہا مادری کو۔

خداوند عالم فرماتا ہے: اے پیغمبر! لوگ تم سے فتوی پوچھتے ہیں، تو ان سے کہہ دیجئے کہ'' کلالہ'' کے بارے میں خدا فرماتا ہے: اگر کوئی مرد مر جائے اور اس کے کوئی فرزند نہ ہو اور اس کی کوئی بہن ہو تو جو مال چھوڑا ہے اس میں سے نصف حصہ اس کی بہن کا ہے[2]

اور اگر میراث لینے والا بھائی ہو کہ کلالہ (بہن بھائی) اس سے میراث پائیں گے یا ایسی عورت ہو کہ اس کے بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں۔[3] [4]

حضرت علی علیہ السلام اور ''حمله و فصاله ثلاثون شهراً'' کی تفسیر

یونس سے بحوالہ حسن روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ایک عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے چھ ماہ کا بچہ جنا تھا، عمر اسے سنگسار کرنا چاہتا تھا، حضرت علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اگر یہ عورت کتاب خدا کے ذریعہ تجھ سے دلیل و برہان مانگے تو تجھ پر غالب آجائے گی (اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ بچہ شوہر کا ہو اور اس نے زنا نہ کیا ہو چوں کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ چھ مہینہ کا بچہ پیدا ہو سکتا ہے) خداوند عالم

---

[1] الغدیر، ج ۷، ص ۱۰۴۔

[2] سورہ نساء، آیت: ۱۷۶۔

[3] سورہ نساء، آیت: ۱۲۔

[4] ارشاد مفید، ج ۱، باب ۲، فصل ۵۸، انتشارات علمیہ اسلامیہ تہران۔

فرماتا ہے:" حَمْلُهُ وَ فِصَالُهُ ثَلاثُونَ شَهراً " حمل اور دودھ چھوڑانے کی مدت تیس مہینے ہیں۔[۱]

نیز خداوند عالم فرماتا ہے:

" وَالْوالِداتُ يُرضِعْنَ اَولادَهُنَّ حَولَينِ كامِلَيْنِ لِمَنْ اَرادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضاعَةَ "[۲]

جو مائیں چاہتی ہیں کہ دودھ پلانے کی مدت پوری کریں تو انہیں چاہئے کہ اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔

اب اگر عورت اپنے بچہ کو پورے دو سال دودھ پلائے تو حمل اور دودھ چھوڑانے کے تمیں مہینے ہوتے ہیں (جس کے نتیجہ میں) حمل کی مدت چھ مہینہ ہوتی ہے، یہ سنکر عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس حکم کو اسلام میں مقرر کر دیا اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد آنے والوں نے دور حاضر تک اسی حکم پر عمل کیا ہے۔[۳]

حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ اور ایک شوہر کا غلام ہونا

روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص کی ایک کنیز تھی، اس شخص کے اس کنیز سے بچہ ہوا، اس کے بعد اس شخص نے کنیز سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے غلام سے اس کا عقد کر دیا، کچھ عرصہ بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا اور وہ کنیز اس فرزند کی وجہ سے جو اس شخص سے تھا آزاد ہو گئی اور وہ غلام جو اس کنیز کا شوہر تھا میراث کی بنا پر اس فرزند کے پاس پہنچ گیا۔

کچھ عرصہ بعد اس فرزند کا بھی انتقال ہو گیا اور اس عورت نے اپنے فرزند کی میراث میں اپنے شوہر کو لے لیا (اس طرح اس کا شوہر اس کا غلام ہو گیا اور اس سے ہمبستری نہیں کر سکتا تھا وہ غلام

---

[۱] سورہ احقاف، آیت: ۱۵۔

[۲] سورہ بقرہ، آیت: ۲۳۳۔

[۳] ارشاد مفید، ج ۱، باب ۲، فصل ۵۹، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

کہہ رہا تھا کہ یہ میری بیوی ہے) فیصلہ کے لئے یہ اختلاف عثمان سے بیان کیا گیا، عورت نے کہا: یہ مرد میرا غلام ہے، اس مرد نے کہا: یہ عورت میری بیوی ہے میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔

عثمان نے کہا: بہت مشکل مسئلہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس مجلس میں تشریف فرما تھے، آپ نے اس عورت سے پوچھا: جس وقت سے یہ مرد میراث میں تمہارے پاس آیا ہے کیا اس کے بعد اس مرد نے تمہارے ساتھ ہمبستری کی ہے؟

عورت نے کہا: نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے ایسا کام کیا ہے تو میں اسے سزا دیتا (اور اس عورت سے فرمایا:) جاؤ یہ مرد تمہارا غلام ہے، اسے کسی طرح کا بھی تمہارے اوپر کوئی حق وتسلط اور اختیار نہیں ہے، اگر چاہتی ہو تو اسے غلامی میں رکھ لو، یا چاہو تو اسے آزاد کر دو، یا اسے بیچ دو کہ یہ تمہارا ہے۔[1]

حضرت علی علیہ السلام کا اس بچہ کے بارے میں فیصلہ جس کے دو بدن و دو سر تھے

حضرت علی علیہ السلام کے فیصلوں میں سے ایک یہ ہے کہ: عثمان کے ختم ہونے کے بعد جب لوگوں نے آپ کی بیعت کی تو اس وقت ایک عورت نے اپنے شوہر کے یہاں بچہ جنا، اس بچہ کی کمر سے لے کر اوپر تک دو بدن اور دو سر تھے، لہٰذا اہل خانہ نہیں جانتے تھے کہ یہ بچہ ایک شمار ہوگا یا دو، لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آکر اس کے بارے میں سوال کیا تا کہ اس کا حکم معلوم ہو جائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ سوئے تو ایک کو اٹھا کر دیکھو، اگر دونوں ایک ساتھ بیدار ہوں تو سمجھو کہ ایک ہے اور اگر ایک بیدار ہو اور دوسرا بیدار نہ ہو تو سمجھو کہ دو ہیں اور وہ حق میراث میں دو شمار ہوں گے۔

---

[1] ارشاد مفید، ج۱، باب ۲، فصل ۶۱، ص ۲۰۳، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

حضرت علی علیہ السلام کا دو صنف آدمی کے بارے میں فیصلہ

اصبغ بن نباتہ سے ایک حدیث ہے کہ: شریح کی قضاوت کے زمانہ میں ایک شخص نے اس کے پاس آکر کہا:

اے ابا امیہ! مجھے آپ سے ایک خاص کام ہے، لہٰذا حکم صادر فرمایئے کہ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔

شریح نے حکم دیا، جو لوگ اس کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے وہ چلے گئے اور ایک دو خاص افراد کے علاوہ کوئی نہیں رہا۔

شریح نے اس سے کہا: بیان کرو کیا بات ہے۔

اس شخص نے کہا: اے ابا امیہ! میرے جسم میں مرد کا بھی عضو ہے اور عورت کا بھی عضو ہے، لہٰذا آپ میرے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ میں مرد ہوں یا عورت؟

شریح نے کہا: میں نے اس بارے میں حضرت علیؑ کا ایک فیصلہ سنا ہے جو تم سے بیان کرتا ہوں مجھے یہ بتاؤ کہ پیشاب کون سے حصہ سے آتا ہے؟

اس شخص نے کہا: دونوں حصہ سے آتا ہے۔

شریح نے کہا: کون سے حصہ سے بند ہوتا ہے؟

اس شخص نے کہا: دونوں سے ایک ساتھ بند ہوتا ہے۔

یہ سنکر شریح حیرت زدہ ہو گئے۔

اس شخص نے کہا: میں آپ کو اس سے بھی عجیب وغریب بات سناؤں؟

شریح نے کہا: سناؤ۔

اس نے کہا: میرے باپ نے مجھے عورت سمجھ کر ایک آدمی سے میری شادی کر دی، اس مرد سے میرے حمل ٹھہر گیا، (بعد میں معلوم ہوا کہ حمل ٹھہرنا بے بنیاد تھا) میں نے خدمت کے لئے ایک

کنیز خریدی اور اس کے ساتھ ہمبستری کی جس سے اس کے حمل ٹھہر گیا، شریح نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا: یہ تو بڑی عجیب بات ہے، یہ خبر حضرت علی علیہ السلام تک پہنچنی چاہیے کیوں کہ میں اپنے علم کے مطابق اس کا فیصلہ نہیں کرسکتا، یہ کہہ کر شریح اٹھ کھڑے ہوئے اور چند لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے پاس پہنچے اور پورا قصہ بیان کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس شخص کو طلب فرمایا اور شریح نے جو اس کے بارے میں بیان کیا تھا خود اس سے پوچھا، اس نے قبول کیا کہ ہاں انہوں نے بجا فرمایا ہے۔

آنجناب نے فرمایا: تمہارا شوہر کون ہے؟

اس نے کہا: فلاں شخص، جو اس وقت شہر کوفہ میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس کے شوہر کو بلوایا اور جو اس نے بتایا تھا اس کے بارے میں اس سے پوچھا، اس شخص نے کہا: اس نے سچ کہا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس سے کہا: تم نے ایسا کام کیا ہے جیسا ایک شکار کرنے والا شیر بے باک ہو، اس کے بعد قنبر کو بلا کر کہا: اسے ایک کمرہ میں لے جاؤ اور چار عادل عورتیں اس کے ساتھ بھیجو، ان سے کہو کہ اسے برہنہ کر کے اس کی شرمگاہ کو ڈھانپیں اور اس کی پسلی شمار کریں۔

اس کے شوہر نے کہا: میں اس کے مرد عورت ہونے سے خوش نہیں ہوں۔

آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اسے شلوار پہنا کر ایک کمرہ میں تنہا چھوڑ دیا جائے، اس کے بعد آنجناب علیہ السلام کمرہ میں داخل ہوئے اور اس کی پسلیوں کو شمار کیا، بائیں طرف سات اور دائیں طرف آٹھ تھیں۔

آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: یہ مرد ہے، آپ نے حکم دیا کہ اس کے سر کے بال چھوٹے کئے جائیں اور اسے ٹوپی پہنائی جائے اور نعلین پہنا کر ردا اڑھائی جائے، چنانچہ آپ نے اسے اس کے شوہر سے جدا کیا اور مردوں میں شامل کر دیا۔

بعض لوگ اس طرح نقل کرتے ہیں: جب اس شخص نے اپنے بارے میں بتایا کہ میرے جسم

میں مرد وعورت دونوں کا عضو ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے دو عادل مردوں کو حکم دیا کہ اسے خالی کمرہ میں لے جائیں اور حکم دیا کہ ان دو آدمیوں کے پاس گواہ جائے۔

نیز آپ نے حکم دیا کہ دیوار میں دو آئینہ آویزاں کئے جائیں، ان میں سے ایک آئینہ اس کی شرمگاہ کے سامنے کیا جائے اور دوسرا آئینہ پہلے آئینہ کے سامنے کیا جائے اور حکم دیا کہ وہ اپنی شرمگاہ کو آئینہ کے سامنے برہنہ کرے اس طرح کے وہ دو عادل آدمی اس کی اصلی شرمگاہ نہ دیکھ سکیں اور انہیں حکم دیا کہ آئینہ کے سامنے نگاہ کریں، اس کے بعد جب معلوم ہو گیا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے تو اس وقت اس کی پسلیوں کو شمار کیا اور پھر اسے مردوں میں شامل کر دیا۔

پھر آنجناب علیہ السلام نے اس کے حاملہ ہونے کو اہمیت نہیں دی اور اس سے کنیز کے حاملہ ہونے کو صحیح سمجھا اور اس فرزند کو اس سے ملحق کر دیا۔[1]

مؤلف: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے بلا وجہ تمام سفارشیں نہیں کیں اور ان کا دنیا کے سب مسلمانوں کا سید و آقا ہونے کی حیثیت سے تعارف کرایا، اہل سنت کی کتابوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" عَلِيٌّ اَمِيرُ الْمُؤمِنِينَ وَ سَيِّدُ الْمُرسَلِيْنَ "

علی مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے سید و آقا ہیں۔[2]

حضرت علی علیہ السلام اور یہودی عالم

حدیث میں بیان ہوا ہے کہ کچھ یہودی علماء ابوبکر کے پاس آئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اس امت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہیں؟

۱۔ ارشاد مفید، ج۱، باب۲، فصل۶۲، ص۲۰۵، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

۲۔ کفایۃ الطالب، ص۱۶۸ علامہ گنجی شافعی وفرائد السمطین، علامہ حموینی شافعی ج۱/۱۴۹ و ینابیع المودۃ، ص۱۲۹، ۱۸ علامہ سلیمان قندوزی حنفی۔

ابوبکر نے کہا: ہاں۔

یہودی نے کہا: ہم نے کتاب توریت میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انبیاء کے جانشین ان کی امتوں میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں، لہٰذا آپ مجھے یہ بتائیے کہ خدا کہاں رہتا ہے؟ آیا خدا آسمان میں ہے یا زمین میں؟

ابوبکر نے کہا: خداوند عالم آسمان میں عرش اعلی پر ہے۔

یہودی نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ زمین وجود خدا سے خالی ہے؟ اور آپ کے کہنے کے مطابق بعض جگہ ہے اور بعض جگہ نہیں ہے۔

ابوبکر نے کہا: اس طرح تو کافر و زندیق کہتے ہیں، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ ورنہ قتل کر دوں گا، یہ سن کر یہودی کو بہت تعجب ہوا اور وہ دور ہو گیا، نیز اس نے دین اسلام کے ساتھ مسخرہ پن کیا، اس کے بعد اس کی ملاقات حضرت علی علیہ السلام سے ہوئی، آپ نے فرمایا: اے یہودی! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے کیا سوال کیا تھا اور کیا تمہیں اس کا جواب ملا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ خداوند عالم ہر جگہ کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کے لئے کوئی جگہ نہیں اور وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ کسی مکان میں آئے اور وہ ہر جگہ ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی خاص جگہ پر رہتا ہو بلکہ جو شئے بھی وجود میں ہے اس کا علم اسے اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے اور کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو اس کی تدبیر سے باہر ہو اور اب میں تم کو ان باتوں سے آگاہ کرتا ہوں جو تمہاری کتاب میں ہے کہ وہ میری کہی ہوئی باتوں کے صحیح ہونے کی گواہ بنیں گی اور اگر تم نے جان لیا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟

یہودی نے کہا: ہاں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: کیا تمہاری بعض کتابوں میں نہیں ہے کہ ایک دن جناب موسیٰ بن عمران تشریف فرما تھے کہ مشرق کی جانب سے ایک فرشتہ ان کے پاس آیا، جناب موسیٰ نے اس سے

پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

اس فرشتہ نے کہا: خداوند عالم کے پاس سے۔

اس کے بعد مغرب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا، جناب موسیٰ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

فرشتہ نے کہا: خدا کے پاس سے۔

اس کے بعد ایک اور فرشتہ ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں ساتویں آسمان سے خدا کے پاس سے آیا ہوں۔

جناب موسیٰؑ نے فرمایا: پاک ومنزہ ہے وہ خدا جس سے کوئی جگہ خالی نہیں اور وہ کسی جگہ بھی دوسری جگہ سے نزدیک نہیں۔

یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر کی جانشینی کے لئے اس شخص سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ جو زبردستی خلافت پر مسلط ہے۔ [1]

مؤلف: یہودی عالم کے کہنے کے مطابق کہ جس نے حضرت علی علیہ السلام کو علمی معیار کی بنیاد پر ترجیح دی یہ کہا جائے گا کہ اس دعوی پر گواہ (کہ علی علیہ السلام اعلم وقت تھے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا:

"عَلِی اَعْلَمُ النَّاسِ بِاللّٰه"

جیسا کہ خود خود اہل سنت اقرار کرتے ہیں۔ [2]

خوارج کا قرآن اور سنت رسول سے جواب

روایت میں وارد ہوا ہے کہ نافع بن ارزق امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں آکر بیٹھ گئے اور آنجناب سے حلال وحرام چیزوں کے بارے میں کچھ سوال کئے۔

---

[1] ارشاد مفید، ج ۱، باب ۲، فصل ۶۲ ص ۲۰۵، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

امام علیہ السلام نے گفتگو کے دوران نافع سے کہا: خوارج سے پوچھو کہ کس بنا پر تم لوگ حضرت علی علیہ السلام سے جدا ہونے کو جائز سمجھتے ہو باوجود یہ کہ تم نے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت اور تقرب خدا کی وجہ سے ان کی نصرت و مدد میں اپنا خون بہایا ہے؟

وہ تم سے کہیں گے کہ: انہوں نے دین خدا کے سلسلہ میں قاضی قرار دیا (اور کہا کہ دونوں لشکر سے دو آدمی منتخب کئے جائیں اور وہ دونوں جو بھی حکم دیں سب اس کی پیروی کریں اور جو بھی دین کا حکم لوگوں کے اختیار میں دے، وہ امام نہیں ہوسکتا اور اس کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے) تم ان سے کہو:

یہ کام اس بات کا موجب نہیں ہے کہ تم انہیں امام نہ سمجھو اس لئے کہ خداوند عالم کہ جس نے خود دین کو بھیجا ہے، اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں اپنے بندوں میں سے دو آدمیوں کے سپرد قضاوت کی چنانچہ مرد اور عورت کے اختلاف کے بارے میں فرماتا ہے:

''فَابۡعَثُوا حَکَماً مِنۡ اَھۡلِہِ و حَکَماً مِنۡ اَھۡلِھا انۡ یُرِیدا اصۡلاحاً یُوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَھُما''(۱)

ایک آدمی مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک آدمی عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو خدا دونوں میں ملاپ کرادے گا۔

اس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بنی قریظہ اور ان کی قرارداد کے موقعہ پر سعد بن معاذ کو حکم بنایا۔ ۲

خداوند عالم نے ان کے حکم ہونے کو قبول کیا (علی علیہ السلام سے پہلے یہ کام خود خدا اور اس کا رسول انجام دے چکے تھے لوگوں کے سپرد فیصلہ کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ ان کی پیروی سے دست بردار اور انہیں چھوڑ دیا جائے جبکہ حضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں کو اس لئے حکم نہیں بنایا تھا کہ وہ اپنے

---

۱ سورنساء، آیت: ۳۵۔

۲ ارشاد مفید، ج ۱، باب ۲، فصل ۳۶، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

خواہش نفس کے مطابق فیصلہ کریں۔

کیا یہ بات تم نہیں جانتے کہ علی علیہ السلام نے ان دونوں کو اس لئے حَکَم بنایا تھا کہ قرآن مجید کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں اور قرآن مجید سے تجاوز نہ کریں نیز آپ نے شرط لگائی تھی کہ جو قرآن کے خلاف فیصلہ کرے اسے قبول نہ کرنا۔

اس وقت جب آنجناب سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے اوپر اس شخص کو حکم قرار دیا ہے جس نے آپ کے مطابق فیصلہ کیا؟

آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: میں نے کسی بندے کو حکم نہیں بنایا ہے بلکہ کتاب خدا قرآن مجید کو حَکَم بنایا ہے، لہٰذا یہ خوارج کس طرح اس شخص کے گمراہ ہونے کا حکم دیتے ہیں کہ جس نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا اور کہا: جو قرآن مجید کے مخالف ہو اسے رد کر دینا، مگر یہ کہ وہ اس دعوی کے ذریعہ بہتان باندھتے ہیں؟

نافع بن ارزق نے کہا: خدا کی قسم یہ بات ابھی تک میرے کانوں تک نہیں پہنچی تھی اور نہ ہی میرے ذہن میں آئی اور واقعا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ [1]

مؤلف: حضرت علی علیہ السلام نے قرآن مجید کو حکم قرار دیا کیوں کہ آپ نے قرآن کے مطابق عمل کرنے پر بنا رکھی تھی چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "عَلِی مَعَ الْقُرآنِ وَ الْقُرآنُ مَعَ عَلِی" علی علیہ السلام قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ [2]

حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا غصب اور اجماع کی تردید

گیارھویں ہجری کے شروع میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اسامہ بن زید کی سرداری

---

[1] ارشاد مفید، باب ۹، حدیث ۶، ص ۱۶۲، انتشارات علمیہ اسلامیہ، قم۔

[2] علامہ متقی ہندی، مؤسسہ رسالہ بیروت۔ حدیث کے حوالے اہل سنت کی کتابوں سے: مستدرک حاکم، ۳/۱۲۴، مجمع الزوائد، تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۱۷۳ و کنز العمال ۱۱/۶۰۳۔

کی طرف دعوت دی تا کہ لوگ لشکر اسامہ کے ساتھ روم کی طرف جائیں نیز آپ نے فرمایا: خدا لعنت کرے اس شخص پر جو اسامہ بن زید کے لشکر سے مخالفت کرے اور شاید آپ کا مقصد یہ تھا چوں کہ آپ کی وفات کا وقت قریب تھا لہٰذا مدینہ میں کوئی منافق نہ رہے تا کہ علی علیہ السلام کی خلافت کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہ ہو۔

البتہ بعض منافقین سمجھ گئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت بیمار ہیں، دوسرے یہ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ہم مدینہ میں نہ رہیں تو حضرت علی علیہ السلام خلیفہ بن جائیں گے لہذا انہوں نے اسامہ کے لشکر سے مخالفت کی اور اس بیچ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بنانے کے لئے جمع ہو گئے، انصار کے دو قبیلے تھے، ایک قبیلہ خزرج اور دوسرا قبیلہ اوس، حباب بن منذر بن جموح جو کہ انصار میں قبیلہ خزرج سے تھے انہوں نے مہاجرین سے کہا:

''مِنّا اَمِیر وَمِنکُم اَمِیر'' ہم میں سے بھی امیر ہوگا اور تم میں سے بھی امیر ہوگا، بعض مہاجرین نے کہا:

''نَحنُ المُهاجِرِینَ اَوَّلُ النَّاسِ اِسلاماً وَاَکرَمُهُم اِحسَاباً اَوسَطُهُم داراً وَاَحسَنُهُم وُجُوهاً وَ اَمَسُّهُم بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَورَحماً وَ اَنتُم اِخوَانُنَافِی الاِسلَامِ وَ شُرَکَائُنَافِی الدِّین، نَصَرتُم وَ اَسلَمتُم فَجَزَاکُمُ اللهُ خَیراً فَنَحنُ الاُمَرَاء وَاَنتُمُ الوُزَرَاء''

ہم مہاجرین ہیں، لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور حسب ونسب کے اعتبار سے بھی ہم صاحب عزت وکرامت ہیں اور ہمارے گھر بھی بیچ میں ہیں اور شکل وصورت کے اعتبار سے ہمارے چہرے وجیح ہیں اور ہماری رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری بھی ہے اور تم اسلام میں ہمارے بھائی اور دین میں شریک ہو، تم لوگوں نے نصرت و مدد کی اور اسلام قبول کیا، خداوند عالم تمہیں اس کا نیک اجر

دے گا پس امیر ہم میں سے اور وزیر تم میں سے ہوگا۔

بعض انصار نے سعد بن عبادہ کو جو کہ قبیلہ خزرج کا رئیس تھا بعنوان خلیفہ معین کیا، لیکن ابوالغمان جو کہ قبیلہ اوس کا رئیس تھا وہ سعد بن عبادہ کی خلافت سے راضی نہیں ہوا۔

مغیرہ بن شعبہ مجلس میں تھا، اس نے فوراً یہ خبر ابوبکر اور عمر تک پہنچا دی، ابوبکر اور عمر عبید جراح کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں داخل ہوئے اور اسی دن اس مجلس میں کافی بحث ومباحثہ کے بعد ابوبکر خلیفہ مقرر ہو گئے، سب سے پہلے ابوبکر کی عمر نے بیعت کی، اس کے بعد ابی عبید بن جراح نے، اس کے بعد قبیلہ اوس نے، اس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ ابوبکر کی خلافت پر امت نے اجماع کر لیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی عَلیٰ خَطَاءٍ''

ہمارا یہ سوال ہے کہ آخر یہ کیسا اجماع تھا کہ جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص اصحاب موجود نہیں تھے، منجملہ حضرت علی علیہ السلام، مقداد وابوذر اور سلمان وغیرہ اور نہ ہی انہوں نے اس کی خلافت کو قبول کیا۔

چنانچہ کتاب ''بحارالانوار'' میں بحوالہ ابان بن تغلب حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بارہ صحابیوں نے علانیہ طور سے ابوبکر کی خلافت کا انکار کیا، جب کہ ان بارہ میں سے چھ آدمی مہاجرین میں سے تھے اور چھ انصار میں سے تھے جن کہ اسماء اس طرح ہیں:

۱۔خالد بن سعد بن العاص ۲۔سلمان فارسی ۳۔ابوذر غفاری ۴۔مقداد بن اسود ۵۔عمار بن یاسر ۶۔بریدہ بن الخصیب اسلمی ۷۔ابوالھیثم بن تیہان ۸۔خزیمہ بن ثابت (ذی شہادتین) ۹۔سہل بن حنیف ۱۰۔عثمان بن حنیف ۱۱۔ابی بن کعب ۱۲۔ابوایوب انصاری۔

ان بارہ افراد نے ابوبکر کی خلافت کا علانیہ طور پر انکار کیا اور بنی ہاشم وزبیر بن عوام وعتبہ بن

ابی لہب اور براء بن عاذب نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی یہ سبھی حضرات حضرت علی علیہ السلام کی طرف مائل تھے۔

اس طرح سعد بن عبادہ نے جو کہ قبیلہ خزرج کا رئیس تھا قبیلہ خزرج کی ایک جماعت کے ساتھ ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور قیس بن سعد بن عبادہ نے کہا: اگر خلافت ابوبکر کا حق تھا تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کو ابوبکر اور عمر پر امیر و حاکم کیوں بنایا تھا۔

خلاصہ یہ کہ مہاجرین وانصار کے وہ بارہ آدمی چاہتے تھے کہ مسجد جا کر ابوبکر کو منبر سے اتاریں اور اس سے لڑیں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے منع کر دیا اور فرمایا: "مسجد میں جایئے اور جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے ابوبکر سے بتایئے تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے" اس کے بعد وہ بارہ آدمی بروز جمعہ وفات پیغمبر کے پانچویں دن مسجد نبی میں حاضر ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جو سنا تھا وہ ابوبکر سے نقل کیا اور اسے کافی وعظ و نصیحت کی، ابوبکر نے کہا:

"وَ لیتکُمْ وَ لَستُ بِخَیرِکُمْ اَقِیلُونی اَقِیلُونی "[1]

حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ شقشقیہ میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"فَیَاعَجَبَا بَیْنَا هُوَ یَسْتَقِیْلُهَافِی حَیَاتِهِ اِذْعَقَدَهَا لِآخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهِ"

کس قدر تعجب آور بات ہے کہ اپنی زندگی میں لوگوں سے بیعت ختم کرنے کی درخواست کی اور کہا: "اَقِیلُونِی فَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَ عَلِی فِیکُم"

اے لوگو! اپنی بیعت مجھ سے اٹھالو، مجھے خلافت سے معزول کر دو کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں حالانکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان موجود ہیں۔

البتہ جب زندگی کے چند دن رہ گئے تو وصیت کی کہ خلیفہ عمر ہوں گے، اس کے بعد حضرت علی

---

[1] منتخب التواریخ، باب ۳، ص ۱۶۷ و ۱۶۸۔

نے خطبہ شقشقیہ میں فرمایا:

ان دو غارتگر آدمیوں نے خلافت کو اونٹ کے دو تھنوں کی طرح اپنے درمیان تقسیم کرلیا، ایک ابوبکر نے لیا اور دوسرے کو عمر نے اور پینا شروع کردیا اور اونٹنی کے مالک کو اس سے محروم کردیا۔[1]

خلاصہ یہ کہ جس وقت عمر نے ابوبکر کی اس طرح کی باتیں سنیں تو غصہ میں اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور کہا:

'' اِنْزِلْ عَنَّا یا لُکَع اِذَا کُنتَ لَا تَقُومُ بِحُجَجِ الْقُرَیْش
لِمَ اَقَمْتَ نَفْسَكَ هٰذَا الْمَقَامَ وَ اللّٰه لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَخْلِعَكَ
وَ اَجْعَلُهَا فِی سَالِمٍ مَوْلَا اَبِی حُذَیْفَه ''

اے احمق! نیچے اتر اگر تو قریش کی قیادت نہیں کرسکتا تھا تو اس مقام تک کیوں آیا۔

ابوبکر منبر سے اتر کر اپنے گھر کی طرف چلے گئے اور تین دن تک مسجد میں نہیں آئے، چوتھے دن عمر بن خطاب و خالد بن ولید و معاذ بن جبل و سالم مولا ابی حذیفہ دیگر کچھ افراد کے ساتھ برہنہ تلوار لئے ہوئے ابوبکر کے گھر آئے اور انہیں مسجد لے گئے اور اس طرح خلافت کو صاحب خلافت سے لے لیا۔

مؤلف: جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر نص موجود ہے تو پھر اجماع کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور بہترین نص خود اہل سنت سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَ وَارِثٌ وِ اِنَّ وَصِی وَ وَارِثِی عَلِی بنِ اَبِی طَالِب ''

ہر نبی کا ایک وصی و وارث ہوتا ہے اور بے شک میرے وصی و وارث علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

کتاب ''عقد الفرید'' میں مامون کے فقہائے اہل سنت کے ساتھ مناظرہ کے بارے میں ذکر

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ شقشقیہ۔

ہوا ہے کہ آخر میں اہل سنت کے چالیس علماء نے مامون کی موجودگی میں حضرت علی علیہ السلام کے وصی وخلیفہ ہونے کا نص کے ساتھ اعتراف کیا۔

اس سلسلہ میں مامون کے بہت سے اشعار ہیں کہ جن میں سے بعض کتاب ''الاوراق'' میں ذکر ہیں، ان میں سے دو اشعار ذیل میں ذکر کر رہے ہیں کہ جن میں مامون نے حضرت علی علیہ السلام کے وصی ہونے کا اعتراف کیا ہے:

الامُ علیٰ شُکرِ الوَصِی اَبا الُحسَن خَلِیفَۃٌ

وَ ذٰلک عِندِی مِنُ عَجائِبِ ذَا الزَّمَنِ

حضرت علی علیہ السلام کے وصی وخلیفہ پیغمبر ہونے کی نعمت پر شکر کرنے کی خاطر مجھ پر ملامت ہوتی ہے اور بے شک یہ میرے نزدیک اس زمانہ کے عجائبات میں سے ہے۔

خَیرُ النّاسِ وَ الاوَّلُ الّذِی

اَعَانَ رَسُولُ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَ الُعَلَنِ

علی علیہ السلام خلق خدا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین جانشین ہیں اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے چھپ کر اور علانیہ طور پر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ہے۔

مامون کے اشعار کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس پر ملامت کرتے تھے کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے دفاع کیوں کرتے ہیں اور مناظرہ کے بعد مامون نے رو بہ قبلہ کھڑے ہو کر ہاتھوں کو بلند کر کے حضرت علی علیہ السلام کی وصایت وخلافت ثابت کرنے پر شکر ادا کیا اور اس طرح خدا سے اظہار تقرب کیا اور کہا: خدایا! میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کو بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں پر مقدم قرار دے کر تجھ سے تقرب کرتا ہوں اور یہی میرا دین ہے۔

استاد مطہری فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ مامون شیعہ ہو اور اس نے خواہش نفس کے غالب آنے کی بنا پر اپنی عقل کے برخلاف عمل کیا ہو۔

شیخ مفیدؒ کی رمانی سے بحث

ایک دن شیخ مفید علی بن موسی رمانی کی مجلس میں پہنچے، اتفاق سے ایک شخص نے رمانی سے سوال کیا کہ آپ حدیث غدیر اور واقعہ غار کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

رمانی نے کہا: غار کی خبر کا تعلق درایت سے ہے اور غدیر کی خبر روایت سے تعلق رکھتی ہے یعنی غار کی خبر یقینی ہے اور غدیر کی خبر ظنی ہے اور جو بات درایت سے حاصل ہوتی ہے وہ روایت سے حاصل نہیں ہوتی، جب حاضرین مجلس چلے گئے تو شیخ مفید نے رمانی سے پوچھا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو امام کے خلاف خروج (قیام) کرے اور اس کے ساتھ جنگ کرے۔

رمانی نے کہا: کافر ہے، پھر کہا کہ نہیں، وہ فاسق ہے۔

شیخ مفید نے کہا: آپ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

رمانی نے کہا: وہ عادل امام ہیں۔

شیخ مفید نے کہا: آپ طلحہ وزبیر اور جنگ جمل کے فتنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

رمانی کے کہا: انہوں نے توبہ کرلی تھی۔

شیخ مفید نے کہا: جنگ کی خبر درایت (یقینی) ہے اور توبہ کی خبر روایت ہے۔

رمانی کے کہا: جس وقت مجھ سے سوال کیا گیا آپ حاضر تھے؟ شیخ مفید نے کہا: ہاں۔

رمانی نے کہا: آپ نے بجا فرمایا ہے اور پھر رمانی نے آپ کو مفید کے لقب سے ملقب کیا۔[1]

مؤلف: یہ واقعہ دوسری طرح سے بھی نقل ہوا ہے جسے علامہ اردبیلی نے اپنی کتاب ''حدیقۃ الشیعہ'' میں نقل کیا ہے۔[2]

---

[1] حدیقۃ الشیعہ، ص۳۶۱۔۳۶۰۔

[2] حدیقۃ الشیعہ، ص۳۶۱۔

ابوبکر کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلی مخالفت

ابوبکر نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی مرتبہ مخالفت اس وقت کی جب آپ ''قبا'' میں توقف کر کے حضرت علی علیہ السلام کے منتظر تھے، ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل سے کافی دل تنگ اور ناراض تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا اور آپ کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے، ابوبکر کا یہ عمل حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کی علامت تھی جو کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوئی۔

اس بات کی طرف کتاب ''روضۃ من الکافی'' میں اشارہ ہوا ہے جسے ہم اختصار کے طور پر یہاں نقل کر رہے ہیں:

''اِبنُ مَحبُوب عَنْ هِشامِ بنِ سَالِم ...يَنْتَظِرُ عَلِيّاً''

ابن محبوب ہشام بن سالم سے، ابی حمزہ سے، سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت علی بن الحسین ؑ سے پوچھا: حضرت علی علیہ السلام نے جس وقت اسلام قبول فرمایا اس وقت آپ کا سن مبارک کیا تھا؟

آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ کسی وقت کافر بھی تھے کہ تم ان کے مسلمان ہونے کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ جس وقت خدا نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کے لئے مبعوث فرمایا اس وقت حضرت علی علیہ السلام کی عمر دس سال تھی اور اس دن بھی (کسی لحہ) کافر نہیں تھے بلکہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان واعتقاد رکھتے تھے اور تمام لوگوں سے تین سال پہلے خدا و رسول پر ایمان ظاہر کیا اور نماز ادا کی، حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے دو رکعت نماز ظہر پڑھی اور خداوند عالم نے اہل مکہ کے لئے دو، دو رکعت نماز واجب کی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مکہ میں دو، دو رکعت ہی پڑھتے تھے، حضرت علی علیہ السلام نے مکہ میں دس سال تک اسی طرح دو، دو رکعت نمازیں پڑھیں، یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت علی علیہ السلام کو مکہ میں کچھ ایسے امور بجالانے کے لئے جنہیں آپ کے سوا کوئی انجام نہیں دے سکتا تھا اپنی جگہ چھوڑا...

سعید بن مسیب نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں داخل ہوتے وقت ابو بکر ان کے ساتھ تھے، پس وہ کس جگہ جدا ہوئے؟

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''قبا'' میں داخل ہوئے اور حضرت علیؑ کا انتظار کرنے کے لئے وہاں ٹھہرے تو ابو بکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: چلئے مدینہ چلتے ہیں، کیوں کہ وہاں لوگ آپ کے پہنچنے سے بہت خوش ہوں گے اور آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں، لہٰذا آپ حضرت علی علیہ السلام کے انتظار میں توقف مت کیجئے اور چلئے، مجھے گمان نہیں ہے کہ وہ ایک مہینہ میں بھی یہاں پہنچ پائیں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، وہ عنقریب پہنچ جائیں گے، میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ میرے بھائی جو کہ مجھے خاندان میں سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں نہ پہنچ جائیں، کیوں کہ وہی ہیں کہ جنہوں نے مشرکین سے بچانے میں اپنی جان کو میرے لئے سپر قرار دیا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اس وقت ابو بکر غصہ میں آگئے اور حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے اپنے دل میں بغض و حسد بھر لیا، یہ ابو بکر کی حضرت علی علیہ السلام سے پہلی دشمنی تھی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ظاہر ہوئی اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی ان کی پہلی مخالفت تھی، اس کے بعد ابو بکر مدینہ کی طرف چلے گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے انتظار میں ''قبا'' رہ گئے۔

مؤلف: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مہم یہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوں نہ کہ ابو بکر کے ساتھ، لہٰذا اگر ابو بکر اولیٰ و مقدم ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوتے اور حضرت علی علیہ السلام کا انتظار نہیں کرتے۔

اہل سنت حضرات کی روایت کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عَلِیٌ خَیرُ الْبَشَرِ فَمَنْ اَبیٰ فَقَدْ کَفَرَ"

علی انسانوں میں سب سے بہتر ہیں جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا احتجاج ابو بکر کے خلاف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے اور آنحضرت نے اپنے جد بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ایک دن ابو بکر اپنے بے قصور ہونے اور حضرت علی علیہ السلام سے عذر خواہی کے لئے کہ لوگوں نے خود سے جمع ہو کر امت کے اس عظیم بار (خلافت) کو میری گردن پر ڈال دیا ہے نیز خلافت کی نسبت بے بضاعتی ظاہر کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ بغیر کسی اطلاع کے آنجناب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے خصوصی ملاقات کرنے کا اظہار کیا اور شرف ملاقات حاصل کرنے کے بعد عرض کیا: اے ابوالحسن! خدا کی قسم اس کام کے واسطے میرے پاس اسباب و وسائل فراہم نہیں تھے اور میں جس بار خلافت کو اٹھائے ہوئے ہوں اس کی طرف مائل نہیں تھا اور نہ ہی اس کی کوئی مجھے لالچ تھی اور مجھے خود اطمینان نہیں ہے کہ میں امت کی ضرورتوں کو پورا کرسکوں گا، اس لئے کہ میرے پاس مالی طاقت بھی نہیں ہے اور نہ ہی مرے خاندان کے افراد زیادہ ہیں اور میں کسی کا حق چھیننا نہیں چاہتا تھا، میں جس چیز کا مستحق نہیں ہوں آپ اس کی نسبت مجھ سے دل تنگ کیوں ہیں؟ اور یہ کام جو میرے حق میں ہوا ہے اس کی نسبت اپنی بزرگی و کرامت کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟ اور میری طرف نگاہ بد سے کیوں دیکھتے ہیں؟ چھٹے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اگر تمہیں اس (خلافت) کی کوئی لالچ نہیں تھی اور تمہیں خود پر اطمینان نہیں ہے کہ اس امر کے لئے قیام اور امت کی ضرورتوں کو پورا کرسکو گے تو پھر اس بار عظیم کو اپنے کاندھوں پر کیوں اٹھائے ہو؟

ابو بکر نے کہا: اس حدیث کی بنا پر جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِی عَلیٰ ضَلَالٍ"

خداوند عالم میری امت کو گمراہی پر اجماع نہیں کرنے دے گا، لہٰذا جب میں نے دیکھا کہ سب نے حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اجماع کرلیا ہے اور میں نے ان کے اجماع کو راہ ہدایت کے خلاف محال سمجھا تو اختیار انہی کو دے دیا، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایک آدمی بھی مخالفت کرسکتا ہے تو میں قبول نہیں کرتا، امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو بات آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی) تو میں امت کے افراد میں سے ایک تھا یا نہیں؟

ابوبکر نے کہا: جی ہاں آپ امت کی ایک فرد تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جن لوگوں نے تمہاری بیعت سے انکار کیا مثلاً سلمان وعمار ومقداد وابوذر وابن عبادہ وغیرہ نیز گروہ انصار میں سے جو لوگ میرے ساتھ تھے وہ افراد امت میں سے تھے یا نہیں تھے؟

ابوبکر نے کہا: سب امت کے افراد تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: پس کس طرح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلیل کے طور پر بیان کرتے ہو؟ باوجود اس کے کہ اس طرح کے افراد نے تمہاری بیعت سے انکار کیا اور ان افراد کے بارے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے، نیز ان افراد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہونے اور ان کی خیر خواہی میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔

ابوبکر نے کہا: مجھے ان افراد کی مخالفت کا علم خلیفہ بننے کے بعد ہوا، میں خوف زدہ تھا کہ اگر اب خلافت کو واپس کروں تو اور زیادہ حالات خراب ہوجائیں گے اور لوگ دین سے پلٹ جائیں گے، اس وقت آپ کی دیکھ بھال اس حد تک کہ آپ میری خلافت قبول فرمائیں دین کے لئے آسانی کا باعث ہے اور دین کی دیکھ ریکھ اچھی طرح ہوسکتی ہے، اس سے پہلے کہ لوگ آپس میں لڑیں جھگڑیں اور کافر ہو جائیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ کا میلان لوگوں اور ان کے دین کی نسبت مجھ سے کم نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اس طرح ہے لیکن یہ بتایئے کہ جو خلافت کے لئے سزاوار ہے اسے کیسا ہونا چاہیئے؟

ابوبکر نے کہا: اسے خیر خواہ اور وعدوں میں وفادار اور کاموں میں محنتی ہونا چاہیئے نیز اسے بے موقعہ و محل بخشش نہیں کرنی چاہیئے نیز خوش اخلاق ہونا چاہیئے، عدالت کو عام کرے، قرآن وسنت اور مقررہ قانون قضاوت سے آگاہ نیز دنیا کی نسبت عابد وزاہد ہو اور اس کی طرف رغبت نہ رکھتا ہو اور ایسا ہو کہ مظلوم کے حق کو ظالم سے دلوائے، خواہ قریب ہو یا دور ہو، یہ کہہ کر ابوبکر خاموش ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ صفات تم اپنے اندر پاتے ہو یا میرے اندر؟

ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسن! آپ میں دیکھتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ مسلمانوں کے (اسلام کی طرف) متوجہ ہونے سے پہلے، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کی یا تم نے؟

ابوبکر نے کہا: آپ نے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ ایام حج میں سورہ برات کا اعلان میں نے کیا یا تم نے؟

ابوبکر: آپ نے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں تشریف لے گئے تو میں نے اپنی جان داؤ پر لگا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی یا تم نے؟

ابوبکر: آپ نے۔

حضرت علیؑ: تمہیں خدا کی قسم، جو آیت انگوٹھی کے سلسلہ میں نازل ہوئی اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری ولایت کا اعلان ہوا ہے یا تمہاری؟

ابوبکر: آپ کی۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، غدیر کے دن حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں میں تمہارا اور سب مسلمانوں کا مولا قرار پایا یا تم؟

ابوبکر: آپ۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی اس کے تحت رسول خدا کا وصی و وزیر میں ہوں یا تم؟

ابوبکر: آپ۔

حضرت علی علیہ السلام: مشرکین نصاری سے مباہلہ کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اور میرے اہل خانہ و فرزندوں کو لے گئے یا تمہیں اور تمہارے اہل خانہ و تمہارے فرزندوں کو؟

ابوبکر: آپ کے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم آیہ تطہیر جس میں پلیدگی سے دوری اور طہارت کا اعلان ہے وہ میری اور میرے اہل خانہ اور میرے فرزندوں کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے؟

ابوبکر: آپ اور آپ کے اہل خانہ کی شان میں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آیہ تطہیر کے دن دعا کی اور کہا کہ خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں ان کی بازگشت تیری طرف ہو نہ کہ آتش جہنم کی طرف، یہ میرے اور میرے اہل خانہ اور میرے فرزندوں کے لئے تھی یا تمہارے؟

ابوبکر: آپ کے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم یہ آیہ کریمہ " یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُونَ یَوماً کَانَ شَرُّہُ مُستَطِیراً " میری شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہاری شان میں۔

ابوبکر: آپ کی شان میں۔

حضرت علی علیہ السلام: تم وہ جوان ہو کہ جس کے بارے میں آسمان سے کہا گیا:

"لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفَقَار" یا میں ہوں؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم جس کے واسطے نماز کے لئے سورج پلٹا اور اس کے نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ غروب ہوا وہ میں ہوں یا تم؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے دن جسے علم دیا اور خداوند عالم نے اسے فتح نصیب فرمائی وہ میں تھا یا تم؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم جنگ بدر میں عمرو بن عبدود کو قتل کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی رنجیدگی و پریشانی کو تم نے دور کیا یا میں نے؟

ابوبکر: آپ نے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوں کی طرف بھیجنے میں جسے امین سمجھا اور اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات قبول کی وہ تم تھے یا میں؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے حلال زادہ ہونے کی تصدیق جناب آدم سے لے کر اس کے باپ تک اس طرح بیان کی کہ: " اَنتَ مِنْ نِکَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ مِنَ آدم اِلیٰ عَبدِ المُطَّلِب " میں اور تم جناب آدم سے لے کر جناب عبدالمطلب تک حلال زادہ ہیں نہ کہ زنا زادہ وہ تم ہو یا میں؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسے منتخب کیا اور اس کے ساتھ اپنی بیٹی

فاطمہ زہراؑ کا عقد کیا (اور کہا: خدا نے تمہیں فاطمہؑ کا شوہر قرار دیا ہے) وہ میں ہوں یا تم ہو؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم حسن و حسین علیہما السلام کہ جو ریحان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اوان کے والدان سے افضل ہیں، ان کا باپ میں ہوں یا تم ہو؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم وہ شخص جس کو دو بال و پر عطا کئے گئے جس کے ذریعہ وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں وہ میرے بھائی ہیں یا تمہارے؟

ابوبکر: آپ کے بھائی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرض کی ادائیگی میں نے اپنے ذمہ لی یا تم نے اور حج کے موقعہ پر میں نے اعلان کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدوں کو پورا کروں گا یا تم نے؟

ابوبکر: آپ نے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پرندہ (مرغ) کو کھانے کے لئے جو آپ کے پاس تھا خدا سے دعا کی کہ اپنے محبوب ترین بندے کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اسے کھائے تو وہ محبوب ترین بندہ میں ہوں یا تم؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم بتاؤ کہ جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی کہ تم ناکثین و قاسطین و مارقین سے تاویل قرآن کے سلسلہ میں جنگ کرو گے وہ میں ہوں یا تم؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

[حض]رت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، یہ بتاؤ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری وقت میں ان

کے پاس میں تھا کہ جوان کی باتوں پر شاہد تھا اور انہیں غسل وکفن دیا یا تم تھے؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کے لئے جس کی طرف لوگوں کو راہنمائی کی اور فرمایا: '' عَلِیٌّ اَقضَاکُم '' علی علیہ السلام قضاوت میں تم میں سب سے بہتر ہیں وہ میں ہوں یا تم؟

ابوبکر: آپ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چاہنے والوں کو اپنی حیات میں جس کے متعلق حکم دیا کہ امیر کی حیثیت سے سلام کریں وہ میں تھا یا تم؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ تم تھے کہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلے رشتہ داری رکھتے تھے یا میں تھا؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علیؑ: تمہیں خدا کی قسم، وہ تم تھے کہ جسے خداوند عالم نے ضرورت کے وقت ایک دینار دیا (اور اس کے بارے میں کہا:) '' وَ بَاعَکَ جِبرَئِیلَ وَ اَطعَمتَ وَلَدَہ '' جبرئیل نے اسے تمہیں بیچا اور تم نے محمد کے فرزندوں کو کھانا کھلایا یا میں تھا؟

راوی کہتا ہے کہ ابوبکر رونے لگے اور انہوں نے کہا: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے بت گرانے کے لئے جسے اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور اتنا بلند کیا کہ اگر وہ چاہتا تو آسمان تک ہاتھ پہنچا دیتا وہ شخص میں تھا یا تم؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے فرمایا ہے کہ تم دنیا و آخرت

میں میرے علمبردار ہو یا مجھ سے؟

ابوبکر: آپ سے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب اور خاندان والوں کے جتنے بھی دروازے مسجد میں کھلتے تھے سب کو بند کرا دیا اور ایک دروازہ کو کھلا رکھا اور خدا نے جو چیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حلال کی تھی اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے حلال قرار دیا وہ سب میرے لئے تھا یا تمہارے لئے؟

ابوبکر: آپ کے لئے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رازدارانہ (محرمانہ) گفتگو کے لئے پہلے صدقہ دیا پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، گفتگو کی وہ میں تھا یا تم؟

جس وقت خداوند عالم نے لوگوں کو مستحق عذاب قرار دیا اور فرمایا: کیا تمہارے لئے مشکل تھا کہ گفتگو سے پہلے صدقہ دیتے "أَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰيكُم صَدَقَات" اس وقت صدقہ دینے والا میں تھا یا تم تھے؟

ابوبکر: آپ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہیں خدا کی قسم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے بارے میں حضرت فاطمہ زہراؑ سے ضمناً فرمایا کہ: میں نے تمہارا عقد اس شخص کے ساتھ کیا ہے جو کہ سب سے پہلے ایمان لایا اور جو اسلام پر ہر ایک اعتبار سے برتری رکھتا ہے یا میرے بارے میں؟

ابوبکر: آپ کے بارے میں۔

اس طرح حضرت علی علیہ السلام اپنے فضائل ومناقب جو خداوند عالم نے ان کے لئے قرار دیئے تھے شمار کرتے رہے اور ابوبکر نے سب کا اعتراف کیا، اس کے حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے کہا: کس چیز نے تمہیں خدا اور رسول اور دین الٰہی کی نسبت فریب دے کر گمراہ کیا؟

خلافت ۲۷۳

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ابوبکر رونے لگے اور کہا: اے ابوالحسن! آپ نے سچ فرمایا ہے، آپ مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے تا کہ اپنے کام اور جو کچھ آپ سے سنا ہے اس کے بارے میں غور وفکر کروں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں مہلت ہے، ابوبکر حضرت علی علیہ السلام کے پاس سے واپس چلے گئے اور اس دن تنہا رہے اور رات تک کسی کو بھی ملاقات کی اجازت نہیں دی، عمر نے جب سنا کہ ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام سے تنہائی میں گفتگو کی ہے تو لوگوں میں آمدورفت شروع کردی۔

ابوبکر جب رات میں سوئے تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں، ابوبکر سلام کرنے کے لئے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منھ پھیرلیا، ابوبکر نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے کوئی ایسا حکم دیا ہے کہ میں نے اس پر عمل نہ کیا ہو؟

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سلام کا جواب دیتا ہوں حالانکہ تم نے خدا اور رسول کے ساتھ دشمنی کی ہے اور جو شخص خدا اور رسول کو دوست رکھتا تھا اس کے ساتھ دشمنی کی، تم حق کو اس کے اہل تک پہنچادو، ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اہل حق کون ہیں؟

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہی شخص جو تم سے اپنے حق کے لئے سختی سے پیش آیا اور وہ علی علیہ السلام ہیں۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے حکم کی تعمیل میں ابھی اسی وقت حق انہیں دیتا ہوں،،ام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ابوبکر نے صبح ہوتے ہی گریہ کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے پاس جا کر کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے، پھر حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی اور تمام امور ان کے سپرد کردیئے اور کہا کہ میں مسجد جاتا ہوں

اور جو کچھ رات خواب میں دیکھا ہے اسے لوگوں کے سامنے بیان کروں گا اور خود کو اس امر خلافت سے علیحدہ ہو کر آپ کو امیر و خلیفہ کی حیثیت سے سلام کروں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے ان سے کہا: ٹھیک ہے اسی طرح کیجئے، اس کے بعد ابوبکر حضرت علی علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے، اتفاق سے عمر سے ملاقات ہوگئی جو ان کی تلاش میں تھے۔

عمر نے ابوبکر سے کہا: اے خلیفہ رسول! آپ کیسے ہیں، ابوبکر نے پورا ماجرا جو کچھ خواب میں دیکھا تھا اور حضرت علی علیہ السلام سے گفتگو ہوئی تھی سب عمر سے بتا دیا، عمر نے کہا: اے خلیفہ رسول! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بنی ہاشم کے جادو و فریب میں کبھی نہ آیئے یہ پہلی بار ان کی جادوگری نہیں ہے اسی طرح اس قدر ان سے باتیں کہیں کہ ابوبکر اپنے ارادہ سے منصرف ہو گئے اور جو کچھ پہلے سے انجام دے رہے تھے اسی کی طرف مائل ہو گئے۔

راوی کہتا ہے: حضرت علی علیہ السلام وعدہ کے مطابق مسجد میں تشریف لائے مگر کوئی نظر نہیں آیا، آپ سمجھ گئے کہ ضرور کوئی بات ہوگئی ہے، آپ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے تھے کہ وہاں سے عمر کا گزر ہوا، اس نے کہا: اے علی! یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس کی بات سمجھ گئے اور واپس گھر چلے آئے۔ [1]

مؤلف: خلاصہ یہ کہ عقل سلیم رکھنے والا ہر ایک شخص حضرت علی علیہ السلام میں یہ تمام صفات و خصوصیات دیکھ کر اس بات کو ترجیح دے گا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ حضرت علی علیہ السلام ہی کو ہونا چاہئے نہ کہ کسی دوسرے کو، دوسرے یہ کہ مذکورہ بہت سی باتیں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہیں وہ صرف شیعہ کتابوں ہی میں نہیں ہیں بلکہ بہت سے علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب میں نقل کی ہیں۔

---

[1] خصال، شیخ صدوق، ج ۲، حدیث ۳۰، ص ۶۵۱، چاپ انتشارات علمیہ

البتہ شیخ صدوق کی کتاب ''خصال'' کی ۳۱ ویں حدیث میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے سلسلہ میں تقریباً پچاس دلیلیں قائم کی ہیں اور شوری کو مردود کیا ہے، عامر بن وائلہ کہتا ہے: میں شوری کے وقت موجود تھا کہ حضرت نے فرمایا: عمر نے مجھے خلافت کے لئے دیگر پانچ افراد کے ساتھ کمیٹی کا منبر بنایا، حالانکہ وہ مجھ پر کسی بھی طرح کی کوئی فضیلت نہیں رکھتے، اگر چاہوں تو ان کے خلاف اس طرح احتجاج کرسکتا ہوں کہ عرب وعجم، موحد ومشرک جواب نہیں لا سکتے۔ [1]

حضرت علی علیہ السلام اور یہودی کے سات سوالوں کا جواب

شیخ صدوق کتاب ''خصال'' میں اس طرح حدیث نقل کرتے ہیں:

'' حَدثنا اَبی قَالَ : حَدثنَا سَعد بن عَبد اللّٰہ بن مُحمد بن الحُسین ابی الخطاب عن الحکم بن مسکین الثقفی عَنْ صَالِح بن عَقَبہ عن جعفر بن محمد ''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت ابوبکر کا انتقال ہوا اور عمر خلیفہ ہوئے تو مسجد میں آکر بیٹھ گئے، ایک شخص نے ان کے پاس آکر کہا: اے امیر المومنین! میں یہودیوں کا ایک بڑا عالم ہوں، آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں اگر آپ نے ان کا صحیح جواب دے دیا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

عمر نے کہا: سوال کیا ہے؟

یہودی نے کہا: تین اور تین اور ایک۔

اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ سے پوچھوں اور اگر اس مجمع میں آپ سے زیادہ کوئی اور جاننے والا ہے تو بتایئے وہ کون ہے؟

---

[1] خصال، شیخ صدوق، ج ۲، حدیث ۳۱، ص ۶۵۸، چاپ انتشارات علمیہ

عمر نے کہا: وہ جوان (یعنی حضرت علی علیہ السلام) یہودی نے حضرت علی علیہ السلام سے آ کر سوال کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: تم نے تین اور تین اور ایک کر کے کیوں کہا، سات کیوں نہیں کہا؟

یہودی عالم نے کہا: اگر اس طرح کرتا تو مجھ سے بڑا نادان کوئی نہیں تھا، اس لئے کہ اگر پہلے تین سوال کا جواب نہیں دیا تو میرے لئے وہی کافی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: اگر میں نے جواب دے دیا تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے؟

یہودی عالم نے کہا: ہاں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: پوچھو؟

یہودی عالم نے کہا: بتایئے کہ روئے زمین پر سب سے پہلا پتھر اور سب سے پہلا چشمہ اور سب سے پہلا درخت کون سا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی! تم یہ کہتے ہو کہ روئے زمین پر جو پتھر سب سے پہلے قرار دیا گیا وہ بیت المقدس میں ہے حالانکہ تم غلط کہتے ہو۔

پہلے سوال کا جواب:

روئے زمین پر سب سے پہلا وہ پتھر ہے جو جناب آدم علیہ السلام جنت سے لے کر آئے۔

یہودی عالم نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے، خدا کی قسم جناب ہارون کی تحریر جناب موسیٰ کے بیان سے یہی ہے۔

تم یہ کہتے ہو کہ روئے زمین پر سب سے پہلے جو چشمہ جاری ہوا وہ بیت المقدس میں ہے تم جھوٹ کہتے ہو۔

دوسرے سوال کا جواب:

وہ چشمہ حیات ہے کہ جس میں جناب یوشع بن نون نے مچھلی کو دھویا اور اس چشمہ سے

جناب خضرؑ نے پانی پیا اور اس چشمہ سے جو بھی پانی پیئے گا زندہ رہے گا۔

یہودی عالم نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے، جناب ہارون کی تحریر جناب موسیٰ کے بیان سے یہی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام: تمہارا نظریہ ہے کہ روئے زمین پر سب سے پہلے زیتون کا درخت اگا ہے تم جھوٹ کہتے ہو۔

تیسرے سوال کا جواب:

وہ عجوہ خرمہ کا درخت ہے جسے جناب آدمؑ جنت سے ساتھ لائے تھے۔

یہودی عالم نے کہا: آپ نے بجا فرمایا ہے، خدا کی قسم جناب ہارونؑ کی تحریر جناب موسیٰ کے بیان سے یہی ہے۔

دوسرے تین سوال:

یہودی عالم: اس امت میں کتنے امام ایسے ہیں کہ اگر انسان انہیں چھوڑ دے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے (بلکہ خود چھوڑنے والے کا نقصان ہے)

چھوتھے سوال کا جواب:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بارہ ہیں۔

یہودی عالم نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے، خدا کی قسم جناب ہارونؑ کی تحریر جناب موسیٰ کے بیان سے یہی ہے۔

یہودی عالم نے کہا: آپ کے پیغمبر جنت کے کس درجہ میں ہوں گے؟

پانچویں سوال کا جواب:

حضرت علی علیہ اسلام نے فرمایا: جنت کے بلند ترین درجہ میں، بہترین جگہ جنت عدن میں

ہوں گے۔

یہودی عالم نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے خدا کی قسم جناب ہارونؑ کی تحریر جناب موسیٰ کے بیان سے یہی ہے۔

یہودی عالم نے کہا: ان کے گھر میں ان کے ساتھ کون ہوگا؟

چھٹے سوال کا جواب:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بارہ ائمہ۔

یہودی نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، خدا کی قسم جناب ہارونؑ کی تحریر جناب موسیٰ کے بیان سے یہی ہے۔

اس کے بعد یہودی نے ساتواں سوال کیا اور پھر مسلمان ہوگیا، اس نے پوچھا: ان (پیغمبر) کے بعد ان کا جانشین کتنے دن زندہ رہے گا؟

ساتویں سوال کا جواب:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تیس سال۔

یہودی نے پوچھا: اس کے بعد کیا ہوگا، وہ جانشین مرجائے گا یا اسے قتل کردیا جائے گا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اسے قتل کردیا جائے گا، اس کے سر پر اس طرح ضربت ماری جائے گی کہ اس کی داڑھی خون میں رنگین ہوجائے گی۔

یہودی نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے یہی جناب ہارونؑ کی تحریر ہے جیسے جناب موسیٰؑ نے بیان کیا ہے۔[1]

---

[1] خصال، شیخ صدوق، ص ۲۴۴، چاپ انتشارات علمیہ

عمر کا اقرار ''لولا علی لھلک عمر''

'' قال احمد بن حنبل فی حدیث ۳۲۷ من باب فضائل(ع)من کتاب الفضائل... اِنَّ عُمرَ بن الخطابِ اَتیٰ بامراۃٍ قَد زَنَت فَامَرَ بِرَجمِھَا فَذَھَبُوا لَیَرجَمُوھَا فَرائَھُم عَلِیُ فِی الطَّرِیقِ فَقالَ : مَا شَانُ ھٰذِہٖ؟ فَاَخبَرُوہُ فَخَلی سَبِیلَھَا ثُمَّ جاءَ اِلیٰ عُمر فَقالَ لَہٗ (عمر) لِمَ رَدَدتَھَا؟ فَقالَ لِاَنَّھا مَعتُوھَۃُ آلِ فُلانٍ وَ قَد قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثلاث:عَنِ النَّائِمِ حَتیّٰ یَستَیقِظ وَ الصَّبی حَتیّٰ یَحتَلِم وَ الْمَجنُونِ حَتیّٰ یُفِیق، فَقَالَ عُمرُ: لَو لَا عَلِی لَھَلَکَ عُمَرُ ''

احمد بن حنبل نے کتاب ''الفضائل'' باب فضائل علی علیہ السلام، حدیث ۳۲۷ میں بیان کیا کہ: ایک عورت کو جس نے زنا کیا تھا عمر کے پاس لایا گیا، عمر نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے، لوگ اسے سنگسار کرنے کے لئے لے کر جانے لگے، علی علیہ السلام کی ان سے ملاقات ہوئی تو مولا نے پوچھا: اس عورت کا کیا قصور ہے؟ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے ماجرا بیان کیا، حضرت علی علیہ السلام نے سنگسار کرنے سے منع کیا اور عمر کے پاس آئے، عمر نے کہا: آپ نے حکم جاری کیوں نہیں ہونے دیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یہ عورت کم عقل ہے جو فلاں قبیلہ سے ہے، بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تین طرح کے لوگوں سے تکلیف اٹھالی گئی ہے:

(۱) اس شخص سے جو سویا ہوا ہے جب تک کہ اٹھ نہ جائے۔

(۲) بچہ سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(۳) دیوانہ سے جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو جائے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔[۱]

---

[۱] فضائل الخمسہ من صحاح الستہ، ج ۲، ص ۲۷۴۔۲۷۳۔

امامت کے نص کے بغیر نہ ہونے پر عقلی دلیلیں

امامت نص کے بغیر نہیں ہوسکتی اور ہر صاحب عقل سلیم جانتا ہے کہ خداوند عالم نے جزئی احکام کو حتی بیت الخلاء جانے کے احکام و ہمبستری کرنے کے احکام نیز کھانے پینے کے احکام کو بیان کیا ہے اور انہیں لوگوں کے سپرد نہیں کیا ہے، البتہ خلافت کا مسئلہ تو کہیں اس سے عظیم و بالاتر ہے جو کہ بقائے احکام شریعت، اصلاح امت اور نجات کا موجب ہے تو اسے خداوند عالم کم عقل لوگوں کے سپرد نہیں کرسکتا۔[1]

امامت کے نص کے بغیر نہ ہونے پر نقلی دلیل

مرحوم ابن بابویہ معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۱۲۰ مرتبہ معراج کرائی اور ہر مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت و وصایت کے مسئلہ میں دوسرے واجبات کی نسبت زیادہ تاکید فرمائی۔[2]

مؤلف: حضرت علی علیہ السلام کی امامت پر اہل سنت کی نقلی دلیل یہ حدیث ہے جسے علامہ متقی ہندی نے کتاب ''کنز العمال'' میں نقل کیا ہے:

''عَلِیٌّ اِمَامُ الْبَرَرَةِ وَ قَاتِلُ الْفَجَرَةِ، مَنْصُورٌ مَنْ نَصَرَهُ مَخْذُولٌ مَنْ خَذَلَهُ''

حضرت علی علیہ السلام نیک لوگوں کے امام اور فاسق و فاجر افراد کو قتل کرنے والے ہیں جو ان کی مدد کرے گا اس کی مدد کی جائے گی اور جو انہیں رسوا کرے گا اسے ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

---

[1] عین الحیاۃ، علامہ باقر مجلسی، ص۹۲۔

[2] عین الحیاۃ، علامہ باقر مجلسی، ص۹۹۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت

پہلی دلیل:

تمام پیغمبروں نے وصی و جانشین معین فرمائے تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ آخری پیغمبر اپنا کوئی وصی و جانشین مقرر نہ فرمائے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر انبیاء کی نسبت اپنی امت پر زیادہ مہربان تھے، نیز ان پیغمبروں کو معلوم تھا کہ ان کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث ہوگا، حالانکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ ان کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوگا لہٰذا یقیناً آپ نے اپنا وصی و جانشین معین فرمایا ہے۔

دوسری دلیل:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں غیبت اختیار نہیں کی جب تک کہ اپنی جگہ پر کوئی خلیفہ و جانشین نہ بنا دیا، تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ غیبت کبریٰ اور رحلت کے بعد جب کہ بقائے کائنات کا یقین تھا اپنا جانشین و خلیفہ مقرر نہ فرمائیں۔

تیسری دلیل:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری کائنات کو وصیت کا حکم فرمایا تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود وصیت نہ فرمائیں۔[1]

مؤلف: لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيٌّ وَ وَارِثٌ وَ اِنَّ وَصِي وَ وَارِثِي عَلِي بن اَبِي طَالِبٍ"

ہر نبی کے لئے وصی اور وارث ہوتا ہے اور میرے وصی و وارث حضرت علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

---

[1] عین الحیاۃ، علامہ باقر مجلسی، ص۹۲۔

مذکورہ بالا حدیث علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل فرمائی ہے چنانچہ اس حدیث شریف کی بنا پر حضرت علیؑ کا وصی اور وارث ہونا یقینی ہے۔[1]

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت حضرت علی علیہ السلام کے سلسلہ میں

مرحوم کلینی نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے کہا: میں نے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا وصیت نامہ لکھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آنجناب کے لکھتے وقت جناب جبرئیل اور دیگر ملائکہ مقربین گواہ ہوئے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح ہے لیکن جب وفات پیغمبر کا وقت نزدیک تھا تو جناب جبرئیل خدا کے امین فرشتوں کے ساتھ نامہ لے کر نازل ہوئے اور کہا: اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حکم فرمائیں کہ جو حضرات آپ کے پاس ہیں وہ باہر چلے جائیں سوائے حضرت علی علیہ السلام کے جو آپ کے وصی ہیں تا کہ وصیت نامہ آنجناب کے سپرد کر دیں اور اس پر گواہ رہیں کہ آپ نے انہیں وصیت فرمائی اور انہوں نے قبول کیا نیز اس کے ادا کرنے کی ضمانت لی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی ہے وہ باہر چلا جائے سوائے علی علیہ السلام کے، اس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ پردہ اور دروازہ کے بیچ میں کھڑی تھیں۔

جناب جبرئیل نے کہا: اے محمد! خداوند عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ نامہ ان امور پر مشتمل ہے کہ جن کی ہم نے آپ کو خبر دی تھی اور آپ سے عہد و پیمان لیا تھا اور علی بن ابی طالب کی وصایت و امامت کی شرط کی تھی، میں اس بارے میں آپ کے متعلق گواہی دیتا ہوں اور ملائکہ کو گواہ قرار دیتا ہوں، اے محمد! میں گواہی کے لئے کافی ہوں، اس وقت پیغمبر اسلام کا بدن لرزنے لگا اور

---

[1] مناقب ابن مغازلی، ص ۲۰۱، انتشارات علمیہ، تہران

آپ نے فرمایا: اے جبرئیل! میرا پروردگار ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے اور تمام سلامتی اسی سے ہے اور اس کے لئے ہے، بے شک میرا خدا سچ فرماتا ہے، نامہ دیجئے، جناب جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نامہ دیا کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کو دیں، جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامہ حضرت علی علیہ السلام کو دیا تو آپ نے اسے لفظ بہ لفظ پڑھا۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ وہی عہد و پیمان ہے جس کو خدا نے ہم سے لیا تھا اور یہ میرے پاس اس کی امانت تھی، میں نے اس کے پیغام کو پہنچایا اور اس کی امانت کو ادا کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں آپ کے لئے گواہی دیتا ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان کہ آپ نے خداوند عالم کے پیغام کو پہنچایا اور امت کی خیر خواہی کی اور جو کچھ آپ نے فرمایا بالکل سچ فرمایا، بے شک میرے تمام اعضا، کان وآنکھ وگوشت اور خون سب آپ کے لئے گواہی دیتے ہیں۔

جناب جبرئیل نے کہا: بے شک میں آپ دونوں کی باتوں پر گواہ ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! تم نے میری وصیت سن لی اور جان لیا، تم میری اور خدا کی نسبت اس بات کے ضامن ہو کہ اس وصیت نامہ میں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں ضامن ہوں خدا میری مدد فرمائے اور توفیق دے کہ میں ان امور کو ادا کر سکوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! میں تم پر گواہ قرار دینا چاہتا ہوں کہ میں نے تم سے عہد و پیمان باندھا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن میرے حق میں گواہی دیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: آپ گواہ قرار دیجئے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل ومکائیل اور ملائکہ مقربین جمع ہیں کہ میرے اور تمہارے بیچ گواہ قرار پائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ انہیں گواہ بنائیں پھر میں بھی

انہیں گواہ بناتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گواہ قرار دیا اور بحکم خدا حضرت علی علیہ السلام سے جن چیزوں کی شرط کی ان میں ایک یہ تھی کہ اے علیؑ! اس نامہ میں جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کیجئے گا، ہر اس شخص کو دوست رکھئے گا جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور ہر اس شخص سے بیزار (دور) رہئے گا جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے، اپنے حق اور خمس کے غصب ہونے پر نیز اپنی حرمت کے تحفظ پر صبر کے ساتھ غصہ پی کر تبرا کیجئے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں قبول کرتا ہوں نیز آپ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے دانوں کو شگافتہ کیا اور گھاس کو اگایا اور مخلوق کو پیدا کیا میں نے سنا ہے کہ جبرئیل نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: علی علیہ السلام سے کہہ دیجئے کہ آپ کی حرمت پامال کی جائے گی حالانکہ ان کی حرمت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ آپ کو راہ خدا میں شہید کر دیا جائے گا اور داڑھی سر کے خون سے رنگیں ہوگی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں جبرئیل کی بات سن کر مدہوش ہوگیا، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں، سعی وکوشش کروں گا اور اپنی حرمت کے پامال ہونے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختم ہونے، کتاب خدا کے ضائع ہونے، کعبہ کے خراب ہونے اور داڑھی کے خون میں رنگین ہونے پر صبر وتحمل کروں گا، خدا کی رضا وخوشنودی کا طالب رہوں گا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ جاؤں، اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ زہرا، امام حسن اور امام حسین کو بلا کر خبر دی، جس طرح حضرت علی علیہ السلام کو خبر دی تھی اور ان حضرات سے عہد و پیمان باندھا، ان حضرات نے بھی حضرت علی علیہ السلام کی طرح جواب دیا۔

اس کے بعد وصیت نامہ پر جنت کے سونے کی مہر لگائی اور اسے حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا:

میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ نہیں فرمائیں گے کہ وصیت نامہ میں کیا لکھا تھا؟

حضرت موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور احکام۔

میں نے پوچھا: کیا وصیت نامہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ کافر خلافت غصب کر لیں گے اور حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کریں گے، حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم اس میں لفظ بہ لفظ سب تحریر ہے، کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی: "اِنَّا نَحْنُ نُحیِی الْمَوتَ و نَکْتُبُ ما قَدَّمُوا و آثارَهُمْ و کُلَّ شَیءٍ اَحْصَیناهُ فِی اِمامٍ مُبِین"

بعض کہتے ہیں کہ "مُبین" لوح محفوظ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نامہ اعمال ہے، ہماری بعض احادیث میں حضرت امیر المومنین ؑ سے تفسیر بیان ہوئی ہے اور اس حدیث سے ظاہراً وصیت نامہ مراد ہے۔

اس وقت حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے آپ نے اسے سمجھ لیا اور قبول کر لیا؟ آنحضرات نے کہا: ہاں ہم راضی ہیں اور قبول کرتے ہیں اور صبر کریں گے ہر اس چیز پر جو ہمارے لیے غصہ و تکلیف کا باعث ہے۔[1]

وصیت کے سلسلہ میں دوسری روایت

معتبر سند کے ساتھ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کے پاس نامہ بھیجا وفات سے پہلے وحی کی کہ: اے محمد! یہ آپ کا وصیت نامہ ہے آپ کے نجیب اہل بیت کے لئے۔

رسول خدا نے پوچھا: نجیب کون حضرات ہیں؟

جناب جبرئیلؑ نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند، اس وصیت نامہ پر سونے کی مہر

---

[1] عین الحیاۃ، علامہ باقر مجلسی، ص ۹۹۔۱۰۱۔

لگی ہوئی تھی، اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کتاب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو دے کر فرمایا: ایک مہر لیجئے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کیجئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور جو کچھ بھی آپ نے کیا وہ اس الٰہی نامہ کے مطابق تھا وفات کے وقت اس نامہ کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد کیا، آنجناب علیہ السلام نے اس میں سے ایک مہر کے مطابق عمل کیا، اس کے بعد آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالہ کر دیا، آپ نے اس میں سے اپنی مہر لی جس میں تحریر تھا کہ ایک جماعت کے ساتھ شہادت کی طرف نکل جایئے اور یہ لوگ آپ کے ساتھ شہید ہوں گے، اپنی جان راہ خدا میں بیچ دیجئے، آپ نے اسی طرح کیا، آخری وقت میں وہ نامہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالہ کر دیا، آنجناب نے اپنی مہر کھولی تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ خاموش رہئے یعنی گوشہ نشینی اختیار کیجئے اور صرف اپنے گھر کے حدود میں رہئے، آخری وقت تک کسی پر اعتراض مت کیجئے، آپ نے اسی طرح کیا، اس کے بعد وہ نامہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سپرد کر دیا آپ نے اس میں سے اپنی مہر کھولی تو اس میں تحریر تھا کہ لوگوں کے سامنے حدیث بیان کیجئے اور انہیں فتویٰ دیجئے اور خدا کے سوا کسی سے مت گھبرایئے، آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، آپ نے آخری وقت میں وہ نامہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حوالہ کر دیا، آنجناب نے اپنی مہر میں دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا تھا کہ لوگوں سے حدیث بیان کیجئے، فتویٰ دیجئے اور اپنے علوم اہل بیت کو نشر کیجئے، لوگوں کے بیچ اپنے بزرگوں کی تصدیق کیجئے اور خدا کے سوا ہرگز مت ڈریئے کہ آپ خدا کی حفظ وامان میں ہیں، اسی طرح وہ نامہ ایک امام سے دوسرے امام تک منتقل ہوتا رہا اور ہر امام نے اس کے مطابق عمل فرمایا یہاں تک کے وہ نامہ آخری امام تک پہنچا۔[1]

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایک کافر طبیب کا دفاع

کتاب ''روضۃ الصفا'' میں منقول ہے کہ ایک طبیب نے ایک محفل میں جس میں بنی امیہ

[1] عین الحیاۃ، علامہ باقر مجلسی، ص ۱۰۰-۱۰۱۔

کے اعوان و اشراف اور شام کے اکابر تشریف فرما تھے، عمر بن عبد العزیز کی تعلیم کی بنا پر اس کی صاحبزادی کی خواستگاری کی، عمر بن عبد العزیز نے کہا: یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، کیوں کہ ہم مسلمان ہیں اور تم کافر ہو، اس پر طبیب نے کہا: تو پھر آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؑ کا عقد حضرت علی علیہ السلام سے کیوں کیا؟

عمر بن عبد العزیز نے کہا: حضرت علی بن ابی طالبؑ امت کے ایک عظیم المرتبت شخص تھے۔

طبیب نے کہا: تو پھر ان (حضرت علی بن ابی طالبؑ) پر لعنت کیوں کرتے ہو؟

عمر بن عبد العزیز نے حاضرین محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس شخص کا جواب دیجئے، سب نے سر جھکا لیا اور خاموش بیٹھے رہے، اس وقت عمر بن عبد العزیز نے حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم پر پابندی لگائی اور خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کے بجائے اس آیت " اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيتاءِ ذِی الْقُربیٰ و يَنْهیٰ عَنِ الْفَحشاءِ و الْمُنْكَرِ و الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" کی تلاوت کی۔

اسی بنا پر سید رضی طاب ثراہ ان کے مرثیہ میں بیان کرتے ہیں:

يَابنَ عَبدِ الْعَزِيزِ لَو بَكَتِ الْعَينُ فَتیً مِنْ اُمَيهٍ لَبَكَيتُكَ

اَنتَ اِنقَذتَنَا مِنَ السَّبِّ وَالسُّوءِ فَلَو اَمكَنَ الْجَزَاءُ لَجَزَيتُكَ[۱]

حضرت علی علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام کا معجزہ

مرحوم محدث میرزا حسین نوری کتاب "کشف الاستار" میں ایک معجزہ اہل سنت کے عالم سید محمد سعید افندی سے نقل کرتے ہیں کہ اس معجزہ کو سید محمد سعید افندی نے ایک خط کے ذریعہ مرحوم میرزا نوری سے بیان کیا۔

۱۔ شیخ علی اکبر نہاوندی: ص ۲۳۹۔۲۳۸

شیخ علی اکبر نہاوندی نے کتاب ''براحۃ الروح'' میں ص ۸۹ پر اس خط کا ترجمہ کیا ہے۔

ترجمہ خط:

آل رسول کے لئے ایک کرامت ہے کہ جسے اپنے اسلامی بھائیوں کے لئے بیان کرنا مناسب ہے۔

کرامت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن کی صاحبزادی ملکہ جو ملا امین کی زوجہ تھیں ان کا شوہر ہمارے مکتب میں معاون تھا جو کہ نجف اشرف میں ہے، اس سال ۱۳۱۷ھ ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ شب منگل سر میں شدید درد ہوا یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی تھی اور کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

مجھے اس بارے میں خبر دی گئی تو میں نے ان کے شوہر ملا امین سے کہا: انہیں رات میں حضرت علی علیہ السلام کے روضہ مبارک پر لے جائیے اور آنجناب کو خدا کے نزدیک شفیع قرار دیجئے، آنجناب کو ان خاتون اور خداوند عالم کے بیچ وسیلہ قرار دیجئے شاید خداوند عالم آنجناب کی برکت سے انہیں شفا عنایت فرمائے۔

اس کے بعد بدھ کی شب کاہلی اور شدید درد کی بنا پر روضہ اقدس میں نہیں گئے، لیکن اس شب درد میں کچھ کمی ہوئی اور اس خاتون کو نیند آ گئی، اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا شوہر ملا امین ایک خاتون سے جن کا نام زینب ہے روضہ میں جا کر زیارت پڑھنے کے لئے مدد طلب کر رہا ہے، جب وہ روضہ کی طرف چلے تو راستہ میں بہت بڑی مسجد نظر آئی جو لوگوں سے بھری تھی، اس مسجد میں داخل ہوئے وہاں لوگوں میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا:

اے ملکہ! گھبرایئے نہیں کہ تمہاری آنکھیں نابینا ہوگئی ہیں، انشاء اللہ تمہاری دونوں آنکھوں کو شفا مل جائے گی۔

ملکہ کہتی ہیں: میں نے ان سے کہا: آپ کون ہیں؟

آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: میں مہدی ہوں، اس کے بعد وہ خاتون خواب سے بیدار ہوئیں اور بہت خوش تھیں، صبح ہوتے ہی بدھ کے دن تین ربیع الاول کو نجف اشرف میں چند خواتین کے ساتھ وادی السلام میں اس جگہ گئیں جو حضرت مہدی علیہ السلام سے منسوب ہے، ملکہ تنہا اس جگہ محراب میں داخل ہوئیں اور گریہ وبکا کرنے لگیں یہاں تک کہ ان پر غش کی حالت طاری ہوگئی، غش کی حالت میں انہوں نے دو جلیل القدر، عظیم ہستیوں کو دیکھا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے بزرگ تھے جو بڑے تھے وہ آگے اور جو چھوٹے تھے وہ پیچھے تھے، ان بزرگ نے ملکہ سے کہا: گھبرائیے نہیں۔

ملکہ نے کہا: آپ کون ہیں؟

آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: میں علی بن ابی طالب اور یہ میرے پیچھے میرے فرزند مہدی ہیں۔

اس وقت اس بزرگ شخص نے ایک خاتون سے جو وہاں کھڑی ہوئی تھیں فرمایا:

اے خدیجہ! اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیر دیجئے۔

ان معظمہ نے بڑھ کر اپنے ہاتھوں کو اس کی آنکھوں سے مس کیا، اتنے میں ملکہ غش کی حالت سے بیدار ہوگئی تو دیکھا کہ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ نورانی وبینا ہیں، وہ خواتین جوان کے ساتھ تھیں وہ بلند آواز سے صلوات پڑھنے لگیں یہاں تک کہ ان کی آوازیں وہاں کے علاوہ شہر کے باہر نجف اشرف کے عام لوگوں نے بھی سنیں سید محمد سعید افندی کہتے ہیں: اب اس خاتون کی آنکھیں پہلے سے بہتر ہیں اور ہم نے جو کچھ ان دو عظیم المرتبت ہستیوں کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ بہت کم ہے اس لئے کہ اس طرح کی کرامات آنحضرات ؑ سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے خادموں سے اپنے مولا وآقا کی اجازت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ آخر کار سید المرسلین کی آل کے اعوان وانصار کے لئے اس طرح کی کرامات ظاہر کیوں نہ ہوں اور اس معجزہ سے حقیر کے متعلق نجف اشرف کے ساتید وذاکرین مطلع ہوئے۔ سید محمد سعید افندی۔

یہ تھا سید محمد سعید افندی کے نامہ کا ترجمہ جو انہوں نے مرحوم محدث نوری کے نام تحریر فرمایا۔

مرحوم شیخ علی اکبر نہاوندی کتاب ''براحۃ الروح'' میں، ص۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں: میں۔
خود اس نامہ کو دیکھا، نیز فرماتے ہیں کہ محدث نوری نے اس معجزہ کی حفاظت کے لئے کافی اہمیت د
اور آپ نے بارہا فرمایا کہ اس عظیم معجزہ کو جسے اہل سنت نے دیکھا اور تصدیق کی اور اپنی کتابوں م
تحریر کیا، نئی کتابوں میں چھاپ کیا جائے، اسی بنا پر آپ نے اس معجزہ کو اپنی کتاب ''کشف الاستار'' م
رقم کیا، مرحوم محدث نوری نے اس معجزہ کو اس قصیدہ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ جسے ایک اہل سن
نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حیات مبارکہ اور غیبت کے انکار کے سلسلہ میں کہا ہے۔[1]

مؤلف: حضرت امام مہدی علیہ السلام، حضرت علی علیہ السلام کے فرزند ہیں اس حدیث کے مطابق ج
اہل سنت کے عظیم المرتبت عالم دین جناب سلیمان قندوزی حنفی نے کتاب ''ینابیع المودۃ'' میں نقل
ہے، حدیث یہ ہے کہ عامر بن وائلہ۔ جو آخری صحابی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسو
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یا علی! اَنتَ وَصِی حَرْبُکَ حَربِی ، و سِلمُکَ سِلمِی
و اَنتَ الإمامُ و اَبُو الآئِمَّۃِ الإحدی عشرَ اَلذِینَ ھُمُ
المُطَھرونَ المَعصومونَ و منھُمُ المَھدی اَلَّذی یَملَأُ
الاَرضَ قِسطاً و عَدلاً فَویلٌ لِمُبْغِضِھم . یا علی ! لَو اَنَّ
رَجُلاً احبك و اولادَكَ فی اللّٰہِ لَحشرَہ اللّٰہ مَعَكَ و مع اولادِكَ
و اَنتَ مَعی فی الدَّرجاتِ العلیٰ و انتَ قَسیمُ الْجَنَّۃِ و النَّارِ
تدخُلُ مُحِبیكَ الْجَنّۃَ و مُبْغِضیكَ النّارَ''

اے علی! آپ میرے وصی ہیں، آپ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور آپ سے صلح و آشتی

[1] براحۃ الروح؛ شیخ علی اکبر نہاوندی: ص۹۹۔۸۹۔

مجھ سے صلح وآشتی ہے، آپ امام اور اماموں کے باپ ہیں جو کہ آپ کے بعد گیارہ ہیں، وہ امام پاک اور معصوم ہیں، ان میں سے ایک مہدی علیہ السلام ہیں جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، لعنت ہو ان کے دشمنوں پر، اے علی! اگر کوئی شخص آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو خدا کے لئے دوست رکھے تو خداوند عالم اسے آپ اور آپ کی اولاد کے ساتھ محشور فرمائے گا، آپ میرے ساتھ جنت کے بلند درجوں میں ہوں گے اور آپ جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں، آپ اپنے چاہنے والوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں گے۔

تفسیر آیت: ’’ فَتَلَقّیٰ آدَمُ مِنْ رَبِّہٖ کَلِمَات ‘‘

’’ قال جعفر الصادق ؑ فی قولہ تعالی: فَتَلَقّیٰ آدم من ربہ کلمات لھم ‘‘

حضرت امام جعفر صادق ؑ اس آیت ’’ فَتَلَقّیٰ آدم ‘‘ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ جناب آدم و جناب حوا تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس جناب جبرئیل آئے اور انہیں ایک عالی شان محل میں لے گئے جو سونے اور چاندی سے بنا ہوا تھا یہ محل سبز زمرد سے مزین تھا اور اس میں نورانی تخت پر سرخ یاقوت کی تختی تھی، نیز ایک نورانی پیکر تھا کہ جس کے سر پر تاج تھا اور کانوں میں لؤلؤ (موتی) کے دو گوشوارے اور گردن میں نورانی ہار تھا، جناب آدم و جناب حوا اور جناب جبرئیل نے اسے دیکھ کر تعجب کیا یہاں تک کہ جناب آدم جناب حوا کی خوبصورتی کو بھول گئے، انہوں نے سوال کیا: یہ پیکر کیسا ہے؟

جناب جبرئیل نے کہا: یہ حضرت فاطمہ زہرا ؑ ہیں، سر پر جو تاج ہے وہ ان کے والد گرامی ہیں، گلے میں جو ہار ہے اس سے مراد ان کے شوہر ہیں اور کانوں میں جو دو گوشوارے ہیں اس سے مراد ان کے فرزند حسن و حسین علیہما السلام ہیں، جناب آدم ؑ نے بارگاہ خدا میں جب سر کو بلند کیا تو نور سے لکھے ہوئے پانچ اسماء دکھائی دیئے جو اس طرح تھے: ’’میں محمود اور یہ محمد، میں اعلی اور یہ علی، میں فاطر السموات والارض اور یہ فاطمہ، میں محسن اور یہ حسن، میں قدیم الاحسان اور یہ حسین ہیں‘‘

جناب جبرئیل نے کہا: اے آدم ؑ! ان اسماء کو یاد کر لیجئے کہ توبہ کے وقت ان کی ضرورت پڑے گی۔

جب جناب آدمؑ زمین پر آئے تو تین سو سال تک گریہ و بکا کیا، اس کے بعد خدا کو ان اسماء کے وسیلہ سے پکارا: اے پروردگار! بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین، یا محمود یا اعلی یا فاطر یا محسن یا قدیم الاحسان مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، جناب آدمؑ کو وحی ہوئی اگر اپنی پوری اولاد کی بخشش کی دعا مانگی ہوتی تو بخش دیتا۔[1]

حضرت علی علیہ السلام اور یہودی کے سوال کا جواب

''لما ولی ...وان محمداً عبده و رسوله و انكم اعلم هذه الامة''

جب عمر خلیفہ ہوئے تو کچھ یہودی علماء ان کے پاس آئے اور کہا: اے عمر! آپ محمد اور ان کے صحابی ابو بکر کے بعد ولی امر مسلمین (یعنی خلیفہ) ہیں، ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ نے ہمیں جواب دے دیا تو ہم سمجھیں گے کہ اسلام حق ہے اور محمد نبی تھے اور اگر جواب نہیں دیا تو سمجھیں گے کہ اسلام باطل ہے اور محمد نبی نہیں تھے۔

عمر نے کہا: پوچھیے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے کہا: آپ ہمیں آسمانوں کے تالوں کے بارے میں بتائیے کہ کیا ہیں؟

نیز آسمانوں کی چابیوں کے بارے میں بتائیے کہ کیا ہیں؟

نیز اس قبر کے بارے میں فرمائیں جس نے اپنے ساتھی کے ساتھ سیر کی؟

نیز اس شخص کے بارے میں بتائیے کہ جس نے اپنی قوم کو ڈرایا جب کہ نہ وہ جنوں میں سے تھا اور نہ انسانوں میں سے تھا؟

ان پانچ چیزوں کے بارے میں خبر دیجئے کہ جو زمین پر چلیں پھریں مگر رحم مادر سے پیدا نہیں ہوئیں؟

فرمایئے کہ تیتر بولتے وقت کیا کہتا ہے؟

مرغ اذان دیتے وقت کیا کہتا ہے؟

گھوڑا ہنہناتے وقت کیا کہتا ہے؟

مینڈک بولتے وقت کیا کہتا ہے؟

گدھا رینگتے وقت کیا کہتا ہے؟

چنڈول (ایک قسم کی چڑیا) بولتے وقت کیا کہتی ہے؟

عمر نے سر جھکا لیا اور کہا: عمر کے لئے یہ کوئی عیب نہیں کہ جب اس سے کوئی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے جسے اس کا علم نہ ہو تو وہ کہے: میں نہیں جانتا اور جس چیز کے بارے میں نہیں جانتا اس کے بارے میں سوال کرے (اس میں بھی کوئی عیب نہیں ہے) یہ سن کر یہودی کھڑے ہو گئے اور برجستہ انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد نبی نہیں تھے اور اسلام باطل ہے یہ دیکھ کر جناب سلمان فارسی کھڑے ہوئے اور یہودی سے کہا: ذرا ٹھہریئے، سلمان فارسی جلدی سے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا:

اے ابوالحسن! اسلام بچایئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہوا؟

جناب سلمان فارسی نے پورا ماجرا شروع سے آخر تک بیان کیا، حضرت علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ردا پہن کر آئے، جیسے ہی عمر نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً احترام میں کھڑے ہو گئے اور آپ کو سینے سے لگا لیا اور عرض کیا:

اے ابوالحسن! آپ ہی کی ذات اقدس ہے کہ جسے ہر مشکل میں پکارا جاتا ہے۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے یہودیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، بے شک مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی ہے اور میں نے ہر باب سے علم کے ہزار باب پیدا کئے ہیں۔

یہودیوں نے سوال کیا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

آپ لوگوں سے ایک شرط ہے کہ اگر میں آپ کو آپ کی کتاب توریت کے مطابق جواب دوں تو آپ اسلام قبول کر لیں گے اور ایمان لے آئیں گے۔

یہودیوں نے کہا: ہمیں قبول ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک ایک کر کے سوال پوچھئے۔

یہودی: آپ ہمیں آسمان کے تالوں کے بارے میں خبر دیجئے؟

حضرت علی علیہ السلام: آسمان کے تالوں سے مراد شرک ہے، کیوں کہ بندگان خدا جب شرک کرتے ہیں تو ان کے اعمال اوپر نہیں جاتے۔

یہودی آسمانوں کی چابیاں کیا ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام: خدا کے واحد و یکتا ہونے کی گواہی اور اس بات کی گواہی کہ محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں (بعض یہودی نے بعض کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ جوان بالکل سچ فرما رہا ہے)

یہودی: اس قبر کی خبر دیجئے جس نے اپنے ساتھی (صاحب) کے ساتھ سیر کی؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ مچھلی ہے کہ جس نے جناب یونسؑ کو نگل لیا اور ان کے ساتھ عظیم دریا کی سیر کی۔

یہودی: وہ شخص کون تھا جس نے اپنی قوم کو ڈرایا لیکن نہ ہی جنوں میں سے تھا اور نہ ہی انسانوں میں سے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ جناب سلیمان پیغمبر کے زمانہ کی چیونٹی تھی (اس نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں (گھروں) میں داخل ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ جناب سلیمان کا لشکر تمہیں کچل دے اور انہیں خبر بھی نہ ہو)۔

یہودی: ان پانچ موجودات سے آگاہ فرمایئے جو زمین پر چلیں پھریں لیکن رحم مادر سے پیدا نہیں ہوئے؟

حضرت علی علیہ السلام :(۱) جناب آدمؑ (۲) جناب حواؑ (۳) ناقہ صالحؑ (۴) جناب ابراہیمؑ کا گوسفند (جو جناب اسماعیل کی قربانی بنا) (۵) جناب موسیٰؑ کا عصا۔

یہودی: تیتر بولتے وقت کیا کہتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ کہتا ہے کہ خداوند عالم عرش بریں پر مسلط ہے۔

یہودی: مرغ اذان دیتے وقت کیا کہتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ کہتا ہے اے غافلو! خدا کو یاد کرو۔

یہودی: گھوڑا ہنہناتے وقت کیا کہتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ کہتا ہے خدایا! صاحبان ایمان کو کافروں پر غالب اور ان کی نصرت و مدد فرما۔

یہودی: گدھا رینگتے وقت کیا کہتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ کہتا ہے خدایا! بازی گر پر لعنت کر۔

یہودی: مینڈک بولتے وقت کیا کہتا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ کہتا ہے میرا پروردگار پاک و منزہ ہے جس کی عبادت و تسبیح کی جاتی ہے جو دریاؤں کی سختیوں میں بھی ہے۔

یہودی: چنڈول (نامی چڑیا) بلند آواز میں کیا کہتی ہے؟

حضرت علی علیہ السلام: وہ کہتی ہے کہ خدایا! محمد و آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کر۔

جب یہودی نے اپنے سوالوں کے صحیح جوابات سن لئے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بتاؤ کہ جو جوابات دیئے ہیں یہ تمہاری کتاب توریت کے مطابق ہیں یا نہیں؟

یہودی: آپ نے اس میں نہ کوئی حرف کم کیا ہے اور نہ ہی زیادہ، اے ابوالحسن! اب آپ مجھے یہودی کہہ کر خطاب مت کیجئے، ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ خدائے واحد و یکتا کے سوا کوئی معبود

نہیں اور بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور آپ اس امت میں اعلم (یعنی سب سے زیادہ علم رکھنے والے) ہیں۔

مؤلف: اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تمام علوم کے جاننے والے اور ہر مشکل کو آسان کرنے والے تھے تو پھر کیوں آپ جیسے اعلم وقت کو خلافت سے محروم رکھا گیا وہ اعلم وقت کے جس کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اَعْلَمُ اُمَّتِی مِنْ بَعْدِی عَلِی بنِ اَبی طَالِب"

میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔

اس حدیث کو بہت سے علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، مثلا کتاب "فرائد السمطین" علامہ جموینی شافعی، ج۱، ص۹۷، چاپ بیروت، مؤسسہ المحمودی؛ "کنز العمال" علامہ متقی ہندی، ج۱۱، ص۶۱۴، چاپ بیروت، مؤسسہ رسالہ؛ "ینابیع المودۃ" علامہ سلیمان قندوزی حنفی، ص ۲۳۵، چاپ استانبول۔

حضرت علی علیہ السلام اور انیس کلمات

جناب ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت سے کچھ پوچھا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اس خدا کی قسم جس نے مجھے پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا، میرے پاس کم و زیادہ نہیں ہے، البتہ میں آپ کو ایک ایسی چیز تعلیم دیتا ہوں کہ جسے میرے دوست جبرئیل میرے لئے لائے اور کہا: اے محمد! میں خدا کی جانب سے آپ کے لئے یہ ہدیہ لے کر آیا ہوں، خداوند عالم نے آپ کو بلند و عظیم مرتبہ پر فائز کیا ہے اور آپ سے پہلے کسی بھی پیغمبر کو یہ چیز ہدیہ نہیں کی، یہ انیس کلمات ہیں کہ ان کے توسط سے خداوند عالم ہر ایک کی ہر مصیبت و پریشانی کو دور کر دے گا اور ان انیس کلمات میں سے چار کلمات جناب میکائیل کی پیشانی پر اور چار کلمات عرش کے اطراف میں اور چار کلمات جناب جبرئیل کی پیشانی پر اور تین کلمات خدا کی مرضی کے مطابق کسی

(خاص) جگہ پر لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کلمات کے ذریعہ کس طرح دعا کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح سے دعا کیجئے:

" یا عماد من لا عماد له و یا ذخرمن لاذخرله و یا سند من سند له و یا حرز من لا حرز له و یا غیاث من لا غیاث له و یا کریمالعفو و حسن البلاء و عظیم الرجاء و یا عون الضعفاء و یا منقذالغرقی و یا منجی الهلکی و یا محسن یا مجمل یا منعم یا مفضل انت الذی سجد لك سواد اللیل و نورالنهار و ضوء القمر و شعاء الشمس و دوی الماء و حفیف الشجرثم تقول افعل بی کذا ... "

اس کے بعد کہے خدایا! میری حاجت وضرورت کو پورا فرما، بے شک اپنی جگہ سے کھڑا نہیں ہوگا کہ دعا قبول ہو جائے گی، انشاءاللہ۔

اس حدیث کے ایک راوی احمد بن عبداللہ کہتے ہیں: ابو صالح نے کہا: اس دعا کو سفیہ و کم عقل آدمی کو یاد مت کرایئے۔[1]

حضرت علی علیہ السلام سے منسوب نماز

حضرت علی علیہ السلام سے چار رکعت نماز منسوب ہے جو دو، دو رکعت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ توحید (قل هو الله احد) پڑھا جائے۔

معتبر احادیث میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص بھی اس نماز کو پڑھے گا اس کے گناہ بخش دیئے

۱۔ شیخ صدوق، ج۲، ص۲۸۶، حدیث ۱۔

جائیں گے اور جب وہ فارغ ہوگا تو اس کے اور خدا کے بیچ کوئی گناہ نہیں رہے گا۔

معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص بھی دو رکعت نماز ادا کرے گا اور ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد ساٹھ مرتبہ سورۂ توحید پڑھے گا تو فارغ ہوتے ہی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[1]

دعا کرنے والے کے صفات

دعا کرنے والے شخص کو چاہئے کہ کچھ اہم صفات کی رعایت کرے:

۱۔ خداوند عالم کی حمد وثنا۔

۲۔ محمد وآل محمد پر صلوات۔

۳۔ حضور قلب۔

۴۔ حرام غذا اور حرام لباس استعمال کرنے سے پرہیز۔

۵۔ کسی پر ظلم وجبر نہ کرنا۔

۶۔ گناہوں سے پرہیز کرنا۔

۷۔ خود کو رد مظالم سے پاک رکھنا۔[2]

ردصلوات

وردصلوات کا طریقہ یہ ہے کہ چودہ ہزار مرتبہ صلوات بھیجے، پہلے ہزار مرتبہ صلوات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اقدس کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت علی علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت فاطمہ زہراؑ کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس

[1] عین الحیوۃ، ص ۶۰۵، علامہ باقر مجلسی۔

[2] صحیفہ مہدویہ، ص ۲۔

کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام حسن علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام حسین علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات امام جعفر صادق علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام حسن عسکری کی روح پاک کو ہدیہ کرے، اس کے بعد ہزار مرتبہ صلوات حضرت امام مہدی علیہ السلام کی سلامتی کے لئے پڑھے۔

جس حاجت وضرورت کے لئے یہ مذکورہ عمل انجام دیں گے انشاءاللہ ضرور پوری ہوگی۔[1]

حضرت علی علیہ السلام کے نام کا ورد

راوی بیان کرتا ہے کہ: ایک حاجت وضرورت کے لئے میں نے اس عمل کو کئی دن پے در پے انجام دیا، ابھی چار دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ میری حاجت وضرورت پوری ہوگئی، ہر شرعی حاجت و ضرورت کے لئے مسجد میں یا تنہائی میں بارہ ہزار مرتبہ کہے: یا علی!، انشاءاللہ مراد پوری ہوگی اور یہ کلمہ خداوند عالم کے اسم اعظم میں سے ہے مگر ہم لوگ اس کی عظمت واہمیت سے غافل ہیں۔[2]

۱؎ منتخب المختوم، ص ۹۳۔

۲؎ منتخب المختوم، ص ۱۰۲۔

ہر مشکل کے لئے نادِ علی کا ورد

قضائے حاجات اور ہر مقصد کی برآوری کے لئے ایک سو دس (۱۱۰) مرتبہ کہے:

نَادِ عَلِيّاً مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوناً لَكَ فِي النَّوائِبِ

كُلّ هَمٍّ وَ غَمٍّ سَيَنْجَلِي بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِي يَا عَلِي يَا عَلِي

اس کے بعد تین مرتبہ کہے: " يَا اَبَا الْغَوثِ اَغِثْنِي يَا عَلِي اَدْرِكْنِي " انشاءاللہ مقصد پورا ہوگا، بعض حضرات سے منقول ہے کہ یہ تنگدستی سے چھٹکارا پانے کے لئے بہترین عمل ہے[1]

حاتم طائی کے فرزند کا حضرت علی علیہ السلام سے دفاع

جس وقت معاویہ مسند خلافت پر قابض ہوا اور دمشق (شام) کو پائے تخت قرار دیا تو ایک دن حاتم طائی کے فرزند عدی اس کے پاس آئے۔

معاویہ نے عدی سے کہا: تمہارے فرزندوں کا کیا ہوا؟

عدی نے کہا: حضرت علی علیہ السلام کی رکاب میں شہید ہو گئے۔

معاویہ نے کہا: حضرت علی علیہ السلام نے بڑی بے انصافی کی، اپنی اولاد کو بچالیا اور تمہاری اولاد کو قتل کرادیا۔

عدی نے کہا: حضرت علی علیہ السلام نے آپ کے ساتھ بھی بڑی بے انصافی کی کیوں کہ وہ شہید ہو گئے اور تم رہ گئے۔

معاویہ نے کہا: خبردار ابھی خون عثمان کا بدلہ باقی ہے جو یمن کے بزرگوں میں سے کسی ایک کے قتل کے بعد پورا ہوگا، معاویہ کا مقصد عدی بن حاتم طائی کے قتل کی طرف اشارہ تھا۔

عدی نے کہا: اے معاویہ! جن دلوں میں تیری دشمنی تھی وہ ہمارے سینوں میں محفوظ ہیں اور

---

[1] منتخب المختوم، ص ۱۲۱۔

جن تلواروں کے ذریعہ تجھ سے جنگ کی تھی وہ ہمارے کاندھوں پر ہیں، اگر تو نے ذرہ برابر بھی ظلم وستم اور حیلہ کیا تو اس کے کئی برابر کا تجھے سامنا کرنا پڑے گا، خدا کی قسم ہماری گردنیں قلم کروا دینا اس بات سے زیادہ آسان ہے کہ (ہمارے مولا و آقا) حضرت علی علیہ السلام کی شان اقدس میں کوئی گستاخی کرے، اے معاویہ! تلوار اس کے بنانے والے کے ہاتھ میں دے، معاویہ نے اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے افراد کی طرف متوجہ ہو کر کہا: عدی کی بات حکمت آمیز ہے اسے لکھ لیا جائے اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ [1]

حضرت علی علیہ السلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آنحضرت کی حیات نیز وفات کے وقت بھی آپ سے جدا نہیں ہوئے، جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر آ گئے تو حضرت علی علیہ السلام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری فرمارہے تھے، انہوں نے آنحضرت کو ہمیشہ خود پر مقدم رکھا اور ناگوار حالات میں ہمیشہ ساتھ رہے۔

شاعر کہتا ہے:

فَغدا نَفسُ اَحمَد مِنهُ بِالنَّفسِ	وَ مِن کُلِّ هَولٍ وَقَاهَا
کَیفَ تَنفَکُّ فِی المُلِمَّاتِ عَنهُ	عِصمَةَ کَانَ فِی القَدیمِ اَخَاهَا

مذکورہ بالا اشعار کا مضمون:

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی جان حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کی اور تمام دہشت زدہ حالات وحوادث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نگہبان ومحافظ رہے، لہٰذا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آنجناب غمگین و دشوار حالات میں آنحضرت سے دور ہو جائیں، حالانکہ وہ پاک دامن و نیک شخص تھے جو بھائی کے نام سے یاد کئے گئے۔ [2]

---

[1] کتاب الامام علی نوشتہ جورج جرداق، ج ۵، ص ۸۴۔ یہ واقعہ کتاب الغدیر کی دسویں جلد میں بھی منقول ہے۔

[2] ترجمہ کحل البصر، ص ۳۰۷۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوگ میں حضرت علی علیہ السلام کا مرثیہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

''مَنْ اَصَابَ بِمُصِیبَۃٍ فَلْیَذْکُرْ مُصِیبَتَہٗ بِی فَاِنَّھَا مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ''

جب بھی کسی انسان پر مصیبت آپڑے تو اسے وہ مصیبت یاد کرنی چاہئے جو مجھے کھو دینے سے اس پر پڑی کیوں کہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوگ میں کہا:

''الموت لا والداً یبقی ولا ولداً هذا السبیل الیٰ ان لا تریٰ احدا

هذا النبی و لم یخلد لامته لو خلدالله خلقاً قبله خلداً

للموت فینا سهام غیر خاطئة من فاته الیوم سهم لم یفته غداً''

موت نہ باپ کو چھوڑتی ہے اور نہ فرزند کو اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ سب مر جائیں گے اور کوئی باقی نہیں رہے گا، موت یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی امت کے لئے زندہ نہیں چھوڑتی، اگر خداوند عالم نے اس سے پہلے کسی کو باقی رکھا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی باقی چھوڑ دیتا، ہم موت کے ان تیروں کے سامنے ہیں جو کبھی بھی خطا نہیں کرتے، اگر موت کے تیر نے آج ہمیں اپنا نشانہ وہدف قرار نہیں دیا تو کل نہیں چھوڑے گا۔[۱]

سید بن طاؤس کا اپنے فرزندوں سے سوال

شیعہ عالم دین سید بن طاؤس کتاب ''کشف المحجہ'' میں اپنے فرزند سے فرماتے ہیں:

اہل سنت کی کتاب میں بڑی عجیب بات دیکھی جسے طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ اس کا ماحصل یہ ہے:

۱۔ ترجمہ کحل البصر، ص۳۲۶۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی اور بدھ کے دن (یا شب میں) دفن ہوئے ا

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ تین دن تک اسی طرح رکھا رہا اور اس کے بعد دفن

ایسا کیوں ہوا؟ اس کے بعد سید کہتے ہیں:

ابراہیم ثقفی نے اپنی کتاب ''المعرفۃ'' کی چوتھی جلد میں اس کے سلسلہ میں تحقیق اور تحلیا بیان کی ہے اور کہا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ تین دن تک باقی رہا اور اس کے بعد دفن ہوا کیوں قوم کے لوگ خلیفہ کے تعین اور اس سے متعلق گفتگو میں سرگرم تھے اور تمہارے باپ (اے فرزند!) یع علی علیہ السلام حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو قوم کے نماز پڑھے بغیر دفن کر دیتے تو اس بات سے اما میں نہیں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے بعد انہیں قتل کر دیا جاتا، یا یہ کہ وہ لوگ قبر پیغمبر سے جناز باہر نکال لیتے اس بہانہ سے کہ وہ ٹھیک وقت میں دفن نہیں ہوئے ہیں یا یہ کہ مناسب جگہ پر دفن نہیں ہوئے ہیں۔

خداوند عالم ان لوگوں سے اپنی رحمت کو دور رکھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ خلیفہ معین کرنے لگے باوجود یہ کہ مسئلہ خلافت کا تعلق خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت سے تھا، حقیقت وہ لوگ اس جلد بازی کے ذریعہ منصب خلافت کو نسل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کرنا چاہتے تھے۔

اے فرزند! خدا کی قسم نہیں معلوم کہ ان کی عقل، صحابیت اور ان کی انسانیت نے انہیں کس طرح اجازت دی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں اس طرح کی گستاخی کریں، حالانکہ پیغم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر بے حساب احسانات فرمائے تھے۔

نیز یہی بات زید بن امام سجاد علیہ السلام نے کہی کہ:

خدا کی قسم اگر قوم والوں کے لئے ممکن ہوتا کہ ریاست و حکومت کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کے بغیر لیا جا سکتا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کر دیتے، میں خدا کی پناہ اور ا کی مدد چاہتا ہوں۔

نیز سید بن طاؤس اپنے فرزند سے فرماتے ہیں:

وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خاص کر وفات کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق میں سے ایک حق یہ تھا کہ سب مسلمان زمین پر بیٹھتے اور مصیبت زدہ لوگوں کا لباس مثلاً سیاہ لباس پہنتے اور اس دن خاص کر کھانا نہیں کھاتے اور پانی نہ پیتے اور اس عظیم و جان لیوا مصیبت میں مرد و عورت سب مل کر سوگ مناتے کہ دنیا میں ایسا دن نہ اس سے پہلے گزرا ہے اور نہ آئندہ آئے گا۔[۱]

حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ دو آدمیوں کے بیچ

دو آدمی ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے، ان میں سے ایک کے پاس پانچ عدد روٹی تھی اور دوسرے کے پاس تین عدد روٹی تھی، ان کے پاس تیسرا آدمی آیا اور اس نے کھانا کھانے کی اجازت مانگی، انہوں نے اسے اجازت دے دی، کھانا کھانے کے بعد اس تیسرے آدمی نے کھانا کھانے کی بابت انہیں آٹھ درہم دیئے جس کی پانچ روٹی تھی اس نے پانچ درہم لئے اور جس کی تین روٹی تھی اس کو تین درہم دیئے، اس پر وہ راضی نہیں ہوا اور اس نے تین درہم قبول نہیں کئے۔

فیصلہ کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے، حضرت علی علیہ السلام نے اس دوسرے شخص سے فرمایا: تین درہم لیجئے اور جائیے ورنہ اور کم ملیں گے، اس نے کہا: دلیل دیجئے مجھے قبول ہے۔

آنجناب نے فرمایا: دلیل کے مطابق تم ایک درہم سے زیادہ کے حقدار نہیں ہو۔

اس نے کہا: مہربانی کر کے بیان فرمایئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: آپ تین لوگوں نے آٹھ روٹیاں کھائیں اور نہیں معلوم کہ کس نے زیادہ کھائی اور کس نے کم، لہٰذا اس بات پر بنا رکھی جائے کہ سب نے برابر کھائی، پس ہر ایک نے آٹھ حصہ روٹی کھائی، اس طرح چوبیس حصے ہوئے، تین روٹی والے کے ہوئے ۹/۳ حصے کہ ان میں سے آٹھ حصے کھا لئے لہٰذا ایک حصہ بچا یعنی ایک درہم ہوا اور پانچ روٹی والے کے ۱۵/۳ ہوئے اس میں

[۱] ترجمہ کحل البصر، ص ۳۳۶-۳۳۶۔

سے اس نے آٹھ حصے کھالئے اس طرح اس کے سات حصے بچے یعنی سات درہم، چنانچہ تین روٹی والا اس مقدار سے کم ہوگیا جس مقدار میں اسے بغیر حساب کے دیئے گئے تھے۔ [1]

علی علیہ السلام کا ذکر مجلسوں کی زینت

حضرت علی علیہ السلام کا ذکر مجلسوں کی زینت ہونے کے سلسلہ میں ابن مغازلی جناب عائشہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ جو ذکر علی علیہ السلام سے متعلق ہے:

ہمیں خبر دی ابو احمد عبدالوہاب بن محمد بن موسی غندجانی نے جو شہر واسط میں ہمارے پاس آئے تھے کہ ہمیں خبر دی عبیداللہ بن احمد ابو احمد فرضی نے ''اجازۃً'' کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن عمرو بن بختری نے کہ ہم سے نقل کیا ابن ابی عوف بزوزی نے ۶۵ھ میں کہ ہم سے حدیث بیان کی کثیر بن ہشام نے کہ ہم سے نقل کیا جعفر بن برقان نے، کہا کہ: مجھے خبر دی گئی ہے کہ عائشہ نے کہا: اپنی مجلسوں کو حضرت علی علیہ السلام کے ذکر سے زینت دو۔ [2]

حضرت علی علیہ السلام کی اقتدا

بعض اہل سنت اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خلفائے ثلاثہ نے حضرت علی علیہ السلام کا حق غصب کیا ہے اور انہوں نے اس مسئلہ میں خداوند عالم کی مخالفت کی ہے تو جس طرح حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ وزبیر اور معاویہ سے جنگ کی اسی طرح ان حضرات کے ساتھ جنگ کیوں نہیں کی؟ بلکہ بعض شیعہ لوگوں کے ذہنوں میں بھی اس طرح کی باتیں خطور کرتی ہیں۔

آپ کا دارالحکومت جب کوفہ میں تھا تو آپ تک خبریں پہنچیں کہ کچھ لوگ آپس میں بیٹھ کر کہتے ہیں:

---

[1] مناقب ابن مغازلی، حدیث: ۲۵۵۔

[2] ترجمہ ینابیع المودہ، ج۲، ص۴۹۔

’’ وَ مَا بَالَهُ لِمْ يُنَازِعْ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ كَمَا نَازَعَ طَلْحَةَ وَ زُبَيْرَ ‘‘

حضرت علی علیہ السلام کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے طلحہ و زبیر کی طرح ابو بکر و عمر و عثمان کے خلاف احتجاج نہیں کیا، حضرت علی علیہ السلام کے کہنے پر منادی نے ندا دی اور لوگ جمع ہو گئے، آپ نے منبر پر جا کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر پر درود و سلام کے بعد کہا:

اے لوگو! مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ آپ میں سے کچھ اس طرح کی باتیں کرتیں ہیں، جان لیں کہ میں نے اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کے متعلق سات نبیوں کی اقتدا کی ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں، لہٰذا اگر انبیاء اپنی امتوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کر سکتے ہیں تو میں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی و جانشین ہوں، اب اگر میں بھی اس پر عمل کروں تو معذور و مجبور ہوں۔

ا۔ جناب نوحؑ کہ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جناب نوح نے کہا:

’’ رَبِّ اِنِّی مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ‘‘

خدایا! میں مغلوب ہو چکا ہوں اور اب ثابت قدم نہیں رہ سکتا لہٰذا تو میری مدد فرما اور ان سے انتقام لے، اگر کوئی یہ کہے کہ جناب نوحؑ مغلوب نہیں ہوئے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے قرآن مجید کو جھٹلایا اور اگر قبول کرے کہ جناب نوحؑ مغلوب تھے تو میں ان سے زیادہ معذور ہوں۔

۲۔ جناب ابراہیمؑ کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

’’ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ‘‘

میں تم سے اور جو چیز تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو اس سے بیزار ہوں میں اپنے خدائے یکتا کو پکارتا ہوں اور اس وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو کہ جناب ابراہیمؑ نے کافروں سے کراہیت کئے بغیر کنارہ کشی اختیار کی تو تم جھوٹ بولتے ہو اور اگر جانتے ہو کہ جناب ابراہیمؑ نے قوم کی مکروہ چیزوں کا مشاہدہ کیا اور پھر کنارہ کشی اختیار کی تو میں بھی تو وصی ہوں لہٰذا معذور رہوں۔

۳۔ جناب لوطؑ کہ خداوند عالم سورہ ہود میں فرماتا ہے:

''لَو اَنَّ لِی بِکُم قُوَّۃً اَوْ آوِیْ اِلیٰ رُکْنٍ شَدِیدٍ ''

جب جناب لوطؑ قوم والوں سے کہہ چکے کہ برے اعمال اور خواہش نفسانی سے باز آجاؤ مگر وہ لوگ باز نہیں آئے تو جناب لوطؑ نے کہا: اے کاش میرے پاس تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت وقوت ہوتی یا کسی خاندان یا قبیلہ کا زبردست آسرا ہوتا کہ اس کے ذریعہ تمہیں روک سکتا۔

وہ خدا کے پیغمبر قوم کے مقابلہ کی طاقت وقوت رکھتے تھے یا نہیں؟ اگر کہو گے کہ طاقت رکھتے تھے تو قرآن کی تکذیب ہوگی اور اگر کہو گے کہ جناب لوطؑ طاقت وقوت نہیں رکھتے تھے تو میں وصی ہوں اور زیادہ معذور ہوں۔

۴۔ جناب یوسفؑ کہ خداوند عالم سورہ یوسف میں فرماتا ہے کہ (جناب) یوسف نے کہا:

''رب السجن احب الی مما یدعوننی ''

اے پروردگارا! یہ قید خانہ مجھے اس چیز (برائی) سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے، آپ نے زلیخا کے اتباع اور اس کے مکر وفریب کی وجہ سے قید خانہ کو پسند کیا، اس کے اس مکر کے دفاع میں معذور تھے پس میں تو وصی ہوں اور زیادہ معذور ہوں۔

۵۔ جناب موسیٰؑ کہ خداوند عالم سورہ شعراء میں فرماتا ہے کہ آپ نے کہا:

'' فَفَرَرتُ مِنکُم لِما خِفتُکُم فَوَھَبَ لِی رَبی حکماً و جَعَلَنِی مِنَ المُرسَلِینَ ''

میں قوم کے ڈر سے چلا گیا، خداوند عالم نے مجھے علم وحکمت کی تعلیم دی اور مجھے رسولوں میں سے قرار دیا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم قبول کرتے ہو کہ جناب موسیٰ پیغمبر ہونے کے باوجود خوف رکھتے تھے تو میں وصی ہوں اور زیادہ معذور ہوں۔

۶۔ جناب موسیٰ نے جناب ہارون سے کہا:

"یَا بْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِی وَ کَادُوْ یَقْتُلُونَنِی"

اے میرے بھائی! قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا ہے اور قریب تھا کہ قوم کے لوگ مجھے قتل کر دیتے، پس جب قریب تھا کہ قوم والے پیغمبر کا قتل کر دیں تو میں تو پھر بھی وصی ہوں۔

۷۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار قریش سے جان بچا کر غار حرا پہنچے اور تین دن وہاں رہے، اس کے بعد مدینہ گئے، اگر کہو کہ بے خوف وخطر گئے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ تھے کیوں کہ وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، وہاں سے ہجرت کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا تو پس میں تو پھر بھی ان کا وصی ہوں اگر خوف کی بنا پر جنگ نہ کروں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) میں معذور ہوں۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے یہ دلیلیں بیان فرمائیں تو سب نے بیک زبان کہا: "صَدَّقْتَ یَا اَمِیرَ الْمُؤمِنِیْنَ" اے امیرالمؤمنین! آپ نے سچ فرمایا اور حق آپ کے ساتھ ہے، آپ نے جو کچھ بھی کیا وہ عین مصلحت تھا، جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ صلح کی تھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت علی علیہ السلام اور تمام صحابہ موجود تھے لہٰذا جنگ کیوں نہیں کی تھی؟ جس طرح اس دن تمام لوگوں نے صلح کرنے میں مصلحت سمجھی تو اگر حضرت علی علیہ السلام نے تنہا مصلحت کی خاطر جنگ نہیں کی تو کیا ہوا، جو جواب وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دیا جائے گا وہی جواب یہاں حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں دیا جائے گا اگر چہ آپ وصی و جانشین اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہادر نہیں تھے اور آپ کی کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا۔

جن دنوں خلافت کا ذکر رہتا تھا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"لَوْ کَانَ حَمْزَۃُ وَ جَعْفَرُ حَیَّیْنَ لَمَا طُمِعَ فِی هٰذَا الْاَمْرِ اَحَدٌ وَلٰکِنِّی قَدْ تُبْلِیتُ یُجْلِفِیْنَ جَافِیِیْنَ عَبَّاسٍ وَ عَقِیلُ"

اگر میرے چچا اور بھائی جعفر طیار زندہ ہوتے تو کوئی خلافت کی طرف لالچ کی نگاہ نہیں اٹھا

سکتا تھا یہ حضرات میرے مددگار اور غمگسار تھے اور لوگ بھی ان سے ٹھیک رہتے تھے لیکن جناب حمزہ و جناب جعفر نہ رہے اور میں ان دو جفا کار لوگوں کی زد میں آ گیا۔

جناب حمزہ کی جگہ عباس اور جناب جعفر کی جگہ عقیل ہیں کہ جن کے ساتھ میں ہونے کا کوئی سہارا و مدد نہیں ہے، اس لئے کہ جناب حمزہ غیرت وحمیت کے مالک تھے اور پیغمبر و جانشین پیغمبر سے بے حد محبت و انسیت رکھتے تھے۔

چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب جناب حمزہ شکار سے پلٹے تو کسی نے بتایا کہ ابوجہل نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کی ہے، آپ گھر نہیں گئے اور اسی وقت ابوجہل کی تلاش میں نکل گئے اور جو کمان لئے ہوئے تھے اسے ابوجہل کے سر پر مارا۔

جناب جعفر طیار کا مرتبہ یہ ہے کہ جب آپ حبشہ سے واپس ہوئے اور خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: نہیں معلوم کہ مجھے فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر کے واپس آنے کی۔

عقیل کا ہونا نہ ہونا برابر تھا وہ بھائی کو چھوڑ کر دنیاوی لالچ میں معاویہ کو دیکھنے کے لئے شام چلے گئے۔

جناب عباس سے نہ کوئی فائدہ تھا اور نہ کوئی نقصان، بہرحال اگر ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا تو کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔[1]

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت اور عمرو عاص کا اعتراف

قتل عثمان کے بعد معاویہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کی ٹھان لی، حکومت کے کارکنندہ سب راضی و متفق تھے، انہوں نے کہا: اس میں عمرو عاص کے بغیر مقصد تک نہیں پہنچا جا سکتا، اس زمانہ میں عمرو عاص مکر و فریب اور حیلہ بازی میں اپنی خود مثال تھا۔

معاویہ نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ وہ میری بات قبول نہ کرے، انہوں نے کہا کہ اسے مال و دولت کا

---

[1] حدیقۃ الشیعہ، ص۳۱۳، ۳۱۰۔

لالچ دے کر راضی کیجئے، چنانچہ معاویہ نے اس کے پاس خط میں لکھا کہ میں عثمان کا ولی ہوں اور عثمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے جنہیں ناحق قتل کر دیا گیا، جس کی وجہ سے صاحبان ایمان دل آزردہ ہیں اور سب پر ان کے خون کا انتقام لینا واجب ہے اور آخر میں لکھا کہ:

''اَنَا اَدْ عُوكَ اِلیٰ الْحظِّ الْاَ جزَلِ مِنَ الثَّوابِ وَالنَّصِيبِ

الَا وَفرمِنْ حُسْنِ الْمَأبِ بِقِتالِ مَنْ آوىٰ قَتَلَةَ عُثْمَان''

میں آپ کو دعوت دیتا ہوں ثواب کثیر کے ساتھ اس شخص سے جنگ کرنے کے لئے جس نے عثمان کے قاتل کو پناہ دی، آخر کس طرح ہوسکتا ہے کہ (ان تمام خدمات کے باوجود) آپ کو سب سے زیادہ اجر و ثواب نہ دیا جائے؟

عمرو عاص نے خط پڑھ کر کچھ باتیں تحریر کیں، اس لئے کہ اس نے خود اپنا تعارف خلیفہ رسول کی حیثیت سے کرایا اور خود کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست بتایا، اس کے بعد لکھا کہ جس چیز کی طرف آپ مجھے دعوت دیتے ہیں اس کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا دامن چھوڑ دوں اور آپ کے ساتھ گمراہی میں شریک ہوجاؤں، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا، کیوں کہ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف تلوار اٹھانا بہت بڑا کام ہے، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے وارث اور قاضی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؑ کہ جو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں ان کے شوہر، سبطین کہ جو جوانان جنت کے سردار ہیں ان کے والد اور خود جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے اور ساقی کوثر ہیں، لہٰذا ان سے کس طرح جنگ کی جاسکتی ہے اور آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں خلیفہ عثمان ہوں تو عثمان نے آپ کو کب خلیفہ بنایا ہے؟ اور اگر بنایا بھی ہے تو قتل عثمان کے بعد لوگ دوسرے کی بیعت کر چکے ہیں جس سے تمہاری بات ہی ختم ہوگئی اور آپ نے جو حضرت علی علیہ السلام کی طرف نسبت دی ہے کہ آنجناب عثمان سے حسد رکھتے تھے اور ان کے قتل میں شریک تھے تو محض بہتان ہے۔

اے معاویہ! آپ پرواے ہو کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اس طرح کی نسبت دی، کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے اسلام لانے میں سب پر سبقت کی اور ہجرت میں مقدم ہیں، انہوں نے اپنی جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ سوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنجناب کی شان اقدس میں فرمایا:

''هُوَ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ ''

وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، نیز غدیر کے دن فرمایا:

''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ''

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی علیہ السلام مولا ہیں اور خیبر کے دن فرمایا:

''لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَداً رَجُلًا کَرَّاراً غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ''

کل میں علم اسے دوں گا جو مرد ہوگا، کرار ہوگا، غیر فرار ہوگا اور خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہوں گے، نیز پرندہ (مرغ) کھانے کے لئے دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ ''

خدایا! اسے کھانے کے لئے ایسے شخص کو میرے پاس بھیج جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ (مرغ) کو کھائے، اس وقت حضرت علی علیہ السلام آئے، جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو کہا: ''والی والی''یعنی جس طرح علی علیہ السلام خدا کے نزدیک محبوب ہیں میرے نزدیک بھی محبوب ہیں نیز ان کی شان اقدس میں فرمایا:

''اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا''

میں شہر علم ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں اور خط میں لکھا کہ اے معاویہ! آپ جانتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں قرآن مجید کی بے حساب آیتیں نازل ہوئی ہیں اور ان میں آنجناب کا

کوئی شریک نہیں ہے مثلاً یہ آیت:

''یُو فُونَ بِالنَّذرِ''

نیز یہ آیت ''اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہ ...''

اور یہ آیت ''قُلْ لَا اَسْئَلُکُم عَلَیْہِ اَجراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُربیٰ''

نیز فلاں ،فلاں آیتیں ،ہم آپ جانتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (آنجناب علیہ السلام سے) فرمایا: جو آپ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو آپ سے دشمنی رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے دشمنی رکھتا ہے، خداوند عالم آپ کے محبوب و دوست کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

پس اس مرتبہ وفضیلت کے باوجود جو علی علیہ السلام کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حاصل ہے کس طرح کوئی شخص آپ کے فریب میں آسکتا ہے جو عقل اور دین رکھتا ہے اور کس طرح جنت کو چھوڑ کر جہنم میں جانے کے لئے راضی ہوسکتا ہے۔

عمرو عاص کا خط جب معاویہ کے پاس پہنچا تو اس نے (خط پڑھنے کے بعد) دوبارہ خط لکھا اور بہت سا مال پیش کیا، جب اس نے دیکھا کہ عمرو عاص راضی نہیں ہورہا ہے تو حکومت پیش کی، جب بات حکومت کی آئی تو عمرو عاص نے وہ دن اور پوری رات باطل خیالوں میں گزاردی اور صبح ہوتے ہی وردان نامی غلام کو بلا کر جو کافی عقل مند تھا اس سے مشورہ کیا، اس نے کہا: معاویہ آپ کو دنیا کا فریب دے رہا ہے اور دنیا ایسی چیز ہے کہ اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی اور علی علیہ السلام کی ہمراہی میں آخرت ہے کہ جس میں ہمیشہ کے لئے نعمتیں ہیں جن کی کوئی حد نہیں ،ابن عبداللہ بھی اس پر توقف کئے ہوئے ہے اور اس نے باپ کو نصیحت کی، لیکن عمرو عاص جو دنیا کی محبت میں اندھا ہو چکا تھا اسے نصیحتوں نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور آخر کار اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔[1]

---

[1] حدیقۃ الشیعہ ،ص ۳۵۸ و ۳۵۶۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ھام بن لاقیس بن ابلیس کا حاجت طلب کرنا

تاریخ کی معتبر کتابوں میں عجیب وغریب حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایک دن ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بہت طولانی قد آدمی مسجد میں داخل ہوا، میں نے کہا: لگتا ہے کہ یہ بنی آدم میں سے نہیں ہے، اصحاب نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اولاد آدم کے سوا بھی کوئی ہوسکتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں اور یہ انہی میں سے ایک ہے۔

اس نے قریب آ کر سلام کیا اور جواب سلام سنا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: آپ کون ہیں؟

اس نے کہا: میں ہام بن ھیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ کے اور ابلیس کے بیچ دو واسطہ ہیں۔

اس نے کہا: ہاں، جس وقت قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو میں بچہ تھا اور کافروں کے لشکر میں تھا یہاں تک کہ جناب نوحؑ کے ذریعہ مسلمان ہوا، اس کے بعد جناب ہود پیغمبرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور آنجنابؑ کے ساتھ نماز ادا کی اور ان سے جناب ادریس پر نازل ہونے والے صحیفوں کی تعلیم حاصل کی پھر آپ کے جد جناب ابراہیمؑ کی خدمت اقدس میں شرفیاب ہوا، انہوں نے مجھے صحیفوں کی تعلیم دی اور میں نار نمرودی میں ان کا مونس تھا، ان کے بعد جناب اسماعیل و جناب اسحاق اور جناب یعقوب کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور میں کنویں اور قید خانہ میں جناب یوسفؑ کے ساتھ تھا، ان کے بعد آپ کے بھائی جناب موسی کے محضر مبارک میں شرفیاب ہوا اور توریت پڑھی اور میں نے جناب یوشع بن نونؑ اور جناب داودؑ کی خدمت کی اور جالوت کی جنگ میں طالوت کی نصرت و مدد کی نیز جناب سلیمان اور آصف بن برخیا کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور آپ کے بھائی جناب عیسیؑ کی خدمت کی اور سب پیغمبروں نے خاص کر جناب عیسیؑ نے آپ کو سلام کہا ہے، اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب پیغمبروں اور میرے بھائی عیسیؑ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو، جب تک کہ زمین و

آسمان باقی ہیں اور آپ پر بھی کہ آپ نے وصیت کی حفاظت کی اور امانت ادا کی ،اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی حاجت وضرورت ہو تو بیان کیجئے۔

ہام نے کہا: میری آپ سے التجا اور حاجت وضرورت یہ ہے کہ اپنی امت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے وصی کی اطاعت وفرماں برداری کریں اور انہیں آنجنابؑ کی مخالفت کرنے سے منع کیجئے کیوں کہ میں نے گذشتہ امتوں کی حالت دیکھی ہے کہ وہ اوصیاء کی نافرمانی میں ہلاک ہوگئیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ہام! کیا آپ میرے وصی کو جانتے ہیں؟

ہام نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کتب الٰہی میں پڑھا ہے اور انبیاء سے سنا ہے اگر انہیں دیکھوں تو پہچان لوں گا۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا: حاضرین مجلس کی طرف نگاہ کیجئے اور بتایئے کہ ان میں ہے یا نہیں؟

ہام نے چاروں طرف تا حد نظر دیکھ کر عرض کیا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا وصی حاضرین مجلس میں کوئی نہیں ہے۔

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمان سے فرمایا کہ علی بن ابی طالبؑ کو بلا کر لایئے ، اس کے بعد ہام سے پوچھا: جناب آدمؑ کا وصی کون تھا؟

ہام نے کہا: جناب شیث۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جناب شیث کے وصی کون تھے؟

ہام: انوش قینان اور ان کے وصی مہلائیل اور ان کے وصی ادریسؑ تھے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جناب ادریس کے وصی کون تھے؟

ہام: متوشلح اور ان کے وصی کمک اور پھر ان کے بعد کافی طولانی عرصہ انبیاء کا گزرا جن میں اجر عظیم کے حامل آپ کے جد جناب نوحؑ تھے اور ان کے وصی سام اور سام کے وصی ارفخشد ،ان کے وصی غابر اور ان کے وصی شارح اور ان کے وصی قارح ،ان کے بعد مروع ،ان کے بعد ارعونا وحور اور

تارخ ترتیب کے ساتھ یک کے بعد دیگر وصی تھے اور ان کے صلب سے جناب ابراہیمؑ تھے، ان کے بعد جناب اسماعیلؑ اور قیدار و نبت واسحاق و یعقوب و یوسف وموسیٰ و یوشع و داؤد و سلیمان اور آصف بن برخیا ترتیب کے ساتھ انبیاء اور اوصیاء تھے یہاں تک کہ یہ سلسلہ جناب عیسیٰؑ تک پہنچا، ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھتے رہے کہ ان کا وصی کون تھا؟ ان کا وصی کون تھا... اور وہ بتاتے رہے: فلاں وفلاں یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بات پہنچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے میرے وصی کا آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب میں نام دیکھا ہے؟

ہام نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا، آپ کا نام توریت میں مید مید ہے اور آپ کے وصی کا نام ایلیا ہے اور آپ کا نام انجیل میں حمیا طا ہے اور آپ کے وصی کا نام فارقلیطا ہے اور مید مید کے معنی طیب وطاہر کے ہیں اور حمیا طا کے معنی مصطفیٰ (منتخب شدہ) کے ہیں اور ایلیا کے معنی صدیق اکبر کے ہیں اور فارقلیطا کے معنی خدا کے حبیب کے ہیں، نیز زبور میں آپ کا نام ماح ماح ہے یعنی کفر وشرک کو ختم کرنے والا، اور آپ کے وصی کا نام ھیدار ہے یعنی فاروق اعظم، اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وصی کو کس طرح سے پہچانیئے گا؟

ہام نے کہا: ان کی صفت کے ذریعہ پہچانوں گا، میں نے پڑھا ہے کہ: میانہ قد، گول چہرہ، چوڑا سینہ، بڑی آنکھیں، موٹی ران، پتلی پنڈلی، بڑا شکم اور بھرے بازو ہوں گے۔

ہام جب حضرت علی علیہ السلام کے صفات بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تو ان کے سامنے حضرت علی علیہ السلام آگئے، ہام نے فوراً کہا:

’’بِاَبِی اَنْتَ وَ اُمِّی یَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذا وَ اللّٰهِ وَصِیُّكَ‘‘

یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم یہ آپ کے وصی ہیں جو آرہے ہیں، آپ اپنی امت کو وصیت فرما دیجئے کہ ان کی مخالفت نہ کریں ورنہ ہلاک ہو جائیں گے، کیوں کہ گزشتہ

امتیں اوصیاء کی نافرمانی اور مخالفت میں ہلاک ہو چکی ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے بارہا امت کو وصیت و تاکید کی ہے اور جو کچھ کہہ سکتا تھا کہہ چکا ہوں۔

دوبارہ فرمایا: اگر کوئی اور حاجت و ضرورت ہو تو بیان کیجئے؟

ہام نے کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دین و شریعت کے ضروری مسائل سے آگاہ فرمائیں تاکہ نماز اور دیگر عبادتیں انجام دے سکوں، اس کے بعد ہام نے کھڑے ہو کر ولی خدا کی تعظیم و تکریم کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: ہام کو قرآن مجید کی تعلیم دیجئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ہام کو سورۂ فاتحہ، سورۂ توحید، معوذتین، آیت الکرسی، اور کچھ حصہ سورۂ آل عمران کا اور تھوڑا سا سورۂ اعراف اور سورۂ انعام اور بعض دیگر چھوٹے چھوٹے سوروں کی تعلیم دی، ہام ایمان لائے اور اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصتی کی اجازت مانگی اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا: میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کے سر مبارک کے اگلے حصہ پر بال نہیں ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا:: ہاں سچ کہتے ہو اور پھر آپ نے اسے اپنے سر کا اگلا حصہ دکھایا۔

پس ہام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام سے وداع ہو کر چلے گئے، اس کے بعد لیلۃ الھریر میں آنحضرت کی خدمت میں آئے اور صبح تک آپ کی خدمت میں آپ کے ساتھ دشمنوں کے ساتھ جہاد کیا اور پھر غائب ہو گئے۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ان کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا: ہام شہید ہو چکے ہیں، خدا ان پر رحمت نازل کرے نیز آپ نے ان کے حق میں دعا کی۔ [1]

---

[1] حدیقۃ الشیعہ، ص ۴۱۱ و ۴۰۹۔

حضرت علی علیہ السلام اور جناب عیسیٰ کے صحیفہ میں

کتاب ''شواہد النبوۃ'' میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ایک صحابی حبہ عرنی نے کہا: حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی معاویہ سے جنگ کے ایام میں حضرت علی علیہ السلام دریا کے کنارہ اترے اچانک ایک شخص نے کہا: ''السلام علیک یا امیر المومنین'' آنجناب نے جواب سلام دیا، اس شخص نے کہا: میں شمعون بن یوحنا ہوں، اس صومعہ (عبادت خانہ) کا مالک اور اس کی طرف اشارہ کیا جو کہ وہاں سے نزدیک تھا، اس نے کہا: میرے پاس ایک کتاب ہے کہ جسے جناب عیسیٰ کے اصحاب نے یک بعد دیگر میراث میں دیا، اگر آپ فرمائیں تو چلا جاؤں اور اگر فرمائیں تو پڑھوں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پڑھیئے، اس نے پڑھنا شروع کر دیا، نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اوصاف امت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لکھا ہوا تھا کہ ایک دن دریا کے کنارہ ایک شخص آئے گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس زمانہ میں دین اور رشتہ داری کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریبی ہوگا، اس کی نظر میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی اور اس کے لئے راہ خدا میں شہید ہونا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے، اس کی نصرت و مدد کرنا اور اس کی راہ میں شہید ہونا ہر عبادت سے افضل ہے، اس صحیفہ کو پڑھنے کے بعد اس شخص (شمعون) نے کہا: جب وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آج تک اس انتظار میں تھا کہ آپ یہاں تشریف لائیں، اب میں چاہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے گریہ و بکا کیا اور کہا: میں اس خدائے پاک کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ میں اس کے نزدیک ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہیں بھلا دیا جاتا ہے اور خدا نے مجھے اپنی کتاب میں یاد فرمایا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے حبہ عرنی سے کہا: آپ انہیں اپنے پاس رکھئے اور کھانے کے وقت بلایئے شمعون علی علیہ السلام کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ لیلۃ الھریر میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے

حضرت علی نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور انہیں قبر میں اتار کر فرمایا: یہ شخص ہم اہل بیت میں سے تھا۔[۱]

حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث

علمائے اہل سنت کی کتابوں کے مطابق

۱۔اَشْقَی الا خرین الَّذِی یَطْعَنُکَ یَا عَلِی۔[۲]

۲۔ اَعْلَمُ اُمَّتِی مِنْ بَعْدِی عَلِی بنُ اَبِی طَالب۔[۳]

۳۔اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِی حَتّٰی تُرِیَنِی علیاً[۴]

٤۔ اِنَّ اللّٰه اَمَرَنِی اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِن عَلِی۔[۵]

٥۔ اِنَّ اللّٰه جَعَلَ ذُرِّيَّةَ مُحمدٍ مِنْ صُلْبِ عَلِی بنِ اَبِی طالب۔[۶]

٦۔ اِنَّ اَوَّلَ اَھلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا اِلَیْھا عَلِی بن ابی طالب۔[۷]

٧۔ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ صَلّٰی مَعِی عَلِی۔[۸]

---

۱ حدیقۃ الشیعہ، ص ۴۱۷۔

۲ طبقات کبریٰ، ج ۳، ص ۳۵، ابن سعد

۳ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۹۷۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۱۴۔ ینابیع المودۃ، ص ۲۳۵۔

۴ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۲۶۔ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۸۔ بدایہ والنھایہ، ج ۱۱، ص ۳۵۷۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۹۴۔ مختصر تاریخ دمشق، ۱۷، ص ۳۸۵۔

۵ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۶۰۶۔ ۶۰۰

۶ المناقب ابن مغازلی، ص ۴۹ و ینابیع المودۃ، ص ۳۰۰۔

۷ ارجح المطالب، ص ۶۶۱۔

۸ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۲۴۵ و ینابیع المودۃ، ص ۶۲۔

۸۔ اِنَّ عَلیٰ الصِّراطِ لَعَقَبَةً لَا یَجُوزُھَا اَحَدُ اِلَّا بِجَوازٍ مِنْ عَلِی بن ابی طَالب[۱]

۹۔ اُوصِی مَنْ اٰمَنَ بِی وَ صَدَّقَنِی بِوِلَایَةِ عَلِی بنِ اَبِی طَالب[۲]

۱۰۔ اَوَّلُ ثُلْمَةٍ فِی الاسْلامِ مُخالَفَةُ عَلِی[۳]

۱۱۔ اَوَّلُکُمْ وَارِداً عَلَیَّ الْحوضِ ، اَوَّلُکُم اِسْلاماً عَلِی بن ابی طالب[۴]

۱۲۔ زَیِّنُوا مَجَالِسَکُم بِذِکْرِ عَلِی بنِ ابِی طالب[۵]

۱۳۔ سُدُّوا اَبْوابَ الْمَسْجِدِ کُلَّهَا اِلَّا بَابَ عَلِی[۶]

۱۴۔ عُنْوانُ صَحِیْفَةِ الْمُومِنِ حُبُّ عَلِی بُنِ اَبِی طَالب[۷]

۱۵۔ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالفقار وَ لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی[۸]

۱۶۔ لَا یُبَلِّغُ عَنِّی اِلَّا اَنَا وَ عَلِی[۹]

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۳۵۷۔

۲۔ المناقب لابن مغازلی۔ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۲۹۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۱۰۸۔

۳۔ المناقب المرتضویہ، ص ۱۱۵۔ وینابیع المودة، ص ۲۵۷۔

۴۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۳۶۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۶۱۶۔ ینابیع المودة، ص ۲۳۵۔

۵۔ المناقب لابن مغازلی، ۲۱۱۔

۶۔ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۱۰۸۔

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۱۔ تاریخ دمشق، ج ۱، ص ۴۵۵۔ المناقب لابن مغازلی، ص ۲۴۳۔ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۶۰۱۔ ینابیع المودة، ص ۱۸۰ و ۲۳۱۔

۸۔ تاریخ طبری، ج ۲ ص ۱۹۷۔ کفایة الطالب، ص ۲۷۷۔ ۲۸۰۔ فرائد السمطین، ج ۱، ص ۲۵۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۷۴۔ المناقب خوارزمی، ص ۱۰۷۔ المناقب ابن ابی طالب، ص ۱۹۷۔ ۱۹۹۔

۹۔ تاریخ اصبہان، ابن نعیم، ج، ص ۲۵۳۔

۱۷ ۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ جَاءَ بِجَوازٍ مِنْ عَلِیِ بنِ اَبِی طالب[1]

۱۸ ۔ لَا یَقْضِی دَیْنِی غَیْرِی اَوْ عَلِی[2]

۱۹ ۔ لِکُلِّ نَبِیٍ خَلِیلٌ وَ اِنَّ خَلِیلِی وَ اَخِی عَلِی[3]

۲۰ ۔ لِکُلِّ نَبِی صَاحِبُ سِرٍّ وَ صَاحِبُ سِرِّی عَلی بن اَبِی طالب[4]

۲۱ لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَ وارِثٌ وَ اِنَّ وَصِی وَ وارِثِی عَلِی بن اَبِی طالب[5]

۲۲ ۔ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ سَیدِ شَبابِ الْعَرَبِ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ عَلِی[6]

۲۳ ۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَاِنَّ مَوْلَاہ عَلِی[7]

۲۴ ۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اُصِیکُم بِحُبِّ ذِی اَقْرَبِیھَا اَخِی وَ ابنِ عَمِّی عَلِی بن ابی طالب[8]

۲۵ ۔ یَفْتَخِرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ آدمُ بِابنِہٖ شَیث وَ اَفْتَخِرُ اَنَا بِعَلِی بنِ اَبِی طالب[9]

۱۔ المناقب لابن مغازلی، ص۱۱۹

۲۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۱۲

۳۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۳۴

۴۔ ینابیع المودۃ۔ ص۲۳۵۔

۵۔ المناقب، لابن مغازلی، ص۲۰۱۔

۶۔ المناقب، لابن مغازلی، ص۲۱۴۔

۷۔ مستدرک حاکم، ج۳ ص۱۳۴۔

۸۔ ابن عساکر، ج۲، ص۲۰۷

۹۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۳۲۳۔

۲٦ ـ عَلِیٌّ اَخِی فِی الدُّنیَا وَ الآخِرَۃِ [۱]

۲۷ ـ عَلِیٌّ اَعْلَمُ النَّاسِ بِاللّٰہِ [۲]

۲۸ ـ عَلِیٌّ اِمَامُ الْبَرَرَہ وَ قَاتِلُ الْفَجَرَہ، مَنْصُورٌ مَنْ نَصَرَہ مَخْذُولٌ مَنْ خَذَلَہ [۳]

۲۹ ـ عَلِیٌّ اَمِیرُ الْمؤمِنِینَ وَ سَیدِ الْمُسْلِمِینَ [۴]

۳۰ ـ عَلِیٌّ اَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِی وَ صَدَّقَنِی [۵]

۳۱ ـ عَلِیٌّ بَابُ حِطَّۃٍ مَنْ دَخَلَ مِنْہُ کَانَ مُومِناً [٦]

۳۲ ـ عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِی وَ مُبِینٌ لِاُمَّتِی مَا اُرْسِلْتُ بِہٖ مِنْ بَعْدِی [۷]

۳۳ ـ عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ فَمَنْ اَبیٰ فَقَدْ کَفَرَ [۸]

۳٤ ـ عَلِیٌّ رَایَۃُ الْھُدیٰ وَ مَنَارُ الْاِیمَانِ وَ اِمَامُ اَولِیائِی وَ نُورُ جَمِیْعِ مَنْ اَطَاعَنِی [۹]

---

[۱] کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۲ ۔ ینابیع المودۃ، ص۸۰ ۔

[۲] کنز العمال، ج۱۱، ص۶۱۴ ۔

[۳] کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۲

[۴] کفایۃ الطالب، ص۱٦۸ ۔ فرائد السمطین، ج۱ ص۱۴۹ ۔ ینابیع المودۃ، ص۸۱ و۱۲۹ ۔

[۵] ابن عساکر، ج۱ ص۶۳ ومختصر التاریخ دمشق، ج۱۷، ص۳۰۵ ۔

[٦] کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳ ۔

[۷] کنز العمال، ج۱۱، ص۶۱۴ ۔ ینابیع المودۃ، ص۲۳۵ ۔

[۸] ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۴۵ ۔ کفایۃ الطالب، ص۲۴۴ ۔ کنز العمال، ص ۶۲۵ ۔ فوائد المجموعہ، ص ۳۴۸ ۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰ ۔ مختصر التاریخ دمشق، ص۱۸ و۱۴ ۔

[۹] تاریخ بغداد، ج۱۴ و۹۹ ۔

۳۵۔ عَلِیٌّ طَاعَتُہٗ طاعَتِی وَ مَعْصِیَتُہٗ مَعْصِیَتِی[۱]

۳۶۔ عَلِیٌّ عَلیٰ بَیِّنَۃٍ مِن رَبِّہٖ وَ اَنا شَاھِدٌ مِنْہُ[۲]

۳۷۔ عَلِیٌّ قَسِیمُ النَّارِ وَ الْجَنَّۃِ[۳]

۳۸۔ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِی وَ لَنْ یَفْتَرِقا حَتّٰی یَرِدَ اعَلیَّ الْحَوضِ[۴]

۳۹۔ عَلِیٌّ مَعَ الْقُرآنِ وَ الْقُرآنُ مَعَ عَلی۔[۵]

۴۰۔ عَلِیٌّ مَلِیءُ اِیمَاناً اِلیٰ مُشَاشِہٖ۔[۶]

۴۱۔ عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ رَاسِی مِنْ بَدَنِی۔[۷]

۴۲۔ عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ ھَارُونَ مِنْ مُوسیٰ اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔[۸]

۴۳۔ عَلِیٌّ مِنِّی وَ اَنَا مِنْ عَلی وَ لَا یُؤَدِّی عَنِّی اِلَّا اَنَا اَوْ عَلی۔[۹]

۱۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۱۷۹۔

۲۔ کفایۃ الطالب، ص۲۳۵۔

۳۔ ینابیع المودۃ، ص۸۰۔

۴۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۳۲۱۔ ابن عساکر، ج۳، ص۱۲۰۔

۵۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص۱۲۴۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص۱۳۴۔ تاریخ الخلفاء سیوطی، ص۱۷۳۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳۔

۶۔ کنوز الحقائق، ص۹۸۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰۔

۷۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص۱۲۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰و۲۵۴۔

۸۔ مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷، ص۳۴۵۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳۔

۹۔ مسند احمد، ج۴، ص۱۶۴ و تاریخ اصبہان ج۱، ص۲۵۳۔ فرائد السمطین ج۱، ص۵۹۔ بدایہ والنہایہ ج۷، ص۳۵۷۔ المناقب ابن مغازلی ص۲۲۷۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳۔ ینابیع المودۃ، ۱۸۰۔

٤٤ . عَلِيٌّ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ وَ هُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُومِنٍ بَعْدِی ١ ؎

٤٥ . عَلِيٌّ مَولیٰ مَنْ کُنْتُ مَولَاهُ ٢ ؎

٤٦ . عَلِيٌّ هُوَ نَفسِی وَ اَنَا نَفسُهُ ٣ ؎

٤٤ . عَلِيٌّ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ وَ هُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُومِنٍ بَعْدِی ٤ ؎

٤٧ . عَلِيٌّ وَ شِیْعَتُه هُمُ الْفَائِزُونَ ٥ ؎

٤٨ . عَلِيٌّ یَزْهَرُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ کَکَوکَبِ الصُّبحِ لِاَهْلِ الدُّنیَا ٦ ؎

٤٩ . عَلِيٌّ یَعْسُوبُ الْمُومِنِینَ وَ الْمَالُ یَعْسُوبُ الْمُنَافِقِینَ ٧ ؎

٥٠ . عَلِيٌّ یَقْضِی دَیْنِی وَ یُنجِزُ مَوْعِدِی وَ خَیْرُ مَنْ اُخَلِّفُ بَعْدِی مِنْ اَهْلِی ٨ ؎

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت شب جمعہ فجر صادق سے پہلے ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو ہوئی، آپ کو ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ نے مسجد کوفہ میں تلوار سے شہید کیا، یہ (دردناک) واقعہ اس وقت پیش آیا کہ جب حضرت علی علیہ السلام ۱۹ ویں شب رمضان کو نماز صبح کے لئے گھر سے نکلے اور لوگوں کو اٹھاتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے

۱؎ المسند احمد، ج۴، ص۱۶۴۔ ابن عساکر، ج۲، ص۳۷۸۔ تاریخ اصبہان، ج۱، ص۲۵۳۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۵۹۔ بدایہ والنہایہ، ج۷، ص۳۵۷۔ المناقب لابن مغازلی۔ ص۲۲۷۔۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰۔

۲؎ ابن عساکر، ج۱، ص۳۷۹۔ فرائد السمطین، ج۱، ص۵۶۔ المناقب لابن مغازلی، ص۲۳۰۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰۔

۳؎ ابن عساکر، ج۱، ص۳۶۶۔۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۳۔۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰۔

۴؎ المناقب خوارزمی، ۹۰۔

۵؎ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰ و ۲۳۷۔

۶؎ فرائد السمطین، ج۱، ص۲۹۵۔۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۹۔ ۶۱۱۔ ینابیع المودۃ، ص۱۸۰۔

۷؎ ابن عساکر، ج۲، ص۲۶۰۔ کفایۃ الطالب، ص۲۱۶۔۔ کنز العمال، ج۱۱، ص۶۰۴۔ ینابیع المودۃ، ص۲۸۵۔

۸؎ فرائد السمطین، ج۱، ص۶۰۔

ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ رات ہی سے آنجناب علیہ السلام کی تاک میں تھا۔

آنجناب علیہ السلام جب اس کے پاس سے گزرے تو وہ سونے والوں کے بیچ پڑا ہوا سو رہا تھا اور اپنے مقصد کو چھپائے ہوئے تھا۔

نماز کی حالت میں اچانک اس نے زہر آلود تلوار سے آنجناب علیہ السلام کے سر اقدس پر حملہ کیا، اس کے بعد آپ ۱۹ ویں رمضان سے لے کر ۲۱ ویں شب رمضان کے تہائی حصہ تک زندہ رہے، پھر مظلومیت کے ساتھ دعوت اجل کو لبیک کہہ دیا، اگر چہ آپ پہلے سے آگاہ تھے اور وقت سے پہلے لوگوں کو اس کے بارے میں خبر دے چکے تھے، آپ کے غسل وکفن اور دفن کا کام آپ کے حکم کے مطابق آپ کے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے انجام دیا، اس کے بعد آپ کے جنازہ کو نجف کی طرف لے گئے اور وہاں دفن کیا اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے فرزندوں نے آپ کی قبر کو مخفی کر دیا کیوں کہ آپ اپنے بعد حکومت بنی امیہ اور ان کے عقائد سے جن میں آنجناب کی دشمنی بھری ہوئی تھی بخوبی واقف تھے، آپ بنی امیہ کی بری نیتوں سے آگاہ تھے کہ وہ اپنے بد اعمال اور گفتار کی برائیوں سے حتی الامکان باز نہیں آئیں گے، چنانچہ آپ کی قبر مبارک پوشیدہ رہی یہاں تک کہ (بنی امیہ کے بعد) بنی عباس کا دور حکومت آیا تب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی قبر کا نشان بتایا۔

اس وقت منصور دوانیقی شہر حیرہ میں تھا، حضرت امام صادق علیہ السلام اس سے ملنے کے لئے جاتے تھے، راستہ میں قبر مبارک کی زیارت بھی کرتے تھے جس سے شیعہ لوگ جان گئے کہ اس جگہ حضرت علی کی قبر مبارک ہے، وقت شہادت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی [۱]۔

حضرت علی علیہ السلام اور قاتل کا علم

اس حادثہ کے پیش آنے سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے جو خبریں دی تھیں اور ان کے واقع

---

[۱] ارشاد مفید جلد اول باب اول، فصل دوم، ص ۹۔۸، چاپ انتشارات علمیہ اسلامیہ۔

ہونے کا آپ کو علم تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ علی بن منذر طریفی، ابی الفضل عبدی سے، وہ قطر سے، وہ ابی الفضل عامر بن وائلہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو بیعت کے لئے جمع کیا تو ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آیا، آپ نے اسے دو، تین مرتبہ واپس کیا اور اس کے بیعت کرنے سے راضی نہیں تھے، اس کے بعد جب آپ نے اس کی بیعت قبول کی تو آپ نے بیعت لیتے وقت اس سے کہا کہ خدا کی قسم تم اس داڑھی کو خون سے خضاب کرو گے اور اپنے ہاتھ کو اپنی داڑھی اور سر پر پھیرا۔

جب ابن ملجم آنجناب کے پاس سے واپس ہوا تو آپ نے یہ دو شعر پڑھے:

(۱) اُشْدُدْ حَيازِيكَ لِلْموتِ فَاِنَّ الْموتَ لاقِيكَ

اپنی کمر کو مرنے کے لئے مضبوط باندھ لیجئے، بے شک تم سے موت ملاقات کو آرہی ہے۔

(۲) وَلا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوتِ اِذا حَلَّ بِوادِيكَ

موت سے غمزدہ وگھبرائیے نہیں، جب وہ تمہارے آنگن میں آجائے۔ [۱]

حضرت علی علیہ السلام کا ابن ملجم کو مرکب دینا

جعفر بن سلیمان ضبعی، معلّیٰ بن زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آکر عرض کیا کہ آپ مجھے مرکب پر سوار کیجئے (یعنی مرکب دیجئے) حضرت علی نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم عبدالرحمٰن بن ملجم ہو؟

عرض کیا: جی ہاں۔

حضرت علی علیہ السلام نے غزوان سے فرمایا کہ اسے سرخ مرکب پر سوار کردیجئے۔

غزوان سرخ رنگ کا گھوڑا لے کر آئے اور ابن ملجم کو دے دیا، ابن ملجم اس پر سوار ہو کر چلا گیا،

---

[۱] ارشاد مفید، ج ۱، باب اول، فصل سوم، ص ۱۰۔۹، چاپ انتشارات علمیہ اسلامیہ

اس نے جیسے ہی جانے کے لئے رخ بدلہ تو حضرت علی علیہ السلام نے عمرو بن معدیکرب کا شعر پڑھا:

أُرِيدَ حَيَاتَهُ وَ يُرِيدَ قَتْلِي عُذْرِيكَ مِنْ خَلِيلَكَ مِنْ مُرَادٍ

میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، اپنے دوست مرادی سے اپنا عذر بیان کر۔

کہتے ہیں کہ جس وقت ابن ملجم نے حضرت علی علیہ السلام کے سر اقدس پر ضربت لگائی تو مسجد سے فرار کیا، مگر لوگ جب اس کو پکڑ کر حضرت علی علیہ السلام کے پاس لائے تو آپ نے اس سے فرمایا:

'' وَ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ بِكَ مَا اَصْنَع و اَعْلَمُ اَنَّكَ قَاتِلِي وَ لَكِنَّ كُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ بِكَ لِاَسْتَظْهِرَ بِاللّٰه عَلَيْكَ ''

خدا کی قسم میں نے وہ تمام نیکیاں تیرے ساتھ یہ جانتے ہوئے کیں کہ تو میرا قاتل ہے، لیکن میں نے وہ نیکیاں تیرے ساتھ کیں تا کہ تجھ پر اتمام حجت کے ساتھ خدا سے مدد حاصل کروں[1]

حضرت علی علیہ السلام اور آخری رمضان

علی بن جزور، اصبغ بن نباتہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام جس مہینہ میں شہید ہوئے اسی مہینہ میں آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: ماہ مبارک رمضان آ گیا اور یہ مہینہ سارے مہینوں کا سید و سردار ہے، یہ نہایت ہی برکتوں کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں حکومت کی چکی گردش میں رہے گی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آنجناب کا مطلب یہ تھا کہ اس سال خلافت، حکومت کے رنگ میں رنگ جائے گی اور آپ کا اشارہ خلافت معاویہ کی طرف تھا (بعض کتابوں میں سلطان کی جگہ شیطان کا لفظ ہے) یعنی شیطان کی چکی گردش میں آ جائے گی، جان لو کہ اس سال تم (بغیر امام و پیشوا کے) ایک صف میں حج ادا کرو گے، اس کی علامت یہ ہے کہ میں تمہارے بیچ نہیں رہوں گا۔ اصبغ کہتے ہیں: آنحضرت اس طرح اپنی موت کی خبر دے رہے تھے، مگر ہم سمجھ نہ پائے۔

---

[1] ارشاد مفید، ج ۱، باب اول، فصل سوم، ص ۱۱۔

حضرت علیؑ کا رمضان میں کم کھانے کا سبب

فضل بن دکین عثمان بن مغیرہ سے نقل کرتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو حضرت علیؑ نے ایک شب حضرت امام حسنؑ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور ایک شب حضرت امام حسینؑ کے ساتھ اور ایک شب جناب عبداللہ کے ساتھ، آپ تین لقموں سے زیادہ کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک شب آپ سے کم کھانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

خدا کا امر (موت) مجھ تک آنے والا ہے، لہٰذا چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا پیٹ خالی رہے اور اب ایک، دو شب سے زیادہ باقی نہیں ہے، اسی شب کے آخر میں آپ کے سراقدس پر ضربت لگائی گئی۔[1]

حضرت علیؑ اور خواب میں حضرت رسول خداؐ کا دیدار

اسماعیل بن زیاد کہتے ہیں کہ ام موسیٰ نے۔ جو حضرت علیؑ کی کنیز تھی۔ مجھ سے حدیث بیان کی کہ میں نے سنا کہ حضرت علیؑ نے اپنی صاحبزادی جناب ام کلثوم سے فرمایا:

اے بیٹی! میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت کم مدت تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔

جناب ام کلثوم نے عرض کیا: کس طرح بابا جان؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے خواب میں حضرت رسول خداؐ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے میرے منھ سے گرد وغبار کو صاف کیا اور فرمایا:

اے علی! اب کچھ نہیں بچا جو وظیفہ تھا آپ اسے ادا کر چکے۔

جناب ام کلثوم کہتی ہیں کہ اس بات کو تین شبوں سے زیادہ نہ ہوئی تھی کہ آپ کے سراقدس پر ضربت لگائی گئی، جناب ام کلثوم یہ سن کر رونے لگیں، حضرت علیؑ نے فرمایا: بیٹی! گریہ وبکا مت

---

[1] ارشاد مفید، ج ۱، باب اول، فصل ۴۔

کیجئے، کیوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اے علی! ہمارے پاس آجایئے جو ہمارے پاس ہے وہ آپ کے لئے بہتر ہے۔[۱]

نیز عمار دہنی، ابو صالح حنفی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امت کی طرف سے جو رنج وغم اور تکلیف مجھے پہنچی نیز اپنی نسبت ان کی عداوت ودشمنی کی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی اور نالہ وبکا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! گریہ وبکا مت کیجئے، آنحضرت نے ایک طرف نگاہ کی اور میں نے بھی اسی طرف دیکھا تو دو آدمی دکھائی دیئے جن کے بازو بندھے ہوئے تھے اور دو بڑے پتھر سے ان کے سروں پر ضربت لگائی جا رہی تھی، ابو صالح کہتے ہیں کہ (راوی نے) کہا: اس دن صبح کے وقت حسب معمول آنجناب کے گھر کی طرف جا رہا تھا، جیسے ہی قصاب کے بازار میں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ کہہ رہے ہیں: امیر المومنین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے، امیر المومنین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔(۲)

مؤلف: یہ خواب اس بات کا کنایہ ہے کہ وہ دو افراد ابو بکر وعمر تھے جو عظیم بار خلافت کے نیچے چلے گئے جب کہ اس پر قادر نہ تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حجارۃ من سجیل (یعنی ابابیل کے سنگریزوں) کا شکار ہو گئے کیوں کہ خلافت کو (کعبہ کی طرح) خراب کرنا چاہتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا مسجد میں نماز شب ادا نہ کرنا

عبد اللہ بن موسیٰ، حسن بن دینار سے بحوالہ حسن بصری حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت علی علیہ السلام اس شب کہ جس کی صبح آپ کے سر اقدس پر ضربت لگی پوری رات بیدار رہے اور خلاف معمول اس شب نماز پڑھنے کے لئے مسجد نہیں گئے۔

آپ کی صاحبزادی جناب ام کلثوم نے آپ سے عرض کیا: بابا جان! آپ کس وجہ سے آج نہیں سوئے؟

---

[۱] ارشاد مفید، ج۱، باب اول، فصل ۴، ص ۱۳۰۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس شب سو جاؤں تو قتل ہو جاؤں گا، اتنے میں (آپ کے مؤذن) ابن نباح نے مسجد میں آ کر اذان دینا شروع کی، حضرت علی علیہ السلام کچھ دور چلنے کے بعد واپس ہو گئے، جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا: جعدہ سے۔ جو آنجناب کے بھانجے تھے۔ کہہ دیجئے کہ آج وہ نماز پڑھائیں، فرمایا: ٹھیک ہے ان سے کہہ دیجئے کہ آج وہ نماز پڑھائیں، اس کے بعد (دل میں) کہا: موت سے فرار نہیں ہے اور پھر خود مسجد چلے گئے، وہ (ابن ملجم) پوری رات (مسجد میں) بیدار رہ کر آنحضرت علیہ السلام کا راستہ تک رہا تھا لیکن جیسے ہی نسیم سحر چلی تو اسے نیند آگئی، حضرت علی علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور اسے اٹھا کر فرمایا: نماز۔ نماز۔ ابن ملجم کھڑا ہوا اور اس نے اسی حالت میں مولا کے سر اقدس پر ضربت لگائی۔[۱]

حضرت علی علیہ السلام کے شہید ہونے کے سلسلہ میں جو خبریں دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جسے بعض مؤرخین نے رقم کیا ہے:

ابو مخنف و اسماعیل بن راشد و ابو ہاشم رفاعی و ابو عمرو ثقفی وغیرہ نے خبر دی ہے کہ بعض خوارج مکہ میں جمع ہوئے اور حکمرانوں اور شہروں کے والیان کے بارے میں باتیں اور عیب جوئی کرنے لگے اور ان کے کردار و رفتار کو برا قرار دیا اور اہل نہروان جو خوارج میں سے جنگ نہروان میں قتل ہو چکے تھے ان پر افسوس ظاہر کیا، ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا کہ بہتر ہے کہ ہم اپنی جانیں خدا کی راہ میں فروخت کر دیں اور ان گمراہ حکمرانوں کے پاس جا کر ان کی تاک میں رہیں اور موقعہ غنیمت پا کر اچانک انہیں قتل کر دیں تا کہ لوگ ان کی طرف سے آرام و سکون سے رہیں اور ضمنا اپنے شہید بھائیوں کے خون کا بدلہ بھی لیں جو جنگ نہروان میں ان کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں، اسی پروپگنڈہ کے تحت انہوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان باندھا کہ ایام حج کے بعد اس کام کے لئے نکل پڑیں گے، عبد الرحمن بن ملجم لعنۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بے فکر رہیں (انہیں قتل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے)۔

---

[۱] ارشاد مفید، ج ۱، باب اول، فصل ۴، ص ۱۲۔

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا: میں آپ کو معاویہ کی طرف سے بے فکر کرتا ہوں، اس کا کام تمام کرنا میرے ذمہ ہے۔

عمرو بن بکر تمیمی نے کہا: میں آپ کو عمرو عاص کی طرف سے بے فکر کرتا ہوں، اس کا کام تمام کرنا میرے ذمہ ہے۔

ان تینوں آدمیوں نے اس مصصم ارادہ پر ایک دوسرے سے عہد و پیمان باندھا کہ اس کو حتما پورا کریں گے اور اس کام کو انجام دینے کے لئے انیسویں رمضان کی تاریخ کا ابن ملجم نے وعدہ کیا اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ابن ملجم کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اپنے دوستوں سے ملاقات کی البتہ اس نے اپنے ارادہ سے انہیں آگاہ نہیں کیا، اس ڈر سے کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے، اس بیچ وہ ایک دن قبیلہ ''تیم رباب'' کے اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور اس کے پاس اخضر تیمی کی بیٹی قطام سے ملاقات کی، حضرت علی علیہ السلام اس کے باپ اور اس کے بھائی کو جنگ نہروان میں قتل کر چکے تھے اور وہ قطام اس زمانہ کی بہت خوبصورت لڑکی تھی، ابن ملجم نے اسے دیکھا تو اس پر عاشق ہو گیا اور اس وقت اس نے اس سے شادی کی درخواست کی۔

قطام نے کہا: میری مہر تین چیزیں ہیں:

۱۔ تین ہزار درہم۔

۲۔ خدمت کے لئے ایک کنیز اور ایک غلام۔

۳۔ حضرت علیؑ بن ابی طالب کا قتل۔

ابن ملجم نے کہا: جو آپ نے کہا ہے اسے میں پورا کروں گا لیکن علی بن ابی طالبؑ کو کس طرح قتل کر سکتا ہوں؟

قطام نے کہا: انہیں دھوکہ سے قتل کرنا ہے اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو سمجھو کہ تم نے میرے دل کو شفا دے دی اور میرے ساتھ عیش کی زندگی سے لطف اندوز ہو گئے اور اگر اس راہ میں قتل ہو گئے تو

آخرت میں ثواب ملے گا جو تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

ابن ملجم نے کہا: خدا کی قسم میں اس شہر میں جو آپ چاہتی ہیں اسی کام کے لئے آیا ہوں اور وہ علی بن ابی طالبؑ کا قتل ہے اور یہ بھی جان لیجئے کہ جو آپ چاہتی ہیں اس کو میں انجام دوں گا۔

قطام نے کہا: میں بھی اس میں تمہاری مدد کروں گی اور تمہاری مدد کے لئے کچھ افراد مہیا کرتی ہوں، اسی بنا پر اس نے کسی کو وردان بن خالد۔ جو قبیلہ تیم رباب میں سے خوارج کے ساتھ تھا نیز حضرت علی علیہ السلام کا دشمن اور قطام کے خاندان میں سے تھا اس کے پاس بھیجا، جانے والے نے پورا ماجرا اس سے بیان کر کے ابن ملجم کے لئے مدد کی درخواست کی۔

وردان نے (دشمنی علی کی خاطر) قبول کر لیا، (اس طرف) ابن ملجم اس کے گھر سے نکل کر قبیلہ اشجع کے ایک شبیب بن بحرہ نامی شخص کے پاس گیا جو خوارج کا ہم عقیدہ تھا اور اس سے کہا:

اے شبیب! کیا تم دنیا و آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں، آخر کس طرح؟

ابن ملجم نے کہا: حضرت علی علیہ السلام کو قتل کرنے میں میری مدد کر کے۔

شبیب نے کہا: اے ابن ملجم! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو نے ایک عظیم اور بہت سخت کام کا ارادہ کیا ہے، تو اس میں کس طرح کامیاب ہوگا؟

ابن ملجم نے کہا: کوفہ کی بڑی مسجد میں، ان کے راستے میں چھپ جاؤں گا اور جب وہ نماز پڑھنے کے لئے آئیں گے تو اچانک ان پر حملہ کر دوں گا، اگر قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس طرح ہمارے دلوں کو شفا مل جائے گی اور ہم اپنے اعزا و اقرباء کے خون کا بدلہ لے سکیں گے۔

نیز ابن ملجم نے اس سے اس طرح کی باتیں کیں کہ وہ مدد کرنے پر راضی ہو گیا، پھر دونوں کوفہ کی ایک بڑی مسجد میں آئے اور قطام جو مسجد میں اعتکاف میں بیٹھی تھی اس کے پاس جا کر کہا: ہم دونوں ایک ساتھ انہیں قتل کریں گے۔

قطام نے ان سے کہا: جب اس کام کو انجام دینا ہو تو میرے پاس آنا (جتنا ممکن ہوگا میں تمہاری مدد کروں گی) اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے اور چند دنوں بعد پھر اس کے پاس آئے اور وردان بن خالد کو بھی ساتھ لائے یہ واقعہ شب بدھ ۱۹ویں رمضان ۴۰ھ کا ہے۔

پس قطام نے ریشم کا کپڑا منگا کر ان کے سینوں کو مضبوطی سے باندھا اور انہوں نے کمر میں تلوار لٹکائی اور اس دروازہ پر آکر بیٹھ گئے جس سے حضرت علیؑ نماز پڑھنے کے لئے مسجد جایا کرتے تھے، اس ماجرا سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے قتل جیسے شرمناک ارادہ سے اشعث بن قیس کو آگاہ کیا جو شروع میں حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھا لیکن آخر میں خوارج کے ساتھ ہو گیا تھا، وہ ان کا ساتھ دینے کے لئے اس شب انہی کے ساتھ ہو گیا۔

حجر بن عدی۔ جو کہ حضرت علی علیہ السلام کے چاہنے والے تھے اور شیعہ بزرگوں میں سے تھے۔ اس شب مسجد میں تھے کہ اچانک انہوں نے سنا کہ اشعث بن قیس ابن ملجم سے کہہ رہا تھا جلدی کرو کہ سپیدۂ صبح نمودار ہونے والی ہے۔

حجر بن عدی ان کی باتوں سے سمجھ گئے لہٰذا اس سے کہا: سوچتا ہے کہ ان تک تیری رسائی ہو جائے گی اور تو انہیں قتل کر دے گا یہ بہت مشکل ہے، خدا کا شکر کے راز فاش ہو گیا ہے جس کے نتیجہ میں تو اپنی آرزو تک نہیں پہنچ سکتا، یہ کہہ کر آپ بے خوف وخطر فوراً مسجد سے بھاگتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑے تا کہ ان کی ناپاک سازش سے مولا کو باخبر کر دیں اور ان کو قتل ہونے سے بچا لیں مگر (افسوس کہ) حضرت علی علیہ السلام دوسرے راستے سے مسجد آرہے تھے اور ابن ملجم نے حضرت علی علیہ السلام پر حجر بن عدی کے ملنے سے پہلے حملہ کر دیا، جب حجر بن عدی واپس مسجد پلٹے تو دیکھا کہ لوگ کہہ رہے ہیں: حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہید ہو گئے۔

مؤلف: اس خبر کو اور عبد اللہ بن موسیٰ کی خبر کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جو روایت سے استنباط ہوتا ہے کہ ابن ملجم مسجد میں سویا ہوا تھا کہ اشعث بن قیس کندی نے اسے اشارہ کیا کہ خواب

سے بیدار ہو اور جلدی کر کہ سپیدۂ صبح نمودار ہونے والی ہے لیکن ابن ملجم دوبارہ سو گیا اور پھر اسے حضرت علی علیہ السلام نے پاؤں سے بیدار کیا اور اس نے پیچھے سے آپ پر حملہ کیا۔

عبداللہ بن محمد ازدی کی خبر میں اس طرح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نماز صبح کے لئے مسجد تشریف لائے، آپ نے کہا: الصلاۃ، الصلاۃ، ابھی آپ کی آواز ختم نہیں ہوئی تھی کہ اچانک تلوار چمکی اور کسی کی آواز سنائی دی: ''للہ الحکم یا علی لا لک'' اے علی! خدا کے لئے حکم ہے نہ کہ آپ کے لئے اور نہ آپ کے چاہنے والوں کے لئے یہ جملہ جنگ صفین میں حکمیت اور خوارج کے شعار کی طرف اشارہ تھا۔

شروع میں شبیب بن بجرہ نے تلوار سے وار کیا مگر وہ خالی گیا، ایک شخص نے اسے زمین پر گرا دیا اور اس کے سینہ پر سوار ہو گیا اور قتل کرنے کے لئے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی مگر اس وقت اس نے دیکھا کہ لوگ اس کی طرف آرہے ہیں وہ ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ جلد بازی کریں اور اسے یہ سوچ کر قتل کر ڈالیں کہ یہ (امام کو) قتل کرنا چاہتا تھا لہٰذا وہ سینہ سے اتر گیا اور اسے چھوڑ دیا اور اس کی تلوار ایک طرف پھینک دی، شبیب (چھوٹتے ہی) گھر فرار کر گیا۔

اس کا چچازاد بھائی گھر ہی میں تھا، شبیب گھر پہنچا اور سینے سے ریشمی کپڑا کھولنے لگا، اس کے چچازاد بھائی نے دیکھا کہ شبیب سینہ سے ریشمی کپڑا کھول رہا ہے، اس نے شبیب سے کہا:

شاید تو نے امیر المومنین کو قتل کر دیا ہے؟

وہ کہنا چاہتا تھا کہ نہیں (مگر بدحواسی میں) اس کے منھ سے نکلا: ہاں، اس کا چچازاد بھائی فوراً باہر گیا اور اپنی تلوار اٹھا کر لایا اور اس پر اس قدر تلوار ماری کہ وہ واصل جہنم ہو گیا۔

ابن ملجم کی گرفتاری

عبداللہ بن محمد ازدی کہتے ہیں: قبیلہ بنی ہمدان کے ایک شخص نے ابن ملجم کا پیچھا کیا اور جیسے ہی اس تک پہنچا تو جو کپڑا ہاتھوں میں لئے ہوئے تھا وہ ابن ملجم کے سر پر ڈال دیا جس سے اسے زمین پر

گرا دیا ... تلوار چھین ... علیہ السلام ...

وہ تیسرا (وردان بن خالد) فرار کر گیا اور لوگوں کی جمعیت میں غائب ہو گیا جس وقت ابن ملجم کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو حضرت علی علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

ایک آدمی ایک آدمی کے برابر ہے، یہ جملہ آیہ قصاص کی طرف اشارہ تھا کہ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا ہے " وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ... "

اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر میں دنیا سے چلا جاؤں تو جس طرح اس نے قتل کیا ہے اسی طرح اسے قتل کرنا، اگر زندہ رہا تو خود جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔

ابن ملجم نے کہا: خدا کی قسم میں نے وہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور ہزار درہم میں زہر آلود کی ہے (یہ اس بات کی طرف کنایہ تھا کہ اس تلوار سے لگنے کے بعد کوئی زندہ نہیں بچ سکتا)

راوی کہتا ہے: جناب ام کلثوم نے کہا: اے دشمن! تو نے امیر المومنین علیہ السلام کو قتل کر دیا؟

ابن ملجم نے کہا: اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے نہ کہ امیر المومنین کو۔

جناب ام کلثومؑ نے کہا: اے دشمن خدا! مجھے امید ہے کہ میرے بابا صحیح ہو جائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا: تو کیا آپ میرے لئے رو رہی ہیں؟ خدا کی قسم میں نے ان پر ایسی تلوار ماری ہے کہ اگر اسے اہل زمین پر مارا جائے تو سب ہلاک ہو جائیں گے، اس ملعون کو آنجناب کے پاس سے دور کیا گیا اور لوگ اس کے گوشت و پوست کو درندوں کی طرح نوچ رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے دشمن خدا! تو نے یہ کیا کیا؟ تو نے امت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نابود و برباد کر دیا اور بہترین شخص کو قتل کر دیا، وہ چپ چاپ تھا، لوگ اسے مارتے ہوئے قید خانہ میں لے گئے۔

لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کیا: اے امیر المومنین! اس دشمن خدا کے بارے میں حکم صادر فرمایئے کیوں کہ اس نے امت کو نابود اور اسلام کو تباہ برباد کر دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر زندہ رہا تو خود جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے اور اگر دنیا سے چلا جاؤں تو جو قاتل پیغمبر کے ساتھ کیا تھا وہی اس کے ساتھ کرنا (یعنی پیغمبروں کے قاتلوں کا حکم

اس پر جاری کرو) قتل کر کے اس کے جسد کو جلا دینا، چنانچہ جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپ کے کفن و دفن کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ ابن ملجم کو لایا جائے، اسے لایا گیا، جب وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آ کر کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا:

اے دشمن خدا! تو نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو قتل کر کے دین میں نا قابل جبران خلا پیدا کر دیا؟ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔

ام ہیثم دختر اسود نخعی نے کہا کہ ابن ملجم کے جسد کو مجھے دے دیا جائے اور اس شقی کے جلانے کی ذمہ داری میرے سپرد کر دی جائے، حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے اس کے جسد کو آگ میں جلا دیا۔ [1]

لیکن خوارج کے دوسرے دو آدمی کہ جنہوں نے معاویہ اور عمرو عاص کو قتل کرنے کا عہد باندھا تھا، ان میں سے ایک شام آ کر مسجد میں چھپ گیا اور جب معاویہ نے نماز شروع کی تو اس نے رکوع کی حالت میں معاویہ کے اوپر تلوار ماری، تلوار معاویہ کی ران پر لگی، جس کی وجہ سے معاویہ بچ گیا اور اس آدمی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

البتہ دوسرا شخص جو مصر آیا تھا (وہ وعدہ کے مطابق مسجد میں پہنچا) اس شب عمرو عاص کو کوئی کام پیش آیا اور اس نے ایک شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے مسجد بھیجا جس کا نام خارجہ بن ابی حبیب عامری تھا۔

اس شخص نے عمرو عاص سمجھ کر تلوار سے وار کر دیا، اس کے بعد اسے گرفتار کر کے عمرو عاص کے پاس لایا گیا اور عمرو عاص نے اسے قتل کر دیا۔

خارجہ بن ابی حبیب عامری بھی اسی صبح کو انتقال کر گیا۔ [2]

---

[1]-[2] ارشاد مفید، ج ۱، باب اول، فصل پنجم، ص ۱۸، ۲۰، ۲۱

فہرست منابع

قرآن مجید	ینابیع المودة	مناقب خوارزمی
صحیح بخاری	فصول المہمہ	تفسیر ثعلبی
صحیح مسلم	سنن بیہقی	اسد الغابہ
سنن نسائی	تاریخ طبری	احقاق الحق
سنن ابن داؤد	بدایہ والنہایہ	نور الابصار
سنن ترمذی	خصائص	شبہائے پشاور
شرح ابن ابی الحدید معتزلی	شیعہ در اسلام	الامام الصادق
سیرہ حلبی	غایۃ المرام	تاریخ ابی الفداء
مسند احمد بن حنبل	کنوز الحقائق	جامع الصغیر
وفاء الوفاء	کفایۃ الطالب	مطالب السوول
فتوح البلدان	روضۃ الکافی	لسان المیزان
المناقب	فتح الملک العلی	الصلاۃ الہامہ
شواہد التنزیل	ارشاد مفید	رسالہ علی و پیامبر
تفسیر قرطبی	صواعق محرقہ	ہماری کہانی
تفسیر طبری	تاریخ ابن عساکر	گولڈن جسری
مستدرک الصحیحین	تاریخ بغداد	شائستہ ترین راہبر
کنز العمال	تاریخ الخلفاء سیوطی	خصائص صدوق
ریاض النضرۃ	فیض القدیر	اصول کافی
حلیۃ الاولیاء	صحیح ابن ماجہ	منتخب التواریخ
ذخائر العقبی	استیعاب	احتجاج طبرسی